حیاتِ اعلیٰحضرت
تصانیف ــــ تحقیقات ــــ تحریکات
ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی
مکتبہ نبویہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

اعلیٰحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں پر کتابِ مستطاب

حیاتِ اعلیٰحضرت

تصانیف ـــــ تالیفات ـــــ کتابیات

ـــــ تالیف لطیف ـــــ

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی

ـــــ ترتیب وتہذیب ـــــ

حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

مکتبہ نبویہ ◎ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

......☆☆☆......

نام کتاب	ـــــــــــ	حیاتِ اعلیٰ حضرت
نام مؤلف	ـــــــــــ	ملک العلماء محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
موضوع کتاب	ـــــــــــ	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصانیف، تالیفات و کتابیات
سال تصنیف	ـــــــــــ	۱۹۳۸ء
سالِ طباعت	ـــــــــــ	۲۰۰۳ء
ترتیبِ نو و تہذیب تازہ	ـــــــــــ	مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی مضطر
تصحیح و نظر ثانی	ـــــــــــ	مولانا مفتی عبدالمبین صاحب قادری رضوی
بشکریہ	ـــــــــــ	رضا اکیڈمی ممبئی (انڈیا)
صفحات	ـــــــــــ	۵۹۲
ناشر	ـــــــــــ	مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور
تقسیم کار	ـــــــــــ	مکتبہ نبویہ و مرکزی مجلسِ رضا لاہور
قیمت اعلیٰ ایڈیشن	ـــــــــــ	
کوڈ نمبر	ـــــــــــ	2M64

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا جاپان مینشن ریگل چوک کراچی

☆ افکارِ رضا ۱۶۷ ڈم ٹم کر روڈ بمبئی (انڈیا)

☆ اجمیری بک ڈپو ۱۶۷ ڈم ٹم کر روڈ بمبئی (انڈیا)

☆ ماہنامہ ''کنزالایمان'' ٹیا محل شاہ جہانی مسجد دہلی (انڈیا)

نوٹ:-

یہ کتاب ریسرچ سکالرز اور اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

مرکزی مجلس رضا کے اراکین اور جہان رضا کے معاونین نصف ہدیہ ادا کریں گے

مختصر فہرست مضامین حیات اعلی حضرت جلد دوم

تصانیف

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پیدائش اور نشو نما اس خاندان میں ہوئی جو علمی و عملی خاندان تھا، جہاں درس و تدریس وعظ و تقریر اور سب سے زیادہ تصنیف و تالیف، انشاء تحریر کا دستور تھا۔ اس لیے آپ نے ہوش سنبھالتے ہی تصنیف و تالیف کا چرچا دیکھا۔ (کذا) اس لیے قدرتاً آپ کی طبیعت کا میلان تدریس و تقریر سے کہیں زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف تھا۔ اس کے علاوہ قدرت کو آگے چل کر انھیں مجدد مائۃ حاضرہ بنانا اور ان کے علوم و فنون سے زمانۂ دراز تک عرب و عجم، روم و شام اور تمام ممالک اسلامیہ کو فیضیاب کرنا تھا، اس لیے بھی ضروری تھا کہ حضور تدریس و تقریر کے اعتبار سے تصنیف و تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں۔

اس لیے کہ تدریس و تقریر کا اثر محدود، خام اور جلد ختم ہونے والا ہوتا ہے۔ اور تصنیف و تحریر کا اثر غیر محدود و پختہ اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والا ہوتا ہے۔ دنیا میں علماے کرام لاکھوں کیا کروڑوں ہوئے، جنھوں نے اپنے اپنے زمانوں میں عالم کو اپنے علوم و فنون سے مستفیض فرمایا۔ جہان میں اپنے علوم کی روشنی پھیلا کر تاریکی و جہالت دور کی۔ مگر آج ہم ان کے نام سے بھی واقف نہیں کہ وہ کون کون تھے؟ کہاں کہاں تھے؟ کن کن علوم کے جامع تھے؟ بہتوں کے ناموں اور ان کے معارف کا کچھ پتا بھی چلتا ہے، تو دوسرے علمائے معاصرین یا

بعد کے لوگوں کی تحریر ہی کی بدولت۔ بخلاف امام غزالی، امام رازی، اصحاب صحاح ستہ، ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ان کی تالیفات وتصنیفات کی بدولت آج (لوگ) براہ راست ان کے علوم وفنون سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی برکت سے امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم ومعارف اور اجتہادیات زندہ ہیں۔تصوف کی معلومات امام غزالی کی احیاء العلوم، حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین عالم ہیں۔

ان سب وجوہ سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے بھی تدریس ووعظ کے اعتبار سے تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ جس وقت آٹھ سال کی عمر شریف تھی، آپ نے ھدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں تالیف فرمائی۔ اس کے بعد جب تیرہواں سال عمر شریف کا ہوا، اس وقت حمد وہدایت کی تعریف میں عربی زبان میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا نام ضوء النھایۃ فی اعلام الحمد والھدایۃ ہے۔

میں نے ۱۳۲۷ھ میں حسب فرمائش مولانا المکرم حبیبنا الاکرم جناب مولانا مولوی سید محمد عبدالجبار صاحب قادری حیدرآبادی عفرلہٗ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ یوم ینادی المنادی. اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پچاس علوم وفنون میں تصانیف کثیرہ کی فہرست مع فن وزبان وکیفیت مضمون وسال تصنیف کے بیان میں، ایک رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی المجمل المعدد لتالیف المجدد تحریر کیا تھا، جو اسی زمانے میں مطبع پٹنہ میں باہتمام

حضرت مولانا ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا۔ اس میں ساڑھے تین سو تصنیفات وتالیفات کی مفصل فہرست درج تھی۔

اس کے بعد جب ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ میں چار مہینے کی فرصت لے کر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلے میں بریلی شریف قیام کا موقع ملا۔ تو ۱۳۲۷ھ کے بعد سے سال وصال تک جس قدر تصنیفات ملی تھیں، ان کو بطور ضمیمہ اس رسالہ کے، اضافہ کیا، تو تصنیفات چھ سو سے فاضل ہوئیں۔ جو چار قسموں پر منقسم ہیں۔

1. تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی ہیں۔
2. وہ تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی نہیں۔
3. تصنیفات اصحاب وقدسی احباب جن کے نام تاریخی ہیں۔
4. وہ تصنیفات اصحاب جن کے نام تاریخی نہیں۔

قسم سوم و چہارم، اگر چہ بنام تلامذہ واصحاب ہیں، لیکن درحقیقت (ان کو) اعلیٰ حضرت ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ وہ کتابیں ہیں، جو تلامذہ نے لکھ کر بغرض اصلاح پیش کیں، لیکن ان پر اصلاح کیا ہوئی! وہ مستقل تصنیف ہی ہوگئیں۔ اس لیے ایسی کتابوں کو اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ فرمایا ـــــــ علاوہ بریں یہ اساتذہ علما کی قدیم عادت ہے کہ کسی مصلحت سے اپنی کسی کتاب کو کسی شاگرد کی طرف نسبت کر دیتے ہیں، اور قدیم زمانہ سے حال تک، اس کا بلانکیر رواج ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تھیں، جن کا بیان میں نے اپنے رسالہ المجمل المورد لتالیفات

المجدد میں کیا ہے۔ پہلے ان سب کو اسی ترتیب سے ذکر کروں گا۔اس کے بعد پھران کو بترتیب فنون وعلوم ذکر کر کے جو کتابیں میرے پاس ہیں، یا میری نظر سے گذری ہیں، ان کے کچھ تفصیلی حالات لکھوں گا۔ ورنہ فقط نام اور مجمل حالت پر اکتفا کروں گا۔ اس کے بعد بطورضمیمہ رسالہ المجمل المورن ۱۳۲۷ھ کے بعد سے سال وفات تک کی تصنیفات کو اسی طرح چار حصے کرکے ان کا شمار، سال تصنیف، نام کتاب، فن، زبان، کیفیت مضمون لکھوں گا۔اس کے بعد پھران سب کو بھی بترتیب علوم وفنون ذکر کر کے تفصیلی حالت بیان کروں گا۔

و باللہ التوفیق و بیدہ أزمۃ التحقیق۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تصانیف خاصہ

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	فن	زبان	کیفیت	مضمون کتاب
۱	۱۲۸۵	ضوء النهاية فى اعلام الحمد والهداية	کلام	ع	مبیضہ	حمد وہدایت کی تعریف
۲	۱۲۸۸	حل خطاء الخط	رد وهابيه	ع	مبیضہ	رد خطا اسمٰعیل دہلوی
۳	۱۲۹۰	السعى المشكور فى ابداء الحق المهجور	کلام	ع	مسودہ	مسئلہ صفات باری تعالیٰ وتحقیق مذہب اہل سنت
۴	۱۲۹۴	معتبر الطالب فى شيون ابى طالب	کلام	ف	مبیضہ	شرح ابی طالب میں داخل کردیا گیا
۵	۱۲۹۵	نقاء النيره فى شرح الجوهره ملقب به النيرة الوضية فى شرح الجوهرة المضيئة	فقه	ف	مطبوعہ لکھنؤ	مسائل حج وزیارت کا بیان یہ رسالہ بار اول کے حج میں مکہ مکرمہ میں ایک دن مین تالیف فرمایا[م]
۶	۱۲۹۶	اطائب الاكسير فى علم التكسير	تکسیر	ع	ناتمام	علم تکسیر اور مصنف کے ایجادات کثیرہ
۷	=	نفى الفئ عمن بنوره أنار كل شئ	فضائل	ف	مبیضہ	اس بارے میں کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا[م]
۸	۱۲۹۷	الكلام البهى فى تشبه الصديق بالنبى	مناقب	ف	مبیضہ	صدیق اکبر کی سید عالم ﷺ سے مشابہتیں
۹	=	وجد المشوق بجلوة اسماء الصديق والفاروق	مناقب	ف	مبیضہ	صدیق وفاروق کے صدہا نام کہ احادیث میں آئے

۱۰	=	مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين	عقائد	ھ	مبیضہ	تفضیل شیخین پر کمال مبسوط کتاب[م]
۱۱	=	سلطنة المصطفیٰ فى ملكوت كل الوریٰ	فضائل ورد	ھ	مسودہ	فضائل اقدس میں ایمان افروز کتاب[م]
۱۲	۱۲۹۸	اعتقاد الاحباب فى الجميل و المصطفیٰ والآل والاصحاب	عقائد	ھ	مبیضہ	اللہ ورسول وآل واصحاب کے باب میں اہل سنت کے اعتقاد[م]
۱۳	=	احكام الأ الحكام فى التناول من يد من ماله حرام	فقه	ھ	اکثر مبیضہ	مال حرام والے کے ساتھ معاملات اور اس کے نفقات
۱۴	=	انفس الفكر فى قربان البقر	فقه ورد هنود	ھ	مبیضہ	ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے[م]
۱۵	=	اجلال جبريل بجعله خادما للمحبوب الجميل	فضائل	ھ	مسودہ	جبریل امین خادم مصطفیٰ ﷺ ہیں
۱۶	=	الامر باحترام المقابر	فقه ورد	ھ	مطبوعہ	اہلاک الوہابیین میں شامل کیا گیا[م]
۱۷	۱۲۹۹	اقامة القيامة على طاعن القيام لنبى تهامه	فقه ورد وهابية	ھ	مبیضہ	مسئلہ قیام مجلس میلاد مبارک [م]
۱۸	۱۲۹۹	هدى الحيران فى نفى الفئ عن شمس الاكوان	فضائل ورد	حذ ر	مبیضہ	نبی ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے باب میں ایک مخالف کارد[م]
۱۹	=	حسن البراعة فى تنفيذ حكم الجماعة	فقه	ع	مسودہ	جماعت اولیٰ اور مسجد واجب ہے۔

۲۰	=	النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم	فقه ورد	ھ	مطبع	رسالة الکلام میں شامل کیا گیا
۲۱	۱۳۰۰	الزلال الانقیٰ من بحر سبقة الاتقیٰ	تفسیر ورد تفضیلیه	ع	مبیضه	آیة ان اکرمکم عند اللّٰه اتقاکم کی تفسیر [م]
۲۲	=	بذل الصفا لعبد المصطفیٰ	عقائد ورد وهابیه	ھ	مسوده	عبد النبی غلام مصطفیٰ نبی بخش ناموں کا جواز
۲۳	=	البشری العاجلة من تحف آجله	عقائد ورد مفسقه	ع		تفضیلیه ومفسقان امیر معاویه کارد
۲۴	=	النذیر الهائل لکل جلف جاهل	مناظرہ ورد وهابیة بالخصوص نذیر حسین	ھ	مسوده	مجلس میلاد مبارک کے بارے میں مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے رد
۲۵	۱۳۰۱	منیر العینین فی حکم تقبیل الابهامین	فقه ورد	ھ	مطبع	اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا
۲۶	=	المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة	فقه	ع	مسوده	جو بدعت کفری رکھتا ہو تمام احکام میں مثل مرتد ہے
۲۷	=	المجمل المسدد ان ساب المصطفی مرتد	فقه	عھ	مبیضه	حضور اقدس ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے۔
۲۸	۱۳۰۲	اجود القریٰ لمن یطلب الصحة فی اجارة القریٰ	فقه	ھ	مبیضه	دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام اور جواز کی صورت
۲۹	=	نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا	فقه ورد وهابیة	ھ	مسوده	دفع وبا کو اذان

۳۰	۱۳۰۳	الاحلیٰ من السکر لطلبة سکرروسر	فقه	ه	مطبع حنفیه	شکرروسر وغیره صد ہا جزئیات کا قانون
۳۱	۱۳۰۳	الاهلال بفیض الاولیاء بعد الوصال	رد وهابیه	ه	بمبئی	حیات الموات میں شامل کیا گیا[م]
۳۲	=	مجیر معظم شرح قصیده اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضه	فضائل سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۳	=	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال	فقه	ع	مسوده	نیا جوتا پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے اور استعمالی جوتا پہنکر پڑھنے اور مسجد میں جانے کا حکم
۳۴	=	منزع المرام فی التداوی بالحرام .	فقه	ع	ناتمام	حرام چیز بطور دوا بھی استعمال نہیں ہوسکتی
۳۵	۱۳۰۴	مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید	کلام	ه	مبیضه	فلسفہ جدیدہ کا مخالف عقائد ہونا[م]
۳۶	=	معدل الزلال فی اثبات الهلال	فقه	ه	مبیضه	انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہ اور مسائل شرعیہ کی تعلیم
۳۷	=	طوالع النور فی حکم السرج علی القبور	فقه و رد وهابیه	ه	ناتمام	قبروں پر چراغ جلانے کے تفصیلی احکام
۳۸	=	البارقة اللمعا علیٰ سامد نطق بالکفر طوعا	فقه	ع	مسوده	جو قصداً کلمہ کفر کہے اگرچہ معتقد نہو کافر ہے

۳۹	=	جمل مجلیه ان المکروہ تنزیها لیس بمعصیة	فقه	ع	مسوده	مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے اس کو گناہ کہنا خطا ہے
۴۰	=	انوار الانتباه فی حل نداء یارسول الله	فقه ورد	ه	مسوده	یارسول اللہ یا علی کہنے کا جواز
۴۱	=	التاج المکلل فی انارة مدلول کان یفعل	اصول فقه	ع	ناتمام	لفظ کان یفعل دوام میں نص نہیں
۴۲	۱۳۰۵	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	عقائد	ه	مطبع قادری بریلی	سید انبیاء ﷺ کے سب انبیاء سے افضل ہونے پر دلیل (تین سو حدیثیں)
۴۳	=	حیاة الموات فی بیان سماع الاموات	عقائد و رد وهابیه	ه	مطبوعہ بمبئی	اموات کے دیکھنے سننے کا ثبوت اور بعد وصال اولیاء کے فیوض وبرکات [م]
۴۴	=	انهار الانوار من یم صلاة الاسرار	فقه ورد	ه	مطبوعہ بریلی	نماز غوثیہ کا ثبوت مطبوعہ
۴۵	=	ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار	اذکار	ع	مبیضہ	طریقہ ونکات نماز غوثیہ [م]
۴۶	=	اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین	حدیث ورد وهابیه	ع ه	مبیضہ	شفاعت اقدس ﷺ میں چہل حدیث [م]
۴۷	=	البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل	فقه	ه	مبیضہ	زوجہ بعد وطی بھی مہر موجل لینے کے لیے اپنے نفس کو روک سکتی ہے

۴۸	=	النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید	فقه ورد غیر مقلدیں	ه	مبیضه	غیر مقلدوں کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے[م]
۴۹	=	صیقل الرین عن احکام مجاورة الحرمین	فقه	ع	مبیضه	حرمین میں مہاجر بن کر رہنا کیسا ہے[م]
۵۰	=	ازکی الاهلال بابطال مااحدث الناس فی امر الهلال	فقه و رد گنگوهی	ه	کلکته	چاند کی خبر میں تار اور خط پر اعتبار نہیں[م]
۵۱	=	باب غلام مصطفیٰ	فقه ورد وهلیه	ه	مبیضه	شامل رسالہ بذل الصفا کیا گیا
۵۲	=	تلألو الافلاك بجلائل حدیث لولاك	حدیث	ع ه	مسوده	حدیث لولاک کا ثبوت
۵۳	=	التحبیر بباب التدبیر	فقه	ه	مبیضه	تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر سنت ہے اور منکر گمراہ[م]
۵۴	=	احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد	فقه	ه	ناتمام	کیا کیا کام مسجد میں ناروا ہیں
۵۵	=	ازین کافل لحکم القعدة فی المکتوبة والنوافل	فقه	ع	ناتمام	فرض ونفل میں قعدہ فرض ہے یا واجب
۵۶	=	زهر الصلاة من شجرة اکارم الهداة	اذکار	ع	مبیضه	درود میں شجرہ طیبہ کے اسماء بمعنی دیگر[م
۵۷	۱۳۰۶	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	فقه ورد غیر مقلدین	ه	اہل سنت	مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے[م]

۵۸	=	جاه القصيدة البغدادية ملقب به الزمزمة القمرية فی الذب عن الخمرية	شتی	ھ	مطبع اہل سنت بریلی	قصیدہ غوثیہ پر بعض جہال کے اعتراض کا رد
۵۹	=	اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام	فقه	ع،	مبیضہ	ہندوستان دار الحرب نہیں [م]
۶۰	=	تبيان الوضوء	فقه	ھ	مبیضہ	وضوو غسل کی احتیاطیں [م]
۶۱	=	الحلاوة والطلاوة فی موجب سجود التلاوة	فقه	ع	مسودہ	سجدہ تلاوت کتنا پڑھنے سے واجب ہوتا ہے
۶۲	=	الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه	رد روافض	ھ	مبیضہ	روافض کہ اذان میں کلمہ بلا فصل بڑھانے میں انہیں کی کتب سے اسکاردوان پر لعنت [م]
۶۳	=	الاشکال الاقیدس لتکسیر اشکال اقلیدس	هندسه	ع	مسودہ	اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراض
۶۴	=	عروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ	فضائل	ع ھ	ناتمام	حضور اکرم ﷺ کے لیے ہزار سے زائد اسماء
۶۵	=	نائل الراح فی فرق الريح والرياح	تفسير	ف	مبیضہ	اطلاق ریح ور یاح کا فرق

٦٦	١٣٠٧	حکم رجوع من ولی فی نفقة العرس والجهاز والحلیٰ	فقه	ھ	مبیضہ	جسنے دلہن کو جہیز دیا اور شادی میں خرچ اٹھایا وہ اس کی واپسی کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے اور شوہر کی طرف سے بری میں جوزیوریا جوڑا آتا ہے وہ کس کی ملک ہے
٦٧	=	المنح الملیحه فیما نهی من اجزاء الذبیحه	فقه	ع	مسودہ	ذبیحہ سے بائیس چیز کھانے کی ممانعت [م]
٦٨	=	سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح	عقائد ورد وهابیه	ھ	مطبوعہ لکھنو پٹنہ	امکان کذب کا رد
٦٩	=	الزهر الباسم فی حرمة الزکاة علی بنی هاشم	فقه	ھ	مطبع حنفیہ پٹنہ	سادات پر زکاۃ حرام ہے ان کے دیئے ادا نہ ہوگی
٧٠	=	تجلی المشکاة لانارة اسئلة الزکاة	فقه	ھ	حنفیہ پٹنہ	مسائل زکاۃ کے نفیس قانون [م]
٧١	=	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد	فقه	ھ	مبیضہ	مسجد کا صحن بھی مسجد ہے [م]
٧٢	=	شرح الحقوق لطرح العقوق	اخلاق	ھ	مبیضہ	ابوین، زوجین، استاذ وغیرہ کے حقوق [م]
٧٣	=	حك العیب فی حرمة تسوید الشیب	فقه	ھ	مبیضہ	سیاہ خضاب حرام ہے [م]
٧٤	=	حقة المرجان لمهم حکم الدخان	فقه	ھ	حنفیہ	حقے اور تمباکو کے احکام [م]

نمبر	سن	نام کتاب	موضوع	زبان	کیفیت	تفصیل
۷۵	=	عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار	فقه	ھ	مبیضہ	صرف مرد وزن کے اس اقرار سے کہ ہم زن وشو ہیں نکاح نہیں ہوتا[م]
۷۶	=	الحجة الفائحه لطیب التعیین و الفاتحة	فقه و دوھابیه	ھ	مبیضہ	دن معین کرنے اور دیگر تقییدات فاتحہ کا حکم[م]
۷۷	=	سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید	فقه و رد وھابیه	ھ	مبیضہ	نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت[م]
۷۸	=	الصافية الموحیه لحکم جلود الاضحیه	فقه و رد گنگوھی	ع	مبیضہ	پوست قربانی مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا[م]
۷۹	=	الطرة فی سطر العورة	فقه	ع	مسودہ	ستر عورت مرد وزن کی تفصیل
۸۰	۱۳۰۸	کشف حقائق واسرار ود قائق	تصوف	ھ	مطبوعہ سیتاپور	سوالات تصوف کا جواب
۸۱	=	الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن	فقه ورد وھابیه	ھ	مبیضہ	کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا مسئلہ[م]
۸۲	=	ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال	فقه ورد وھابیه	ھ	مبیضہ	دست وپائے مشائخ وعلما وآستانہ مزارات وغیرہ پر بوسہائے تعظیمی کا بیان[م]
۸۳	=	فتح الملیك فی حکم التملیك	فقه	ع	مبیضہ	تملیک نامہ وہبہ نامہ میں فرق نہیں

۸۴	۱۳۰۹	الیاقوتة الواسطه فی قلب عقد الرابطه	سلوك ورد وهابیه	ه	اہل سنت بریلی	تصور برزخ کا جواز
۸۵	=	النیر الشهابی علی تدلیس الوهابی	رد غیر مقلدین	ه	مبیضہ	دربارہ تقلید غیر مقلدوں کے بعض شبہات کا جواب [م]
۸۶	=	اعز الاکتناه فی رد صدقة مانع الزکاة	ترغیب وترهیب	ه	مبیضہ	جو زکاۃ نہ دے اس کا صدقہ قبول نہیں [م]
۸۷	=	الطیب الوجیز فی امتعة ا لورق والابریز	فقه	ه	مبیضہ	چاندی سونے کی کیا چیزیں مردوں عورتوں کو جائز ہیں اور کیا کیا ناجائز [م]
۸۸	=	سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس	عقائد ورد وهابیه	ه	مسودہ	رد امکان کذب و ابطال خرافات رسالہ تقدیس القدیر
۸۹	=	انباء الحذاق بمسالك النفاق	حدیث	ه	مسودہ	نفاق اعتقادی وعملی کا فرق اور اس کے بارے میں احادیث کثیرہ کا جمع کرنا
۹۰	=	انوار الحلم فی معانی میعاد استجب لکم	تفسیر	ف	مسودہ	اجابت دعا کے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر نہ ہوتا دیکھکر بیدل ہوجانا حماقت ہے
۹۱	۱۳۱۰	اعجب ا لامداد فی مکفرات حقوق العباد	حدیث	ه	مبیضہ	کن کن عمل کے سبب حقوق العباد سے نجات مل سکتی ہے [م]
۹۲	=	مشعلة الارشاد الیٰ حقوق الاولاد	اخلاق	ه	مبیضہ	اولاد کے پیدا ہونے بلکہ شکم مادر میں آنے سے پہلے جو حقوق ہیں [م]

۹۳	=	رفیع المدارك فی حکم السوائب وطرح المالك	فقه	ہ	مبیضہ	بجار اور ھندو گنگا میں گہنا ڈالتے ہیں ان کا حکم
۹۴	=	جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت	فقه	ہ	مبیضہ	اہل میت کی طرف سے اغنیا کی دعوت منع ہے[م]
۹۵	=	یسر الزاد لمن ام الضاد	فقه	ع	مسوده	تحقیقات حرف ضاد درراہ مارہرہ گم شد
۹۶	۱۳۱۱	الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء	فقه وفضائل وردوهابیه	ہ	مطبع اہل سنت	فضائل اقدس وردشرک وہابیہ میں بے مثل کتاب [م]
۹۷	=	منية اللبيب ان التشريع بيد الحبيب	فضائل	ہ	اہل سنت	تمام احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں، شامل الامن والعلی
۹۸	=	بركات الامداد لاهل الاستمداد	فقه ورد	ہ	اہل سنت	اولیاء سے استعانت کا ثبوت
۹۹	=	بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز	فقه ورد وهابیه	ہ	مطبوعہ بمبئی	نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کا جواز
۱۰۰	=	الهداية المباركه فی خلق الملئکة	حدیث	ہ	مبیضہ	ملئکہ کی پیدائش وموت کا بیان[م]
۱۰۱	=	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	فقه	ہ	مبیضہ	۱۳۲۰ الفاظ طلاق کا بیان کہ ان سے بائن پڑتی ہے اور ان سے رجعی[م]

۱۰۲	=	فبح النسرين بجواب الاسئلة العشرين	ردوهابيه	ه	مسوده	وہابیہ کے متعلق ۲۰ سوالوں کا جواب
۱۰۳	=	بوارق تلوح من حقيقة الروح	تصوف	ع	مسوده	روح کیا شئی ہے
۱۰۴	=	المنى والدرر لمن عمد منى آردر	فقه ورد گنگوهی	ه	مسوده	منی آرڈر کرنا روا ہے اور فتوائے گنگوہی کا رد [م]
۱۰۵	۱۳۱۲	الكوكبة الشهابية فى كفريات ابى الوهابية	كلام ورد وهابيه	ه	اہل سنت	ستر وجہ سے امام وہابیہ پر فقہا کے نزدیک لزوم کفر [م]
۱۰۶	=	سل السيوف الهنديه على كفريات بابا النجدية	ايضا	ه	مطبع حنفیہ پٹنہ	الكوكبة الشهابيه کا خلاصہ [م]
۱۰۷	=	وشاح الجيد فى تحليل معانقة العيد	فقه ورد وهابيه	ه	اہل سنت	عید کے بعد معانقہ نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے [م]
۱۰۸	=	وصاف الرجيح فى بسملة التراويح	فقه ورد غير مقلد	ه	اہل سنت	ختم تراویح میں ایک ہی بار بسم اللہ بآواز پڑھیں اور گنگوہی کا رد [م]
۱۰۹	=	السيوف المخيفه على عائب ابى حنيفه	اصول فقه ورد غير مقلدين	ه	مبیضہ	فتاوی عالمگیری سے اس قول کی شرح کہ جو شخص قیاس امام اعظم کو ناحق کہے کافر ہے
۱۱۰	=	العروس المعطار فى زمن دعوة الافطار	اذكار	ه	مبیضہ	دعائے افطار افطار سے پہلے ہو یا بعد [م]

۱۲۹	=		سوالات حقائق نما بروس ندوة العلما	رد ندوہ	ھ	مطبوعہ بدایوں وکلکتہ	ندوہ پر ستر سوال جن کے جواب سے علمائے ندوہ آج تک عاجز ہیں۔
۱۳۰	=		حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین	فقہ ورد غیر مقلدین	ھ	مطبع اہل سنت	سفر میں دو نماز ملاکر پڑھنا جائز نہیں ورد اشد نذیر حسین دہلوی
۱۳۱	=		الهاد الكاف فی حكم الضعاف	اصول حدیث	ھ	بمبئی	حدیث ضعیف پر عمل کے احکام
۱۳۲	=		لوامع البها فی المصر للجمعة والاربع عقبيها	فقہ ورد غیر مقلدین	ف	مبیضہ	جمعہ کے لیے شہر شرط اور چار رکعت احتیاطی کا بیان
۱۳۳	=		الكاس الدهــاق باضافة الطلاق	فقہ	ع	مبیضہ	طلاق میں زوجہ کیطرف اضافت کا بیان
۱۳۴	=		مــدارج طبقات الـحديث	اصول حدیث	ع	مبیضہ	کتب حدیث کا تفرقہ مراتب
۱۳۵	=		القطوف الدانيه لمن أحسن الجماعة الثانية	فقہ ورد گنگوھی	ع ھ	مبیضہ	جماعت ثانیہ کا جواز اور اس کی تفصیل [م]
۱۳۶	=		الاحاديث الراوية لمدح الامير معوية	حدیث ورد معسفہ	ع ھ	مسودہ	مناقب امیر معویہ کی حدیثیں
۱۳۷	=		الرد الاشد البهى فى هجر الجماعة علىٰ الگنگهى	فقہ ورد گنکوھی	ھ	مسودہ	درباره جماعت ثانیہ فتوی گنگوہی کا رد

۱۳۸	۱۳۱۴	نقد البیان لحرمة ابنةاخی اللبان	فقه	ع	مبیضہ	دودہ کی بھتیجی حرام ہے اور ایک بیباک کارد
۱۳۹	=	هادی الاضحیة بالشاء الهندیة	فقه	ھ	مبیضہ	چھ مہینے کی بھیڑ قربانی میں رواہے
۱۴۰	۱۳۱۵	لمعة الضحی فی اعفاء اللحیٰ	فقه ورد نیچریه	ھ	مطبوعہ حیدرآباد	داڑھی رکھنے کا وجوب اور اس کے کتروانے والے پر سخت سخت وعیدیں
۱۴۱	=	النهی الحاجزعن تکرلر صلاة الجنائز	فقه ورد غیر مقلدین	ھ	بانکی پور	ایک جنازہ پر دوبار نماز جائز نہیں ہے
۱۴۲	=	شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره ونعاله	فقــه ورد وهابیه	ھ	حنفیة	نقشہ مزار اقدس ونعل مبارک کاادب
۱۴۳	=	الصمصام علی مشکك فی آیة علوم الارحام	تفسیر ورد نصاریٰ	ھ	مبیضہ	ڈاکٹروں کے ادعا اور پادریوں کارد[م]
۱۴۴	=	مروج النجا لخروج النساء	فقه	ھ	مسودہ	عورت کو کہاں کہاں جانا جائز ہے[م]
۱۴۵	=	النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحة	تفسیر وفضائل وردوهابیه	ھ	مبیضہ	سورہ فاتحہ سے نبی کریم ﷺ کے فضائل کاثبوت اوروہابیہ کارد
۱۴۶	=	نعم الزاد لروم الضاد	تجوید	ف	مبیضہ	حرف ضاد کی تحقیق[م]

۱۴۷	=	تجویز الرد عن تزویج الابعد	فقه	ھ	مبیضہ	ولی ابعد کا نکاح کیا ہوا کس صورت میں رد ہوسکتا ہے اور ولی اقرب سے کیا مراد ہے۔
۱۴۸	=	شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام	فضائل	ھ	مبیضہ	حضور اقدس ﷺ کے والدین آدم وحوا سے عبد اللہ وآمنہ تک سب اہل توحید ونجات ہیں
۱۴۹	=	هبة النسا فی تحقیق المصاهرة بالزنا	فقه ورد غیر مقلد	ھ	مطبوعہ کانپور	ساس کو شہوت سے چھونے سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے۔
۱۵۰	=	الاعلام بحال البخور فی الصیام	فقه	ھ	مبیضہ	دھویں کے پاس جانے یا دھوئیں کا کام کرنے سے روزہ نہیں جاتا[م]
۱۵۱	=	المقصد النافع فی عصوبة الصنف الرابع	فرائض	ھ	مبیضہ	جو عصبہ مثلاً بیس پشت میں جاکر ملے اس کی وراثت میں شبہات کا جواب
۱۵۲	=	التحریر الجید فی بیع حق المسجد	فقه	ھ	اہل سنت	مسجد میں سے کوئی شئی بیچنے کے احکام
۱۵۳	۱۳۱۶	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب	کلام	ھ	بمبئی	ابو طالب کی موت اسلام پر نہ ہوئی
۱۵۴	=	الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین	فقه ورد وهابیه	ھ	اہل سنت	سماع موتی کے جواب میں مسئلہ قسم سے استدلال اور وہابیہ کا رد جلیل

۱۵۵	=	ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار	فقه ورد وهابيه	ھ	مبیضہ	بدمذھب سے شادی کرنا منع ہے[م]
۱۵۶	=	تفاسير الاحكام لفدية الصلاة والصيام	فقه	ھ	مبیضہ	بعد موت نماز روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل[م]
۱۵۷	=	جمان التاج فی بيان الصلاة قبل المعراج	سير	ع ھ	مبیضہ	معراج سے پہلے نماز کس طرح تھی[م]
۱۵۸	=	انجح الجد فی حفظ المسجد	فقه	ھ	مبیضہ	مسجد قدیم پر سے دعوے کا رد
۱۵۹	۱۳۱۷	جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة	عقائد ورد	ھ	اہل سنت	منکران ختم نبوت کے رد میں سو حدیثیں
۱۶۰	=	الشرعة البهيه فی تحديد الوصيه	فقه	ھ	مبیضہ	وصیت کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور اس کی دونوں قسموں کا بیان
۱۶۱	=	ماحی الضلالة فی انكحة الهندو بنجاله	فقه	ھ	مبیضہ	ہندوستان و بنگالہ میں نکاح کے جو طریقے رائج ہیں، ان کی اصلاح
۱۶۲	=	نطق الهلال بارخ ولاد الحبيب والوصال	سير	ھ	حنفیہ پٹنہ	نبی کریم ﷺ کے روز و ماہ و تاریخ ولادت اقدس و وفات کی جلیل تحقیق
۱۶۳	=	فتاوی الحرمين برجف ندوة المين	عقائد وردندلو،	ع	بمبئی	رد ندوہ میں حرمین شریفین کے فتاوے

نمبر	سنہ	نام کتاب	موضوع	زبان	کیفیت	مضمون
۱۶۴	=	ترجمة الفتویٰ وجه هدم البلویٰ	=	ھ	بمبئی	فتاوی مذکور کا ترجمہ
۱۶۵	=	خلص فوائد فتویٰ	=	ھ	بمبئی	خلاصہ مضامین فتاوائے مذکور
۱۶۶	=	الجام الصاد عن سنن الضاد	فقه وتجوید	ھ	حنفیہ پٹنہ	مسائل حرف ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ
۱۶۷	=	طيب الامعان فی تعدد الجهات والابدان	فرائض	ع ھ	مبیضہ	ذوی الارحام میں تعدد جہات فروع سے تعدد اصل کی تحقیق مفرد
۱۶۸	۱۳۱۸	انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ	فضائل ورد وهابیه	ھ	بمبئی و مراداباد	مسئلہ علم غیب کا مجمل وکافی بیان
۱۶۹	=	اللؤلؤ المكنون فی علم البشير بماكان ومايكون	فضائل ورد وهابیه	ھ	مسودہ	مسئلہ علم غیب کا مفصل وشافی بیان
۱۷۰	=	مالی الحبيب بعلوم الغيب	=	ع ھ	مبیضہ	مسئلہ علم غیب کے متعلق احادیث واقوال ائمہ کا ذخیرہ
۱۷۱	=	ابجل ابداع فی حد الرضاع	فقه	ع	ناتمام	مدت رضاعت میں قول امام کی تحقیق
۱۷۲	=	قوارع القهار علیٰ المجسمة الفجار	عقائد ورد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	وہابیہ کے اس خیال کا رد کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے [م]
۱۷۳	=	لب الشعور باحكام الشعور	فقه	ھ	مبیضہ	موئے سر وریش کے متعلق احکام
۱۷۴	=	خير الامال فی حكم الكسب والسوال	فقه	ھ	مبیضہ	کمانے اور سوال کرنے کا حکم [م]

۱۷۵	=	المنة الممتازه فی دعوات الجنازه	اذکار	ع ھ	مبیضہ	جنازہ میں جو دعائیں حدیث میں ہیں انکا بیان [م]
۱۷۶	=	رادع التعسف عن الامام ابی یوسف	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	حیلہ زکاۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدوں کے اعتراض کا جواب۔[م]
۱۷۷	=	الفقه التسجیلی فی عجین النارجیلی	فقه	ع	مسودہ	دربارہ اشربہ قول امام کی تحقیق اور سیندھی اور نان پاو کا حکم [م]
۱۷۸	=	افصح البیان فی حکم مزرع هندوستان	فقه	ع ھ	حنفیہ	ہندوستان کی زمین پر شرعی وظیفہ کیا ہے اور کیونکر ادا کریں
۱۷۹	۱۳۱۹	المقال الباهر ان منکر الفقه کافر	کلام ورد	ھ	مبیضہ	فقہ کا منکر کافر ہے
۱۸۰	=	نقاء السلافه فی البیعة والخلافة	سلوك	ھ	مبیضہ	بیعت وخلافت کے احکام [م]
۱۸۱	=	اطائب الصیب علی ارض الطیب	اصول فقه	ع ھ	اہل سنت	فرضیت تقلید
۱۸۲	=	عزم البازی فی جو الریاضی	ریاضی	ع ھ	مبیضہ	مختلف علوم ریاضی میں تحریرات نفیسہ.
۱۸۳	=	الموهبات فی المربعات	ارثما طیقی	ع	مسودہ	ہم ایک مربع بنانا چاہتے ہیں کہ جس قدر مربع منظور ہوں ان کا مجموعہ ہو اور ایسے مربعات کے سلاسل کا بیان

۱۸۴	=	اقمار الانشراح لحقیقة الاصباح	هیأت	ع	مسوده	صبح کیونکر ہوتی ہے اور اس کا سبب کیا ہے اور اس کے بارے میں امام فخرالدین رازی کے اعتراضات کا جواب۔
۱۸۵	=	الصراح الموجز فی تعدیل المرکز	هیآت	ف	مبیضہ	ہیئت قدیمہ وجدیدہ دونوں پر مرکز شمس کی تعدیل معلوم کرنے کا طریقہ جس سے تقویم حاصل ہو
۱۸۶	=	الانجب الانیق فی طرق التعلیق	توقیت	ف	مبیضہ	نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے مہینہ کے اوقات جزئیہ نکالنے کے طریقے
۱۸۷	=	اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا	ہندسہ	ع ف	مبیضہ	مثلث مسطح ومثلث کروی کے اضلاع وزوایا میں معلوم سے مجہول کا جاننا اور شکل مغنی وظلی ونافع کا بیان
۱۸۸	=	کلام الفهیم فی سلاسل الجمع والتقسیم	حساب	ع	مبیضہ	سلسلہ جمع وتفریق وسلسلہ ضرب وتقسیم کا بیان اور علوم تازہ کا اضافہ
۱۸۹	۱۳۱۹	زیح الاوقات للصوم والصلوات	توقیت	ھ	ناتمام	ہندوستا بلکہ تمام ایشیا کے شہروں میں ہر روز کے لیے اوقات نماز وروزہ کا استخراج
۱۹۰	۱۳۲۰	المعتمد المستند بناء نجاة الابد	کلام	ع	اہل سنت	عقائد اہل سنت کا بیان اور طوائف باطلہ کا رد
۱۹۱	۱۳۲۰	السوء والعقاب علی المسیح الکذاب	عقائد ورد قادیانی	ھ	=	قادیانی کی تکفیر [م]
۱۹۲	=	رد الرفضہ	کلام	ھ	=	روافض زمانہ سنی کے وارث نہیں [م]

۱۹۳	=	الحلیة الاسما لحکم بعض الاسماء	فقه	ھ	حنفیہ	بعض ناموں کا جواز وعدم جواز
۱۹۴	=	الجزاء المهیا لغلمة کنهیا	ردوهابیه وگنگوهی	ھ	مبیضہ	مجلس میلاد مبارک میں فتوی گنگوہی کارد
۱۹۵	=	طرق اثبات الهلال	فقه	ھ	مبیضہ	ثبوت ہلال کے سات طریق شرعی کابیان[م]
۱۹۶	=	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	فقه	ف	مبیضہ	معانی محراب اوراسمیں قیام امام کی تحقیق[م]
۱۹۷	=	نور الج وهره فی السمسرة و السکره	فقه	ع	مبیضہ	بحار کا بیمہ
۱۹۸	=	الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل	فقه	ع ہ	مسودہ	احتلام اور تری دیکھنے کی صورتیں اوران کے حکموں کی تحقیق[م]
۱۹۹	=	اظهار الحق الجلی	ردغیر مقلدین	ھ	مبیضہ	مقدمہ غیر مقلدین آرہ ۱۹۶ معاملات اہل سنت ووہابیہ ودیو بند میں کمیشن آئے اور زبانی ان کے جوابات لکھا گئے[م]
۲۰۰	=	معارك الجروح علی التویب المصبوح	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	یہ وہ ۹۶ جرحیں ہیں جواہل سنت کی طرف سے بمقدمہ مذکورہ کچہری میں داخل کی گئیں۔
۲۰۱	=	مرقاة الجمان فی الهبوط عن المنبر لمدح السلطان	فقه	ھ	مبیضہ	خطبہ میں مدح سلطان کے وقت ایک سیڑھی اترنے کا حکم[م]

۲۰۲	=	اجل التحبیر فی حکم السماع و المزامیر	فقه ورد	ھ	مبیضہ	سماع ومزامیر ووجد کا بیان
۲۰۳	=	الموهبة الجدیدة فی وجود الحبیب بمواضع عدیده	فضائل ورد وهابیه	ھ	مبیضہ	نبی ﷺ کا ایک وقت میں کئی جگہ تشریف فرما ہونا
۲۰۴	=	ببیل مژده آرا و کیفر کفران نصاریٰ	رد نصاری	ھ	مبیضہ	بیبل سے اسلام کی حقانیت اور بطلان نصرانیت
۲۰۵	=	منیة المنیة لوصول الحبیب الی العرش والرویة	سیر و فضائل	ھ	مبیضہ	نبی ﷺ کا عرش تک جانا اور دیدار الٰہی پانا [م]
۲۰۶	=	تاج توقیت	توقیت	ف	مبیضہ	اوقات خمسہ نماز وسحری وافطار نکالنے کے قواعد
۲۰۷	=	رامی راغیان معروف به دفع زیغ زاغ	فضائل ومناظره	ھ	اہل سنت وحنفیہ	کوے کی حرمت اور گنگوہی کا رد
۲۰۸	=	اوفی اللمعة فی اذان الجمعة	فقه	ھ	حنفیہ	جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد محاذی منبر ہونا سنت ہے
۲۰۹	=	الجمل الدائرة فی خطوط الدائرة	هندسه	ف	مبیضہ	جیب وظل وسہم وتر وضلع کے بیان اور استخراج کا طریقہ
۲۱۰	۱۳۲۱	اصلاح النظیر	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	مساجد اہل سنت میں غیر مقلدیوں کے آنے پر جو نظیر محمود کی پیش کی جاتی ہے اس کا جواب۔:

۲۱۱	=	افصح الحکومة فی فصل الخصومة	فقه	ھ	مبیضہ	ایک مقدمہ کافیہ کہ علوم کثیرہ پر مشتمل
۲۱۲	=	اکمل البحث علی اھل الحدث	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	وہابیہ کو مساجد سے نکالنے کی بحث کہ اہل سنت کی طرف سے داخل کچہری ہوئی
۲۱۳	=	تجلیة السلم فی مسائل من نصف العلم	فرائض	ف ھ	مبیضہ	بعض مسائل فرائض کی تحقیق اور اوہام بعض ابنائے زمان کی اصلاح [م]
۲۱۴	=	اعالی الافادة فی تعزیة الھند وبیان الشھادة	فقه	ھ	اکثر مطبوع	تعزیہ داری وشہادت ونامہ مرثیہ خوانی کا بیان
۲۱۵	=	افقه المجاوبة عن حلف الطالب علی طالب المواثبة	فقه	ھ	مبیضہ	شفیع اگر طلب شہادت سے پہلے اپنا طلب مواثبہ کرنا بحلف بیان کردے بے گواہوں کے مقبول ہوگا
۲۱۶	=	اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح	شتی ورد وھابیه	ھ	مبیضہ	روحوں کا بعد موت اپنے گھر میں آنا اور گنگوہی کا رد [م]
۲۱۷	۱۳۲۲	اکد التحقیق بباب التعلیق	فقه	ف ھ	مبیضہ	ایک تعلیق طلاق کے مسئلہ میں نفیس تحقیق [م]
۲۱۸	=	جالب الجنان فی رسم الحرف من القرآن	رسم خط	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کے بعض کلمات کے رسم خط کی تحقیق [م]

۲۱۹	=		جمع القرآن وبم عزوه لعثمان	تاریخ	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کیونکر جمع ہوا اور امیر المومنین عثمان کو جامع القرآن کیوں کہتے ہیں [م]
۲۲۰	=		دفعة الباس علی جاحد الفاتحة و الفلق و الناس	کلام ورد روافض	ھ	مبیضہ	جو سورہ فاتحہ یا معوذتین کی قرآنیت کا منکر ہو کافر ہے۔
۲۲۱	=		اهلاك الوهابيين علی توهين قبور المسلمين	فقه ورد وهابيه	ھ	اہل سنت	مسلمانوں کی قبر پر چلنا بیٹھنا مکان بنانا منع ہے اور گنگوہی کا رد
۲۲۲	۱۳۲۳		الاجازات المتينه لعلماء بكة والمدينه	حدیث	ع	اہل سنت	علمائے حرمین کو حدیث کا اجازت نامہ
۲۲۳	=		الدولة المكية بالمادة الغيبيه	فضائل ورد وهابيه	ع	مبیضہ	علم غیب کا رسالہ جو مکہ مکرمہ میں تصنیف ہوا [م]
۲۲۴	=		قهر الديان علی مرتد بقاديان	عقائد ورد قادیانی	ھ	اہل سنت	رد خباثات قادیانی
۲۲۵	=		هداية الجنان باحكام رمضان	فقه	ھ	مبیضہ	سحری وافطار اوران کے اوقات وشب قدر وغیرہا مسائل متعلقہ رمضان
۲۲۶	=		هادی الناس فی رسوم الاعراس	فقه ورد وهابيه	ھ	مبیضہ	شادی کی بعض رسموں کے متعلق فتویٰ [م]
۲۲۷	=		ستين ولوگارثم	ریاضی	ھ	مبیضہ	حساب اور لوگارثم بنانے اور جدول سے نکالنے کے قاعدے
۲۲۸	=		البدور فی اوج المجذور	ارثما طیقی	ف	مبیضہ	مربع ومکعب وغیرہ قوتوں کے قاعدے

۲۲۹	=	مایجلی الاصر عن تحدید المصر	فقه	ھ	مبیضه	شہر کے کیا معنی ہیں جمعہ وعیدین کہاں کہاں جائز ہیں۔
۲۳۰	=	رد القضاة الیٰ حکم الولاة	فقه	ھ	مبیضه	ریاستوں کے فیصلے جوبطور مرافعہ آئے اوران کے اغلاط ظاہر کئے گئے
۲۳۱	۱۳۲۴	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	عقائد ورد قادیانی و دیوبندیه	ع	اہل سنت	قادیانی ،تھانوی ، انبیٹھوی نانوتوی کے بارے میں حرمین شریفین کے فتوے
۲۳۲	=	خلاصة فوائد فتاوی	=	ھ	اہل سنت	فتوی مذکور کا خلاصہ مضامین
۲۳۳	=	الجود الحلو فی ارکان الوضوء	فقه	ع ھ	اہل سنت	وضو میں چار فرض اعتقادی اور کتنے فرض عملی ہیں
۲۳۴	=	تنویر القندیل فی احکام المندیل	فقه	ع ھ	اہل سنت	بعد وضو وغسل رومال سے بدن پوچھنا
۲۳۵	=	الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم	فقه	ع ھ	اہل سنت	کیسے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا
۲۳۶	=	لمع الاحکام ان لاوضوء من الزکام	فقه	ع ھ	اہل سنت	زکام رہنے سے وضو میں خلل نہیں آتا
۲۳۷	۱۳۲۴	هداية المتعال فی حد الاستقبال	فقه	ھ	مبیضه	سمت قبلہ کہاں تک پھرنے سے باقی رہتی ہے [م]
۲۳۸	=	کشف العله عن سمت القبله	توقیت	ھ	مبیضه	ہر شہر کے لیے ٹھیک سمت قبلہ نکالنے کا طریقہ
۲۳۹	=	الحق المجتلی فی احکام المبتلی	فقه	ھ	مبیضه	جذامی سے بھاگنے نہ بھاگنے کی تحقیق [م]

۲۴۰	=	مسفر المطالع للتقویم و الطالع	زیجات	ف	مبیضہ	المنک سے ستاروں کی تقویم اور وقت کا طالع نکالنے کے قاعدے
۲۴۱	=	کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم	فقہ	ع	اہل سنت	نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کے بیان میں جو رسالہ مکہ میں تصنیف ہوا
۲۴۲	۱۳۲۵	نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم	فقہ	ع ہ	اہل سنت	کیسے سونے سے وضو نہیں جاتا
۲۴۳	=	مبین احکام و تصدیقات اعلام	عقائد	ہ	اہل سنت	ترجمہ حسام الحرمین
۲۴۴	=	حدائق بخشش	نعت شریف	ہ	حنفیہ	منتخب دیوان نعت
۲۴۵	=	ثلج الصدر لایمان القدر	عقائد ورد	ہ	حنفیہ	مسئلہ تقدیر کا نفیس بیان
۲۴۶	=	الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ	عقائد ورد	ع	مسودہ	الدولہ المکیہ پر حضرت مصنف مدظلہم کا حاشیہ [م]
۲۴۷	=	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	فقہ	ہ	حنفیہ والاہور	طاعون سے بھاگنا حرام ہے
۲۴۸	=	السہم الشہابی علی خداع الوہابی	فقہ ورد	ہ	مبیضہ	ایک غیر مقلد نے حنفی کون ہیں؟ کتاب چھاپکر پھیلائی اور اس میں مکر سے مسائل غیر مقلدین دیے اس میں اسکا کشف مکر ہے
۲۴۹	=	زاکی البہا فی قوۃ الکواکب وضعفہا	تنجیم	ف	مبیضہ	زائچہ ولادت میں ستارہ کن کن وجوہ سے بخیال اہل تنجیم قوی یا ضعیف ہوتا ہے۔

۲۵۰	=	حل المعادلات لقوی المکعبات	جبر ومقابلہ	ف	ناتمام	جبر و مقابلہ کے مساوات درجہ سوم پر نظر
۲۵۱	=	کتاب الارثماطیقی	ارثما طیقی	ف	مبیضہ	اعمال اربعہ حسابیہ اور ان کے نتائج وباہمی نسب کی اعلی کنہ وحقیقت جو اس رسالہ میں ملے گی
۲۵۲	=	جادۃ الطلوع والممر للسیارۃ والنجوم والقمر	ہیات	ع	مبیضہ	قمر ومتحیرات وثوابت کے طلوع وغروب ومرور ونصف النہار کاوقت نکالنا
۲۵۳	۱۳۲۶	تمہید ایمان بآیات قرآن	عقائد ورد وھابیہ	ہ	اہل سنت	شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے اور گستاخان زمانہ کی تکفیر وآیات کا بیان
۲۵۴	=	فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ	فقہ ورد وھابیہ	ہ	حنفیہ پٹنہ	نبی ﷺ کو شہنشاہ کہنا اور یہ کہ لوگوں کے دل بحکم خدا سرکار غوثیت کے قبضے میں ہیں
۲۵۵	=	مفاد الحبر فی الصلاۃ بمقبرۃ او جنب قبر	فقہ ورد	ہ	مبیضہ	قبر کے پاس یا مقبرہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق
۲۵۶	=	درء القبح عن درك وقت الصبح	توقیت	ہ	مبیضہ	سحری کے وقت کی جلیل تحقیق اور یہ کہ اسے مطلقا رات کا ساتواں حصہ سمجھنا محض خطا ہے [م]
۲۵۷	=	بدر الانوار فی اداب الآثار	فقہ وفضائل ورد	ہ	مبیضہ	تبرکات شریفہ کے متعلق احکام اور زیارت پر معاوضہ کا بیان [م]

۲۵۸	=	انباء الحی ان کتابه المصون تبیان لکل شئ	تفسیر ورد	ه	مبیضه	قرآن پاک میں تمام اشیائے عالم کا مفصل بیان [م]
۲۵۹	=	دامان باغ سبحان السبوح	عقائد وتفسیرو	ه	مطبع اہل سنت	امکان کذب میں خیالات امام الوهابیه کا رد، شامل چابک لیث [م]
۲۶۰	=	المبین ختم النبیین	عقائد وتفسیر ورد	ه	مسوده	خاتم النبیین میں لام تعریف کی تحقیق [م]
۲۶۱	۱۳۲۷	مقال عرفاء باعزاز شرع و علما	عقائد ورد باطله	ه	مطبع حنفیه پٹنه	جو طریقت کو شریعت سے جدا جانے وہ بددین ہے اہل طریقت علم وعلما کے محتاج ہیں۔
۲۶۲	=	الهادی الحاجب عن جنازة الغائب	فقه و رد غیر مقلدین	ه	اہل سنت	غائب کے جنازہ پر نماز جائز نہیں
۲۶۳	=	شمائم العنبر فی اداب النداء امام المنبر	فقه	ع	مبیضه	اذان بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے [م]
۲۶۴	۱۲۹۵	الطرة الرضیه علی النیرة الوضیه	فقه	ه	لکھنو	النیرة الوضیه پر کہ مکہ معظمہ میں تصنیف ہوا تھا مصنف کا حاشیہ
۲۶۵	۱۲۹۶	قمر التمام فی نفی الفیئ عن سید الانام	فضائل ورد وهابیه	ه	مسوده	سایہ اقدس نہ ہونے میں کمال مفصل رسالہ [م]
۲۶۶	=	النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب	حدیث	ع	مسوده	فضائل علم میں رسالہ والد ماجد قدس سرہ کے احادیث کی تخریج

۲۶۷	۱۲۹۶	فصل القضاء فی رسم الافتاء	فقه	ع	ناتمام	رسم مفتی کا جامع بیان اور کتب فقہ سمجھنے اور فتویٰ دینے کے طریقے [م]
۲۶۸		نور عینی فی الانتصار للامام العینی	شتی	ع	مسوده	امام عینی کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا دفع اور خود اس کی متعدد جہتیں نکالنے کا اظہار
۲۶۹		الجوهر الثمین فیما تنعقد به الیمین	فقه	ع	ناتمام	کن کن چیزوں کی قسم شرعی قسم ہے
۲۷۰		الطراز المذهب فی التزویج لغیر الکفو ومخالف المذهب	فقه	ع	ناتمام	غیر کفو وخلاف مذہب سے نکاح کے احکام
۲۷۱		مرتجی الاجابات لدعاء الاموات	شتی	ه	ناتمام	کیا اموات بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے
۲۷۲		الروض البهیج فی آداب التخریج	حدیث	ع	مسوده	حدیث کی تخریج میں عالم کو کس کس بات کا لحاظ درکار ہے۔
۲۷۳	۱۲۹۹	عبقری حسان فی اجابة الاذان	فقه	ع	مسوده	اذان کا جواب دینا زبان سے واجب ہے یا قدم سے
۲۷۴	۱۳۰۰	سوارق السبا فی حد المصر و الفنا	فقه	ع	مسوده	مصر وفنائے مصر کی تعریف
۲۷۵	=	لمعة الشمعة فی اشتراط المصر للجمعة	فقه ورد غیر مقلدین	ع	مسوده	جمعہ کے لیے شہر شرط ہونے کا ثبوت [م]

۲۷۶	=		احسن الحلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ	لغة الفقہ	ع	مبیضہ	میل وزراع وفرسخ وغلوہ کی تحقیق مقادیر
۲۷۷	۱۳۰۴		ماقل و کفی من ادعیة المصطفی	اذکار	ھ	مسودہ	صبح وشام واوقات خاصہ کی کارآمد دعائیں
۲۷۸	=		البدور الاجلہ فی امور الاھلہ	فقہ	ھ	مسودہ	تحقیق ہلال کے شرعی مسائل [م]
۲۷۹	=		نور الادلة للبدور الاجلة	فقہ	ھ	مسودہ	رسالہ سابقہ کی شرح [م]
۲۸۰	=		رفع العلة عن نور الادلة	فقہ	ھ	مسودہ	اس شرح پر حاشیہ [م]
۲۸۱	۱۳۰۵		البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص	حدیث	ع	مسودہ	حدیث خصائص اقدس کے طرق والفاظ کی جمع
۲۸۲	=		اللولو المعقود لبیان حکم امراۃ المفقود	فقہ	ع ھ	مبیضہ	مفقود کی عورت چار برس کے بعد نکاح نہیں کر سکتی
۲۸۳	۱۳۰۶		ذیل المدعا لاحسن الوعا	حدیث	ھ	اہل سنت	دعا کے آداب واوقات ومکانات واسباب اجابت کے بیان میں رسالہ حضرت والد ماجد قدس سرہ کا ذیل
۲۸۴	۱۳۰۷		ایذان الاجر فی اذان القبر	فقہ وردوہابیہ	ھ	اہل سنت	قبر پر اذان دینے کا جواز
۲۸۵	۱۳۱۰		فتوائے کرامات غوثیہ	فضائل ورد گنگوہی	ھ	بمبئی	ذکر بعض کرامات شریفہ ورد وہابیہ وگنگوہی

۲۸۶	=	رعایة المذهبین فی الدعاء بین الخطبتین	فقه ورد وهابیه	ه	بمبئی	دونوں خطبوں کے بیچ میں امام یا مقتدیوں کے دعا مانگنے کا بیان
۲۸۷	۱۳۱۱	رشاقة الکلام فی حواشی اذاقة الاثام	فقه ورد وهابیه	ه	اہل سنت	دربارۂ مجلس میلاد شریف وقیام رسالہ والد ماجد پر حاشیہ
۲۸۸	۱۳۱۲	لمعة الشمعة لهدی شیعة الشنعه	عقائد ورد روفض	ه	مسودہ	تفصیلیہ وتفسیقیہ کے متعلق سات سوالوں کا جواب
۲۸۹	=	فتح المعطی بتحقیق معنی الخاطی والمخطی	لغت	ه	مبیضہ	خاطی ومخطی میں کیا فرق ہے
۲۹۰	۱۳۱۳	الثواقب الرضویة علی الکواکب الدریة	جفر	ع	مبیضہ	کواکب دریہ پر مصنف کے حواشی
۲۹۱	=	الجداول الرضویة للمسائل الجفریة	جفر	ع	مبیضہ	علم جفر کے متعلق مصنف کی ایجادی جدولیں[م]
۲۹۲	=	الاجوبة الرضویة للمسائل الجفریة	جفر	ع	مبیضہ	سوالات جفر سے مصنف کا جواب
۲۹۳	۱۳۱۹	جداول الریاضی	ریاضی	ع ف	مبیضہ	جداول میل وظلال وقواطع میول درجہ تامہ ومطالع استوائیہ ومقاطع بلقبہ بعرض بریلی تعدیل النہار ومطالع البروج واوقات وسطیہ تعدیل انھار وطلوع وغروب نجومی وتحویل شی بعشری وبالعکس واستخراج خود مصنف
۲۹۴	۱۳۲۶	البیان شافیا لفونو غرافیا	فقه	ه	مبیضہ	فونوگراف سننے کے احکام

۲۹۵		الفوز بالامال فی الاوفاق والاعمال	علم الوفق	ع ف	مبیضہ	اعمال ونقوش وتعویذات خاندانی وایجادی کا مجموعہ
۲۹۶		جد الممتار من رد المحتار	فقہ	ع	مسودہ	ردالمحتار پر حاشیہ دو جلدیں مطبوع باقی نامطبوع
۲۹۷		العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة	فقہ	ع ف ہ	اہل سنت بریلی	بارہ جلد میں مصنف کے فتاوے کا مجموعہ
۲۹۸		البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة	ردوہابیہ	ع ف ہ	مبیضہ	مجموعہ فتاوائے کثیرہ مصنف دررد وہابیہ
۲۹۹		صنائع بدیعہ	ادب	ع ف ہ	مبیضہ ومسودہ	دیوان صنائع وبدائع وتواریخ
۳۰۰		دیوان القصائد	مناقب وفضائل	ع ف ہ	مبیضہ ومسودہ	قصائد نعت ومنقبت کا مجموعہ
۱	۱۳۰۲	اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضہ	قصیدہ درمنقبت حضور سیدنا غوث اعظم
۲	۱۳۰۴	سلسلة الذهب نافیہ الارب	مناقب وفضائل	ف	بریلی	شجرہ عالیہ قادریہ منظومیہ
۳	۱۳۰۵	ذریعہ قادریہ	مناقب	ہ	حیدرآباد، پٹنہ	نظم ونعت ومنقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴	۱۳۰۸	فضائل فاروق	مناقب ورد روافض	ہ	ناتمام	قصیدہ ومنقبت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ [م]

۵	۱۳۰۹	نظم معطر	مناقب	ف	قادری	۶۰ رباعیاں منقبت غوث اعظم
۶	۱۳۱۵	مشرقستان قدس	مناقب	ہ		قصیدہ مدحیہ حضرت شاہ ابوالحسین نوری [م]
۷	۱۳۱۵	چراغ انس	مناقب	ہ		قصیدہ مدحیہ تاج الفحول بدایونی رحمہ اللہ [م]
۸	۱۳۲۱	وظیفہ قادریہ	مناقب	ف	اہل سنت	قصیدہ غوثیہ شریف کا منظوم ترجمہ مع عرض مدعا
۹	۱۳۲۴	حضور جان نور	فضائل	ہ	اہل سنت	حاضری روضہ اقدس پر جو قصیدہ عرض کیا
۱۰		نعت و استعارات	فضائل	ہ	ناتمام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز استعاروں اور علم ہیأت کی تشبیب پر مشتمل [م]
۱۱		سلام و سیر	سیر و فضائل	ہ	ناتمام	بضمن سلام ولادت شریفہ سے وفات اقدس تک کا بیان
۱۲		سراپا نور	فضائل	ہ	ناتمام	قصیدہ نعت مبارک ساٹھ مطلع نور پر مشتمل [م]
۱۳		مناقب صدیقیہ	مناقب	ہ	ناتمام	ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی منقبت [م]
۱۴	۱۳۰۰	حمائد فضل رسول	مناقب	ع	بدایوں	مولانا فضل رسول صاحب بدایونی
۱۵	۱۳۰۰	ملائح فضل رسول	مناقب	ع	مبیضہ	= [م]
۱۶		نذر گدا در تہنیت شادی اسرا	فضائل	ہ	اہل سنت	معراج اقدس کا بیان

۳۰۱	۱۲۹۲	تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال	کلام ورد وہابیہ	ھ	مطبع کشمیر	چھ خاتم النبیین والوں کا رد
۳۰۲	=	جوابہائے ترکی بترکی	=	ھ	=	=
۳۰۳	۱۲۹۹	سیف المصطفی علیٰ ادیان الافتراء	ردعمائد وہابیہ	ھ	مبیضہ	وہابیہ کے پیشوا نقل عبارت میں کیا کیا خیانتیں کرتے ہیں[م]
۳۰۴	۱۳۰۰	فتح خیبر	شتی	ھ	میرٹھ	مناظران تفضیلہ کے فرار کا واقعہ
۳۰۵	=	الرائحۃ العنبریۃ من المجمرۃ الحیدریۃ	عقائد ورد تفضیلیہ	ھ	میرٹھ	مسئلہ تفضیل کا بیان ورد تفضیلیہ
۳۰۶	۱۳۰۳	الاسد الصئول علی اجتہاد الطرار الجہول	فقہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ رضاعت میں ایک وھابی کا رد
۳۰۷	=	نشاط السکین علی حلق البقر السمین	ردوھابیہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ فاتحہ وتقبیل ابہامین وغیرہ میں ایک فربہ وھابی کا رد[م]
۳۰۸	۱۳۰۴	الصمصام الحیدری علی عنق الغیار المفتری	کلام ورد مفسقہ	ھ	مبیضہ	تفصیلیہ ومفسقہ کا رد
۳۰۹	۱۳۰۵	الجرح الوالج فی بطن الخوارج	کلام ورد	ھ	مبیضہ	ایضا

۳۱۰	=	صمصام حدید بر کولی بی قید عدو تقلید	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	رد غیر مقلدین [م]
۳۱۱	۱۳۰۶	براء ت نامہ انجمن اسلامیہ بریلی	فقہ	ھ	نظامی	متعلق کاروائی انجمن در بارہ رویت ھلال
۳۱۲	۱۳۰۷	اخباریہ کی خبر گیری	عقائدورد وھلیہ	ھ	لکھنو پٹنہ	مسئلہ امکان کذب میں دیوبندی تحریر کارد
۳۱۳	=	نہایۃ النصرہ برد الاجوبہ العشرہ	رد وھابیہ	ھ	مبیضہ	ایک وہابی کے دس مسائل کارد
۳۱۴	۱۳۱۲	انتصار الھدی من شعوب الھوی	مناظرہ	ھ	اہل سنت	ختم تراویح میں ۱۴بار بسم اللہ پکار کر پڑھنے والوں کارد
۳۱۵	۱۳۱۳	سر گزشت وماجرائے ندوہ	تاریخ ورد	ھ	قادری	ندوہ پر بریلی میں کیا گزری
۳۱۶	=	اشتہارات خمسہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	ردندوہ
۳۱۷	=	غزوہ لھدم سماك الندوہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	خرافات ندوہ کارد
۳۱۸	=	ندوہ کا تیجہ روداد سوم کانتیجہ	ردندوہ	ھ	اہل سنت	ندوہ کی تیسری روداد کارد
۳۱۹	۱۳۱۵	الصارم الربانی علی اسراف القادیانی	عقائدورد قادیلی	ھ	حنفیہ	خیالات قادیانی کارد
۳۲۰	=	شرح مقامہ مذاقیہ	ادب	ھ	میرٹھ	ایک مدعی ادب کی جہالت عربیت کارد

۳۲۱	=	بارش بہاری بر صدف بہاری	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	ایک ندوی تحریر کارد
۳۲۲	=	سیوف العنوہ علی زمائم ندوہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	ردندوہ
۳۲۳	۱۳۱۶	صمصام سنیت بہ گلوئے نجدیت	مناظرہ ورد وھابیہ	ھ	اہل سنت	ایک وھابی نے کفریات دہلوی کے کچھ جوابات دیئے ان کارد
۳۲۴	=	مشرقستان اقدس	ادب	ھ	اہل سنت	قصیدہ مشرقستان قدس پر جاہلوں کے اعتراض کارد
۳۲۵	=	عذاب ادنیٰ بر رد اَوْاَدنیٰ	ادب	ھ	اہل سنت	اوادنی باسقاط الف دوم پر اعتراض کارد
۳۲۶	=	اجتناب العمال عن فتاوی الجہال	فقہ و مناظرہ	ھ	حنفیہ	قنوت نازلہ کا بیان اور ایک وھابی کارد
۳۲۷	=	ھدم النصرانی والتقسیم الایمانی	فرائض ورد پادریان	ھ	حنفیہ	بعض پادریوں نے تقسیم حصص فرائض پراعتراض کیا تھااس کارد
۳۲۸	۱۳۱۸	امال الابرار والام الاشرار	ادب ورد ندوہ	ع ھ	حنفیہ	قصیدہ غرا دربارہ مجلس اہل سنت مقابل ندوہ
۳۲۹	=	سکین ونورہ بر کاکل پریشان ندوہ	ایضا	ھ	حنفیہ	ندوہ کے ایک قصیدہ پر اعتراضات
۳۳۰	=	سیف ولایتی برواھم ولایتی	فقہ ومناظرہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ روشنی میں ایک معترض کارد

۳۳۱	۱۳۲۰	البرق المخیب علی بقاع طیّب	اصول فقه ومناظره	ه	مبیضه	ایک غیر مقلد کے رسالہ ملاطفہ کا پہلا رد
۳۳۲	=	سرالاوقات	توقیت ورد گنگوهی	ه	محمود المطابع	تعدیل الایام کا بے مثل بیان اوراوقات رمضان نکالنے میں اہل عصر کی غلطیوں پر تنبیہ
۳۳۳	۱۳۲۱	صمصام القیوم علی تاج الندوه عبد القیوم	رد ندوه	ه	اہل سنت	ردتحریر رکن ندوہ
۳۳۴	=	العطر المطیب لبنت شقة الطیب	اصول فقه ومناظره	ع ه	مسوده	رسالہ ملاطفہ کا دوسرا رد
۳۳۵	=	الامة القاصفه لکفریات الملاطفه	ایضا	ع ه	مسوده	رسالہ ملاطفہ کا تیسرا رد
۳۳۶	۱۳۲۲	الجائفة علی تهافة الملاطفه	ایضا	ع ه	مسوده	رسالہ ملاطفہ کا چوتھا رد
۳۳۷	۱۳۲۳	سیاط المودب علی رقبة المستعرب	ایضا	ع ه	مسوده	رسالہ ملاطفہ کا پانچواں رد
۳۳۸	=	ظفرالدین الجید ملقب به بطش غیب	کلام ومناظره	ه	اہل سنت	مسئلہ علم غیب میں سوالات اورتھانوی کا فرار

۳۳۹	=	ابراء المجنون عن افتها که علم المکنون	فضائل ومناظره	ع	مبیضه	مسئلہ علم غیب میں رسالہ ابراء المکنون کارد
۳۴۰	۱۳۲۴	مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ	عقائد ورد وهابیه	ه	حنفیه	رسول اللہ ﷺ کا مثل محال ہے اور وہابیہ کارد
۳۴۱	=	ماحیة الجیب بایمان الغیب	فضائل ورد وهابیه	ه	مبیضه	علم غیب میں مولوی عین القضاۃ وغیرہ کے فتووں کارد
۳۴۲	۱۳۲۵	میل الهداة لبرء عین القذاة	فضائل وم	ع	مبیضه	مسئلہ علم غیب میں التحقیق المجتبی کارد
۳۴۳	۱۳۲۶	لواحة جوانح الغیب عن لواحة اهل العیب	=	ع	مبیضه	مسئلہ علم غیب میں ازاحۃ العیب کارد
۳۴۴	=	الجلاء الکامل لعین قضاة الباطل	=	ع	مبیضه	مسئلہ علم غیب میں البیان الصائب کارد
۳۴۵	=	چابك لیث بر اهل حدیث	کلام ورد وهابیه	ه	مطبع حنفیه	عقائد وہابیہ کا ابطال اور ثناء اللہ امرتسری کا رد بالغ بے مثال
۳۴۶	=	الرد الناهز علیٰ ذام النهی الحاجز	فقه ورد غیرمقلدین	ه	مسوده	النہی الحاجز پر بعض جہال کی زبان درازی کارد
۳۴۷	=	پرده درامرتسری	رد آریه وهابیه ونیچریه	ه	مطبع اہل سنت بریلی	رد آریہ ونیچریہ وامام الوہابیہ وسائر وہابیہ خصوصاً ثناء اللہ امرتسری اور وہابیہ کے ساتھ ترک اسلام کی جنگ زرگری۔

غیر تاریخی اسمائے کتب

۳۴۸	۱۳۰۰	الاسئلة الفاضلة علیٰ العلوائف الباطله	مناظرہ ورد وھابیہ وندوہ وغیر مقلدین	ھ	مطبوعہ و مبیضہ	اس رسالہ میں وہ سوالات جمع کئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً طوائف ضالہ ندویہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ سے کئے گئے اور وہ انکے جواب سے ابتک عاجز رہے
۳۴۹	۱۳۱۹	سوالات علما وجوابات ندوة العلما	رد ندوہ	ھ	اہل سنت بریلی	خیالات ندوہ کا بیمثل ظریف رد
۳۵۰	۱۳۲۶	کیفر کفر آریہ	ردآریہ	ھ	مبیضہ	شیطنت آریہ کارد[م ا]

فہرست ان پچاس فنون وموضوعات کی جن میں تصانیف مذکورہ ہیں:

عقائد	کلام	تفسیر	تجوید	رسم خط قرآن	حدیث	اصول حدیث	فضائل ومناقب	اذکار	ترغیب وترہیب
سیر	فقہ	اصول فقہ	تصوف	سلوک	اخلاق	ادب	لغت	تاریخ	مناظرہ
تکسیر	علم الوفق	جفر	توقیت	ریاضی وہندسہ	ہیئت	زیجات	حساب	ارثما طیقی	جبر ومقابلہ
تنجیم	رد ہنود	رد آریہ	رد نصاریٰ	رد نیچریہ	رد ندوہ	رد قادیانیہ	رد اسمٰعیل دہلوی	رد نانوتوی	رد گنگوہی
رد تھانوی	رد نذیر حسین	رد غیر مقلدین	رد وہابیہ	رد روافض	رد نواصب	رد مفسقہ	رد تفضیلیہ	رد متصوفہ	شتی
	مطبوع	مبیضہ	مسودہ	ناتمام	ازانجملہ گم شد	عربی	فارسی	اردو	

یہ ان فنون وموضوعات پر اعلیٰ حضرت کی تین سو پچاس تصنیفات ہیں، جو ۱۳۲۷ھ کے ابتدائی مہینوں تک تالیف ہوئیں۔ بقیہ تصنیفات یعنی ۱۳۲۷ھ سے سالِ انتقال پرملال کا بیان ضمیمہ یا حصہ دُوم المجمل المورد میں اسی تفصیل سے حوالہ قلم ہوگا۔ اسی طرح بہت ممکن ہے کہ ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۴۰ھ تک کی تصنیفات میں بعض کتابیں ان علوم وفنون کے علاوہ کسی اور فن میں ہوں، اس لیے کہ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً o کی اتباع اور غلامی سے اعلیٰ حضرت کا علم بھی یوماً فیوماً متزائد تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم....

تفصیل کتب باعتبار فن وموضوع

اب میں فن وار ہر فن کو جدا جدا لکھتا ہوں اور اس فن کی تعریف کر کے اس فن میں جو جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، ان کو نمبر وار ذکر کروں گا۔ اسی طرح موضوع کے اعتبار سے بھی یعنی جس موضوع پر جو تصنیفات ہوں گی ان کو تفصیل کے ساتھ نمبر وار لکھوں گا، پھر جو جو کتابیں میرے مطالعہ سے گذری ہیں، ان پر مختصر ریویو (Review) کروں گا۔

تصانیف باعتبار فن

[۱] علم عقائد [۳۱]

احکام شرعیہ جن کا تعلق ذات وصفات باری تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ ودیگر انبیائے کرام وملائکہ وقرآن شریف وغیرہ سے ہو، اس علم کو علم عقائد کہتے ہیں۔
علم عقائد میں اکتیس کتابیں حسب تفصیل ذیل ہیں:-

[۱۰] (۱) مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین
[۱۲] (۲) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب
[۲۳] (۳) البشری العاجلہ من تحف آجلہ
[۴۳] (۴) حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات
[۴۲] (۵) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
[۶۸] (۶) سبحان عن عیب کذب مقبوح
[۸۸] (۷) سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس
[۲۳] (۸) عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوك الاسلام
[۱۲۵] (۹) ذب الاھواء الواھیہ فی باب الامیر معویہ
[۱۲۷] (۱۰) فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ
[۱۵۹] (۱۱) جزاء اللّٰہ عدوہ بابائہ ختم النبوہ
[۱۶۳] (۱۲) فتاوی الحرمین برنجف ندوۃ المین
[۱۶۴] (۱۳) ترجمۃ الفتویٰ وجہ ھدم البلویٰ
[۱۶۵] (۱۴) خلص فوائد فتوی

[۱۷۲](۱۵) قوارع القهار علی المجسمة الفجار

[۱۹۱](۱۶) السوء والعقات علیٰ المسیح الکذاب

[۲۲۴](۱۷) قهر الدیان علی مرتد بقادیان

[۲۳۱](۱۸) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲](۱۹) خلاصة فوائد فتاویٰ

[۲۴۳](۲۰) مبین احکام وتصدیقات مرام

[۲۴۵](۲۱) ثلج الصدر لایمان القدر

[۲۴۶](۲۲) الفیوض الملکیة لحب الدولة المکیة

[۲۵۳](۲۳) تمهیدایمان بآیات قرآن

[۲۵۹](۲۴) دامان باغ سبحٰن السبوح

[۲۶۰](۲۵) المبین ختم النبیین

[۲۶۱](۲۶) مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء

[۲۸۸](۲۷) لمعة الشمعه لهدی شیعة الشنعه

[۲۰۵](۲۸) الرائحة العنبریة من المجمرة الحیدریة

[۳۱۲](۲۹) اخباریہ کی خبر گیری

[۳۱۹](۳۰) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

[۳۴۰](۳۱) مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ ﷺ

[۲] علم کلام [۱۷]

جس علم کے ذریعہ انسان قادر ہو کہ عقائد حقہ دینیہ کو دلیلوں سے ثابت کر سکے، اور اس پر سے شبہات وشکوک کو دفع کرے، وہ علم کلام ہے۔ اس علم کا موضوع متقدمین کے نزدیک ذات باری تعالیٰ وصفات الٰہی ہے اور بعض کے نزدیک اس کا موضوع موجود من حیث ھو موجود ہے۔ متأخرین کے نزدیک علم کلام کا موضوع معلوم ہے، اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق اثبات عقائد دینیہ سے ہے، عام ازیں کہ وہ تعلق قریب ہو یا بعید، اور دین سے مراد دین سرور عالم محمد رسول اللہ ﷺ کا دین ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی سترہ تصنیفات حسب ذیل ہیں:-

[۱] (۱) ضبوء النهاية فی اعلام الحمد و الهداية

[۳] (۲) السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور

[٤] (۳) معتبر الطالب فی شیون ابی طالب

[۳٥] (٤) مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید

[۱۰٥] (٥) الکوکب الشهابیه فی کفریات ابی الوهابیة

[۱۰٦] (٦) سل السیوف الهندیة علیٰ کفریات بابا النجدیة

[۱٥۲] (۷) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

[۷۹] (۸) المقال الباهر ان منکرِ الفقه کافر

[۱۹۰] (۹) المعتمد المستند بناء نجاة الابد

[۱۹۲] (۱۰) رد الرفضہ

[۲۲۰](۱۱) دفعة الباس علی جاحد الفاتحه والفلق والناس

[۳۰۱](۱۲) تنبیه الجهال بابهام الباسط المتعال

[۳۰۲](۱۳) جوابہائے ترکی بترکی

[۳۰۸](۱۴) الصمصام الحیدری علیٰ حمق العیار المفتری

[۳۰۹](۱۵) الجرح الوالج فی بطن الخوارج

[۳۳۸](۱۶) ظفر الدین الجید ملقب به بطش غیب

[۳۴۵](۱۷) چابک لیث براہل حدیث

[٣] علم تجوید [٢]

جس علم میں قرآن مجید کو اچھی طرح تلاوت کرنے سے بحث کی جائے، مخارج حروف اور ان کی صفات کے لحاظ سے اور ترتیل نظم قرآن کی وصل، وقف، مد، قصر، تشدید، تخفیف، قلب، تسہیل وغیرہ قواعد کے اعتبار سے اس کو علم تجوید کہتے ہیں۔ اس کا موضوع اور غایت و نفع ظاہر ہے، یہ علم فنون قراءت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، اور موسیقی کی طرح عملی علم ہے۔ یعنی صرف قواعد کا جان لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اساتذہ سے سن کر، سیکھ کر، خود تمام حروف و الفاظ کو قواعد مقررہ کے مطابق ادا کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:۔

(١)[١٤٦] نعم الزاد لروم الضاد

(٢)[١٦٦] الجام الصاد عن سنن الضاد۔

[٤] علم تفسیر [٦]

جو علم معانی نظم قرآن سے بحسب طاقت بشریہ ومقتضائے قواعد عربیہ بحث کرتا ہے، وہ علم تفسیر ہے۔ اس کے مبادی علوم عربیہ، اصول کلام، اصول فقہ، جدل وغیرہ علوم کثیرہ ہیں۔ اس علم کی غرض معانی نظم قرآن مجید کی معرفت ہے۔ اس کا فائدہ بروجہ صحت احکام شرعیہ کے استنباط پر قدرت حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کا موضوع کلام اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے، جو ہر حکمت کا منبع اور ہر فضیلت کا معدن ہے۔ اس کی غایت، فہم معانی قرآن اور اس کے احکام مستنبط کرنے کی معرف توصل ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سعادت دنیویہ واخرویہ حاصل کی جائے، اور شرف علم کا باعتبار شرف موضوع اور بہترین غایت کی وجہ سے ہے۔ اس لیے یہ علم سب سے افضل واعلیٰ ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی چھ تصنیفات حسب تفصیل ذیل ہیں:-

[٢١] (١) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

[٦٥] (٢) تائل الراح فی فرق الریح والریاح

[٩٠] (٣) انوار الحلم فی معانی میعاد استجیب لکم

[١٤٣] (٤) الصمصام علی مشکك فی آیة علوم الارحام

[١٤٥] (٥) النفیحة الفائحه من مسك سورة الفاتحه

[٢٥٨] (٦) ابناء الحی ان کتابه المصئون تبیان لکل شئ

[۵] علم اصول حدیث [۲]

یہ علم متعلق بروایت حدیث ہے۔جس علم میں بحث کی جائے کیفیت اتصال احادیث سے، ساتھ رسول اللہ ﷺ کے من حیث احوال رواۃ، باعتبار ضبط وعدالت کے اور من حیث کیفیت سند کے، کہ وہ متصل ہے یا منقطع یا رسول اللہ ﷺ تک پہونچی ہے یا صرف صحابہ ہی پر ختم ہوگئی یا منتہائے سند تابعی ہے۔ جو کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف دو رسالے ہیں:-

[۱۳۱] (۱) الهاد الكاف فی حکم الضعاف

[۱۳۴] (۲) مدارج طبقات الحدیث ۔

[۶] علم حدیث [۱۱]

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ اقوال نبی ﷺ اور ان کے افعال واحوال کی معرفت حاصل ہو۔ اس تعریف سے اس کا موضوع ظاہر ہوگیا۔ اور غایت، سعادت دارین کا حصول ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم روایت حدیث، دوم علم درایت حدیث ــــــ اول اصول حدیث کے نام سے مشہور ہے، جس کا بیان گذر چکا۔ دوم یعنی علم درایت حدیث وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے اس معنیٰ سے، جو الفاظ حدیث سے سمجھے جاتے ہیں، اور جو اس سے مراد ہے من حیث قواعد عربیہ وضوابط شرعیہ ومطابقت احوال نبی ﷺ۔ اور اس کا موضوع احادیث رسول ﷺ ہیں اس حیثیت سے کہ معانی، مفہوم یا مراد پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی غایت آداب نبویہ سے مزین ہونا اور منہیات ومکروہات شرعیہ سے اجتناب کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فن کا نفع اعظم المنافع ہے۔ اس کے مبادی تمام علوم عربیہ اور ان اخبار وقصص کی معرفت ہے، جن کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی ذات وصفات سے ہو۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات گیارہ ہیں:-

[۴۶](۱) اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین

[۵۲](۲) تلالؤ الافلاك بجلال حديث لولاك

[۸۹](۳) انباء الحذاق بمسالك النفاق

[۹۱](۴) اعجب الامداد فی مكفرات حقوق العباد

[۱۰۰](۵) الهداية المباركة فی خلق الملائكة

[۷] علم اصول فقہ [۹]

جس علم کے ذریعہ احکام شرعیہ کا استنباط ادلۂ اجمالیہ سے معلوم ہو، وہ علم اصول فقہ ہے۔ موضوع اس کا ادلۂ شرعیہ کلیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ کس طرح اس سے احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔ اس کے مبادی قواعد عربیہ اور بعض علوم شرعیہ مثل اصول کلام، تفسیر، حدیث اور بعض علوم عقلیہ ہیں۔ غرض اس علم سے یہ ہے کہ احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط کا ملکہ ادلۂ اربعہ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع و قیاس سے حاصل ہو۔ اس کا فائدہ احکام شرعیہ کو صحیح طریقہ پر استنباط کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات نو ہیں:-

[٤١] (۱) التاج المكلل فى انارة مدلول كان يفعل
[١٠٩] (۲) السيوف المخيفه على عائب ابى حنيفه
[١٢٦] (۳) اعز النكات بجواب سوال اركات ملقب به الفضل الموهبى فى معنى اذا صح الحديث فهو مذهبى
[١٨١] (٤) اطائب الصيب على ارض الطيب
[٣٣١] (٥) البرق المخيب على بقاع طيب
[٢٣٤] (٦) العطر المطيب لبنت شفة الطيب
[٣٣٥] (۷) الامة القاصفة لكفريات الملاطفة
[٣٣٦] (۸) الجائفة على تهافت الملاطفه
[٣٣٧] (۹) سياط المودب على رقبة المستعرب

[۸] علم فقہ [۵۰]

جس علم میں احکام شرعیہ فرعیہ عملیہ اس حیثیت سے کہ ادلۂ شرعیہ تفصیلیہ سے ان کا استنباط ہوتا ہے، بحث کی جائے، وہ علم فقہ ہے۔ اس کے مبادی مسائل اصول فقہ ہیں۔ اس میں تمام علوم شرعیہ اور عربیہ سے استمداد حاصل کیا جاتا ہے۔ اس علم کا فائدہ بروجہ مشروع حصول عمل ہے۔ اور اس سے غرض اعمال شرعیہ پر ملکہ اقتدار حاصل کرنا ہے۔

چونکہ غایت وغرض، علوم عملیہ میں ظن سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ یقین سے، اس لیے اکثر مسائل ظنی الدلالۃ محل اجتہاد ہیں۔ اسی وجہ سے مقلد کو اختیار ہے کہ مذاہب اربعہ مشہورہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی سے جس کو چاہے، اختیار کرے۔ مگر ان سب میں احق واولیٰ اور تمام روئے زمین میں جس کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں، مذہب امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اہل کشف وولایت کا مشاہدہ ہے کہ بقیہ سب مذہب آگے جا کر خشک ہو جائیں گے اور ان کے ماننے والے باقی نہ رہیں گے، لیکن امام اعظم صاحب کا مذہب قیامت تک باقی رہے گا، جسے اس کی تحقیق مقصود ہو، وہ امام شعرانی کی کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ ملاحظہ کرے کہ انہوں نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس کی تصریح کی۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ایک سو پچاس ہیں:-

[۵] (۱) نقاء النیرہ فی شرح الجوھرہ ملقب بہ النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیۃ

الاعلام بحال البخور فی الصیام	[۱۵۰](۸۲)
التحریر الجید فی بیع حق المسجد	[۱۵۲](۸۳)
الوفاق المتین عن سماع الدفین وجواب الیمین	[۱۵۴](۸۴)
ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار	[۱۵۵](۸۵)
تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلاۃ والصیام	[۱۵۶](۸۶)
انجح الجد فی حفظ المسجد	[۱۵۸](۸۷)
الشرعۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ	[۱۶۰](۸۸)
ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ	[۱۶۱](۸۹)
الجام الصاد عن سنن الضاد	[۱۶۶](۹۰)
ابجل ابداع فی حد الرضاع	[۱۷۱](۹۱)
لب الشعور باحکام الشعور	[۱۷۳](۹۲)
خیر المال فی حکم الکسب والسوال	[۱۷۴](۹۳)
الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی	[۱۷۷](۹۴)
افصح البیان فی مزرع ھندوستان	[۱۷۸](۹۵)
الحلیۃ الاسماء لحکم بعض الاسماء	[۱۹۳](۹۶)
طریق اثبات الھلال	[۱۹۵](۹۷)
تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	[۱۹۶](۹۸)
نور الجوھرۃ فی السمسرۃ والسوکرہ	[۱۹۷](۹۹)
الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل	[۱۹۸](۱۰۰)
مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان	[۲۰۱](۱۰۱)

[۹] علم الفرائض [٤]

علم الفرائض ان قواعد و جزئیات کا علم ہے، جن کے ذریعہ ترکہ کو وارث کی طرف ان کے حق کے مطابق صرف کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اس کا موضوع ترکہ اور وارث ہیں۔ اس لیے کہ فرائضی ترکہ اور اس کے مستحقین سے بحث کرتا ہے کہ میت کا ترکہ اس کے ورثائے مستحقین کو قواعد معینہ شرعیہ سے کس کو کتنا کتنا ملے گا؟

یہ علم بہت اہم علم ہے، یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو نصف علم فرمایا: تعلموا الفرائض وعلموهاالناس فانها نصف العلم علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ یہ علم نصف علم کس طرح ہے، اور اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ تو ایک جماعت علما اس طرف گئی ہے، کہ ہم پر واجب حضور کے ارشاد مبارک کی تعمیل ہے، ہم اس کے معنیٰ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ تو نصف علم حضور نے فرائض کو کیوں فرمایا، اس کے جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں؟ اس ارشاد مبارک کے مطابق اس علم کو سیکھنا اور سکھانا چاہیے۔ ایک جماعت نے کہا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا، بیشک ہم پر اس کی تعمیل ضروری ہے۔ مگر ساتھ ساتھ ہمیں اس کو سمجھنا بھی چاہیے کہ ارشاد مبارک معقول المعنیٰ ہے۔ تو اس بارے میں اس جماعت علما کے دس قول ہیں۔

اول: امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عموم بلویٰ کی وجہ سے نصف علم اس کو فرمایا۔

دوم: نہایہ میں ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ حالت حیات، اور حالت موت۔ تو نصف علم کا تعلق حالت حیات سے ہے، اور نصف علم کا تعلق بعد الموت سے۔ وہ علم فرائض ہے۔

سوم: ملک کے اسباب، دو قسم کے ہیں۔

(الف) اختیاری: جیسے خرید و فروخت، قبول ھدیہ، وصیت وغیرہ۔

(ب) ضروری: یہ اِرث ہے، اس لیے کہ لینا چاہیے یا نہیں، مورث کے مرنے کے بعد کل ترکہ بعد ادائے حقوق سب وارثوں کا حسب سہام شرعی ہے۔ یہ قول صاحب ضوء کا ہے۔

چہارم: ابتہاج میں کہا گیا کہ اس کی بڑائی اور تعظیم کے لیے اس کو نصف علم فرمایا+

پنجم:۔ صاحب اغاثۃ اللہاج کا قول ہے: چونکہ فرائض کے شعبے بہت ہیں، اور اس میں حساب کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے نصف علم فرمایا۔

ششم: زیادتی مشقت کی وجہ سے اس کو نصف علم ارشاد فرمایا۔

ہفتم: صاحب ضوء نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:۔

ایک وہ علم ہے، جس کی وجہ سے اسباب ارث کی معرفت ہوتی ہے۔

دوسرا وہ علم، جس کی وجہ سے جو واجب ہوتا ہے، معلوم کیا جاتا ہے۔ اور یہی علم فرائض ہے۔

ہشتم: نصف علم باعتبار ثواب فرمایا، اس لیے کہ انسان فقہ کے ایک مسئلہ سمجھنے پر دس نیکی کا مستحق ہوتا ہے، اور فرائض کے ایک مسئلہ پر سو نیکی کا حقدار ہوتا ہے۔ تو اگر تمامی فرائض کو دس مسئلے اور تمامی فقہ کو سو مسئلے پر فرض کریں تو دونوں کی نیکیاں ہزار ہزار ہونگی۔ تو فرائض باعتبار ثواب پورے فقہ کے برابر ہوا۔

نہم: صاحب شرح سراجیہ فرماتے ہیں: نصف علم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر فرائض کے مسائل کو پھیلایا جائے، تو اس کے فروع و جزئیات تمام علوم کی جزئیات کے برابر ہوں گے۔

دہم: نصف علم اس لیے فرمایا کہ طلبہ کو اس علم کے سیکھنے کی ترغیب ہو۔

یہ دس قول صاحب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون نے بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی علم الفرائض میں چار کتابیں ہیں:-

(۱)[۱۵۱] المقصد النافع فی عصوبۃ النصف الرابع

(۲)[۱٦۷] طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان

(۳)[۲۱۳] تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم

(٤)[۳۲۷] ہدم النصرانی و التقسیم الایمانی

[۱۰] علم رسم خط قرآن مجید [۱]

اگلی کتابیں جتنی ہیں، اُن کے ماننے والوں نے اپنی خواہش کے مطابق ان میں تحریف وتبدیل کر دیا۔ اور یہ تبدیل وتحریف صرف معنوی ہی نہ رہی کہ اصل معانی ومطلب کو چھوڑ کر اپنے مقصد کے مطابق معنی گڑھ لیا، بلکہ لفظی تحریف بھی کرلیا: **يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ** لیکن خداوند عالم کا ہزار ہزار احسان امت محمدیہ پر، کہ ان کی کتاب کی حفاظت اس کے ماننے والوں کے متعلق نہ رکھا، بلکہ اپنے فضل وکرم سے اپنے ذمہ پر اس کی حفاظت رکھی: **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** بیشک ہم نے اس قرآن شریف کو اتارا اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اسی لیے آج تک ایک لفظ تو بڑی بات ہے، ایک حرف، ایک نقطہ، ایک زیر، ایک زبر کا بھی فرق نہیں ہوا۔

علمائے کرام نے بھی اس کی حفاظت کے لیے قرآن مجید کے لکھنے میں رسم خط عثمانی کا اتباع واجب قرار دیا۔ اسی لیے قرآن مجید میں لفظ صلوٰۃ، زکوٰۃ، علمٰؤُ، جاىءَ وغیرہ الفاظ اسی طرح سے لکھے جائیں گے۔ اگرچہ اردو میں صلاۃ، زکاۃ، علما کی کتابت اس طریقہ پر ضروری نہیں۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف ایک رسالہ ہے:-

[۲۱۸] (۱) جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن

[۱۱] علم الادب العربی [٦]

جس علم کے ذریعہ کلام عرب میں لفظاً و معناً غلطی سے محفوظ رہے، وہ علم ادب ہے۔ علم ادب بہت وسیع علم ہے، جو متعدد علوم کو شامل ہے۔ علامہ سید شریف فرماتے ہیں: علم ادب کے اصول اور فروع ہیں۔ اصول ہیں تو بحث مفردات سے ہوگی، یا مُرکبات سے۔ اگر مفردات سے ہے تو اگر

(۱) بحیثیت جواھر اور موادِاور ھیات ترکیبیہ ہے، تو وہ علم لغت ہے۔

(۲) بحیثیت صوت ولفظ اور ھیئت ہے، تو علم صرف ہے۔

(۳) اور بحیثیت انتساب بعض کو ساتھ بعض کے باعتبار اصل وفرع ہونے کے ہے تو علم اشتقاق ہے۔

(۴) اور اگر بحث مرکبات سے علی الاطلاق ہے تو باعتبار ہیئت ترکیبیہ اور ادائے معانی اصلیہ ہو، تو علم نحو ہے۔

(۵) باعتبار افادہ ایسے معانی کے ہے، جو مغائر اصل معنی ہیں، تو علم معانی ہے۔

(٦) باعتبار کیفیت افادہ جو مختلف ہو مراتب ظہور و خفا میں، تو علم بیان ہے۔

(۷) اور ان دونوں علم معانی و بیان کا ذیل علم بدیع ہے۔ اس لیے کہ یہ رعایت و مطابقت مقتضی حال، اور وضوح دلالت علی المرام کے بعد ان وجوہ کا نام ہے، جن سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً صنعت تجنیس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ شعر ؎

سر توئی سرور توئی سر را سر و ساماں توئی
جان توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی

(۸)اوراگر بحث مرکبات موزونہ سے ہو،تو بحیثیت وزن ہے،تو علم عروض ہے۔

(۹)بحیثیت اواخر ہے،تو علم قوافی ہے۔

یہ نو قسمیں اصول کی ہوئیں۔

اورفروع میں بحث:

(۱) متعلق بنقوش کتابت ہو،تو علم خط ہے۔

(۲) مختص بالمنظوم ہے،توقرض شعر ہے۔

(۳)اورنثر کے ساتھ مخصوص ہے،توعلم الانشاء ہے۔

(۴) کسی کے ساتھ مختص نہیں،توعلم محاضرات ہے۔اوراسی قسم سے علم تاریخ ہے۔

علم ادب میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے چھ کتابیں ہیں:-

[۲۹۹] (۱) صنائع بدیعة

[۳۲۰] (۲) شرح مقامۂ مذاقیه

[۳۲٤] (۳) مشرقستان اقدس

[۳۲٥] (٤) عذاب ادنیٰ بر رد اَوْ اَدْنیٰ

[۳۲۸] (٥) آمال الابرار وآلام الاشرار

[۳۲۹] (٦) سکین ونورہ بر کاکل پریشاں ندوہ

[۱۲] علم لغت [۲]

جوعلم کہ مدلولات جواہر مفردات اوران کی ہیئت جزئیہ سے بحث کرے کہ وہ وضع تخصی سے ان مدلولات کے لیے وضع کیے گئے ہیں،اور اس چیز سے بحث کرے جوترکیب بر جوہر اوران کی ہیئت سے بحیثیت وضع و دلالت علی المعانی الجزئیہ حاصل ہوئی ہو، وہ علم لغت ہے۔اس علم کی غایت معانی وضعیہ کے سمجھنے اورکلمات عرب سے جومفہوم ہوتا ہے،اس پر واقفیت میں خطا سے بچنا ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

[۲٦۷](۱) احسن الجلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ

[۲۸۹](۲) فتح المعطی بتحقیق معنیٰ الخاطی والمخطی

[۱۳] علم سیر [۳]

جس علم کے ذریعہ احوال رسول اللہ ﷺ ومعجزات ووقائع حیات وحالات غزوات وغیرہ معلوم ہوں، وہ علم سیر ہے۔ اس میں سب سے پہلے علامہ محمد بن اسحٰق رئیس المغازی متوفی ۱۵۱ھ نے تالیف کی۔ پھر اس کی تدوین وترتیب ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیری متوفی ۲۱۸ھ نے کی اور علما نے اس کتاب کو بہت پسند کیا، اور بہترین کتاب سیر کبیر امام محمد تلمیذ امام الائمہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف سے تین کتابیں ہیں:۔

[۱۵۷](۱) جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج

[۲] (۲) نطق الھلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

[۳](۳) منبۃ المنیہ بوصول الحبیب الیٰ العرش والرؤیہ

[۱٤] علم الفضائل [۳۰]

یہ وہ علم ہے جس سے حضور اقدس ﷺ کے کمالات ومراتب عالیہ جو حضرت عزت نے انھیں اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائے ہیں، ان کا بیان ہے۔ اس کا موضوع ظاہر ہے، اور غایت وغرض ان کمالات کی واقفیت ہے، تاکہ اس کے ذریعہ محبت رسول اللہ ﷺ زیادہ ہو، اور اس کے ذریعہ سعادت ابدی وشرافت سرمدی حاصل ہو۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات تیس ہیں:-

[۷] (۱) نفی الفی عمن بنوره انار کل شئ

[۱۱] (۲) سلطنة المصطفی فی ملکوت کل الوریٰ

[۱۵] (۳) اجلال جبریل بجعله خادما للمحبوب الجمیل

[۱۸] (٤) هدی الحیران فی نفی الفئ عن شمس الاکوان

[٦٤] (٥) لعروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ

[۹٦] (٦) الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء

[۹۷] (۷) منیة اللبیب فی ان التشریع بید الحبیب

[۱٤٥] (۸) النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحة

[۱٤۸] (۹) شمول الاسلام لآباء الرسول الکرام

[۱٦۸] (۱۰) انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ

[۱۷۰] (۱۱) مالی الحبیب بعلوم الغیب

[۱۷۹] (۱۲) اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون

[۱۵] علم المناقب [۱۸]

وہ علم ہے جس میں حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام ومشائخ فخام وعلماے اسلام کے کمالات وکرامات ومدائح وصفات کا بیان ہو۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اٹھارہ ہیں:-

[۸] (۱) الکلام البھی فی تشبہ الصدیق بالنبی

[۹] (۲) وجد المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفا روق

[۳۲](۳) مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم

[۱۱۷](٤) تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عھد الجاھلیۃ

[۱۱۸](٥) انجاء البری عن وسواس المفتری

[۱۲۲](٦) جمیل ثناء الائمۃ علی علم سراج الا مۃ

[۳۸٥] (۷) فتوائے کرامات غوثیہ

[۳۰۰/۱](۸) اکسیر اعظم

[۳۰۰/۲](۹) سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب

[۳۰۰/۳] (۱۰) ذریعہ قادریہ

[۳۰۰/٤](۱۱) فضائل فاروق

[۳۰۰/٥](۱۲) نظم معطر

[۳۰۰/٦](۱۳) مشرقستان قدس

[۳۰۰/۷](۱٤) چراغ انس

[۳۰۰/۸](۱٥) وظیفۂ قادریہ

[۳۰۰/۱۳](۱۶) مناقب صدیقیہ

[۳۰۰/۱٤](۱۷) حمائد فضل رسول

[۳۰۰/۱۵](۱۸) مدائح فضل رسول

[۱۶] علم سلوک [۲]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

[۸۴](۱) الیاقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابطة

[۱۸۰](۲) نقاء السلافه فی البیعة والخلافة

[۱۷] علم الأخلاق [۲]

جس علم سے فضائل اوران کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہوتا کہ انسان اپنے نفس کوان سے مزین کرے، نیز رذائل اوران سے بچنے کے طریقے معلوم کیے جائیں، تاکہ نفس ان سے مخلیٰ کیا جائے، وہ علم الاخلاق ہے، اور یہ ایک قسم حکمت عملیہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

[۷۲](۱) شرح الحقوق لطرح العقوق

[۹۲] (۲) مشعلة الارشاد الیٰ حقوق الاولاد

[۱۸] علم تصوف [۳]

علم تصوف وہ علم ہے کہ اس کے ذریعہ مدارج سعادات میں اہل کمال انسان کے ترقی کی کیفیت، اور وہ امور جو ان کے درجات میں عارض ہوں، بقدر طاقت بشریہ معلوم ہوں۔

سان درجات ومقامات کی کماحقہ تعبیر ناممکن ہے، اس لیے کہ عبارات ان معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں، جہاں تک اہل لغات کے فہم پہنچ سکتے ہیں۔لیکن وہ معانی جن تک رسائی صرف ایسے ہی شخص کی ہے، جو اپنے قوائے بدنیہ بلکہ اپنی ذات سے غائب ہو، تو اس کے لیے وضع الفاظ ممکن نہیں، چہ جائیکہ اس کو الفاظ سے تعبیر کریں۔تو جس طرح معقولات کو اوہام سے ادراک نہیں کرسکتے ،اور نہ موہومات کو خیالات سے ادراک کرسکتے ہیں، نہ خیالات کا ادراک حواس سے ممکن ہے۔اسی طرح جس چیز کو عین الیقین کے ساتھ معائنہ کرنا چاہیے، اس کا ادراک علم الیقین کے ساتھ ممکن نہیں۔تو جس شخص کی خواہش اس فن کی تکمیل ہو، اس کو چاہیے کہ وصول بالبیان کی کوشش نہ کرے، بیان سے طلب کرنے پر اکتفانہ کرے۔ فانه طور وراء طور العقل۔اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے:جزاه الله فى الدارين خيراً۔

علم التصوف علم ليس يعرفه ☆ الا اخو فطنة بالحق معروف
وليس يعرفه من ليس يشهد ☆ و كيف يشهد ضوء الشمس مكفوف

یعنی علم تصوف وہ علم ہے جس کو نہیں پہچان سکتا ہے مگر تیز طبع ذہین جو حق کے ساتھ معروف ومشہور ہے۔اور اس کو نہیں جان سکتا ہے جو اسے مشاہدہ نہ کرے، اور کس طرح

آفتاب کی روشنی کو نابینا دیکھ سکتا ہے؟

اس فن میں اعلیٰ حضرت نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں:-

[۸۰] (۱) کشف حقائق واسرار ودقائق

[۱۰۳](۲) بوارق تلوح من حقیقة الروح

[۱۱٤](۳) التلطف بجواب التصوف

[١٩] علم اذکار [٥]

علم الاذکار اور اسی کو علم الأدعیہ والأوراد بھی کہتے ہیں۔ جو علم ادعیۂ ماثورہ اور اورادِ مشہورہ سے اس کی تصحیح وضبط اور تصحیح روایت اور بیان خواص اور عدد تکرار اور اوقات قرأت اور شرائط سے بحث کرے، وہ علم الاذکار، علم الادعیہ اور اوراد ہے۔ اور اس سے غرض ان ادعیہ اور اوراد کا بروجہ مذکور جاننا ہے، تاکہ مطابق قاعدہ اس کے عمل سے فوائد دینیہ اور دنیویہ حاصل ہوں۔

بعض علما نے اس کو علم حدیث کی فرع قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ اس میں کتب احادیث سے استنباط کی جاتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی پانچ کتابیں ہیں:-

(١)[٤٥] ازهار الانوار من صباصلاۃ الاسرار

(٢)[٥٦] زهر الصلاۃ من شجرۃ اکارم الهداۃ

(٣)[١١٠] العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار

(٤)[١٧٥] المنة الممتازه فی دعوات الجنازۃ

(٥)[٢٧٧] ماقل و کفی من ادعیة المصطفیٰ ﷺ

[۲۰] علم ترغیب وترہیب [۱]

وہ علم ہے جس میں ایسی باتیں بیان کی جائیں، جن کے کرنے کی شرع میں ترغیب دلائی گئی ہو، اور ایسی باتیں ذکر کریں، جن کے کرنے کی شرع میں ممانعت ہو۔ یا اول پر وعدہ ثواب ہو اور دوم پر وعید عذاب وعقاب۔ اس فن میں مشہور ترین کتاب امام حافظ ذکی الدین ابوالعظیم ابن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ کی کتاب ترغیب وترہیب ہے۔ یہ بھی فروع علم حدیث سے ہے۔ اس لیے کہ مدار اس کا احادیث اصحاب کتب مشہورہ صحیحین، سنن اربعہ، مسانید، معاجیم محدثین ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۸۶] اعز الاکتناہ فی رد صدقة مانع الزکوٰہ

[۲۱] علم تاریخ [۳]

علم تاریخ، معرفت احوال جماعت اور ان کے شہروں اور رسوم و عادات، اور ان کے صنائع و انساب اور ان کے وفیات کا نام ہے۔ اس کا موضوع احوال اشخاص ماضیہ: حضرات انبیائے کرام و اولیائے عظام و علماے فخام و حکما و ملوک وشعراوغیرہ ہیں۔ اور اس علم کی غرض احوال ماضیہ پر واقف ہونا ہے۔ اور اس علم کا فائدہ ان احوال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور حوادث روزگار و تقلبات زمانہ پر واقفیت کی وجہ سے تجزیہ کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ ان لوگوں کے احوال میں جو مضرت کی باتیں ہیں، ان سے احتراز کیا جائے، اور منافع و کارآمد باتوں کو حاصل کیا جائے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

[۱۲۵](۱) اعلام الصحابة الموافقين للامير معوٰية وام المومنين

[۲۱۹](۲) جمع القرآن ويم عزوه لعثمان

[۳۱۵](۳) سرگذشت وماجرائے ندوہ۔

[۲۲] علم مناظرہ [۱۸]

جس علم میں دو مناظروں کے درمیان گفتگو کرنے کی کیفیت سے بحث کی جائے، وہ علم مناظرہ ہے۔ اس کا موضوع ادلہ ہیں، اس حیثیت سے کہ ان سے غیر پر اپنا مدعیٰ ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کے مبادی امور بینہ بنفسہا ہیں۔ غرض اس سے مناظرہ کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ بحث میں خبط نہ واقع ہو۔

علامہ ابن صدر الدین نے فوائد خاقانیہ میں فرمایا کہ یہ علم منطق کی طرح جملہ علوم کی خدمت کرتا ہے، اس لیے کہ بحث ومناظرہ صواب ظاہر کرنے اور الزام خصم کے لیے نسبت بین الشیئین میں جانبین سے نظر کرنے کا نام ہے۔

اعلیٰ حضرت کی اس فن میں اٹھارہ کتب مصنفہ ہیں:-

[۱۲٤](۱) النذیر الھامل لکل جلف جاھل

[۱۲۸](۲) مراسلات سنت وندوہ

[۲۰۷](۳) رامی زاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ

[۳۱٤](٤) انتصار الھدی من شعوب الھویٰ

[۳۲۳](٥) صمصام سنیت بگلوئے نجدیت

[۳۲٦](٦) اجتناب العمال عن فتاوی الجھال

[۳۳۰](۷) سیف ولایتی بر واہم ولایتی

[۳۳۱] (۸) البرق المخیب علی بقاع طیب

[۳۳٤](۹) العطر المطیب لبنت شفة الطیب

[۳۳٥](۱۰) الامة القاصفه لکفریات الملاطفه

[۲۳] علم تکسیر [۱]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[٦] (۱) اطائب الاکسیر فی علم التکسیر

[۲۴] علم الوفق [۱]

اس فن میں بھی اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۲۹۵](۱) الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال

[۲۷] علم الحساب [۱]

علم الحساب ان قواعد کا علم ہے جن کے ذریعہ استخراج مجہولات عددیہ کا معلومات عددیہ مخصوصہ سے ہوتا ہے۔ استخراج سے مراد ان کی کمیات کی معرفت ہے۔ موضوع اس کا عدد ہے۔ اس لیے کہ اس علم میں عدد ہی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ عدد کمیت کو کہتے ہیں، جو چند وحدات سے مرکب ہو۔ اس کا نفع وفائدہ ضبط معاملات وحفظ اموال، قضائے دیون، قسمت ترکات ہے۔ اس کی ضرورت علم فلکیہ اور مساحت وطب میں بھی ہوتی ہے، اور بعضوں نے کہا کہ اس علم کی ضرورت جملہ علوم میں پڑتی ہے اور اس سے کوئی شخص مستغنی نہیں۔ بادشاہ ہو، یا عالم، یا بازاری ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔ اس فن کی شرافت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: وَكَفىٰ بِنَا حَاسِبِيْنَ کافی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت محاسب ہونا بیان فرمایا، تو کون عقلمند اس کی خوبی میں کلام کرسکتا ہے؟ اسی لیے علماے کرام نے اس فن میں بہت کتابیں تصنیف کیں، اور لوگوں نے دیار وامصار میں ان کو تعلیم کے لیے دست بدست لیا، اور حکما کی عادت تھی کہ بچوں کی تعلیم اسی علم سے شروع کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جو شخص ابتداء حساب کی تعلیم پاتا ہے، اس پر صدق غالب آتا ہے۔ اس لیے کہ حساب میں صحت مبانی ہے، تو سچ بولنا اس کی عادت بلکہ فطرت ہوجاتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۱۸۸](۱) کلام الفہیم فی سلاسل الجمع و التقسیم

[۲۸] علم ارثما طیقی [۳]

وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے عدد کے خواص سے۔
اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

[۱۸۳](۱) الموھبات فی المربعات

[۲۲۸](۲) البدور فی اوج المجذور

[۲۵۱] (۳) کتاب الارثما طیقی

[۲۹] علم ریاضی [۳]

یہ حکمت نظریہ کی ایک قسم ہے، جو علم بحث کرے ایسے امور مادیہ سے جن کو مادہ سے بحث میں مجرد کرنا ممکن ہو۔ اس کو ریاضی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حکماء کی عادت تھی کہ ابتداء بچون کو یہ علم تعلیم دیتے تھے، اور خوب ریاضت کرایا کرتے تھے۔ اسی لیے اس کو علم تعلیمی بھی کہتے ہیں، اور اس کو علم اوسط بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ علم، متوسط ہے ان دو علموں کے درمیان جو مادہ کے محتاج ہیں ، اور جو مادہ کے محتاج نہیں ہیں۔ اور اس کے چند اصول ہیں، اور ہر ایک اصل کے فروع ہیں۔ اصول چار ہیں۔

❶ ہندسہ ❷ ہیئت ❸ حساب ❹ موسیقی

اعلیٰ حضرت کی اس فن میں تین کتابیں ہیں:-

[۱۸۲](۱) عزم البازی فی جواهر الریاضی

[۲۲۷](۲) ستین ولوگارثم

[۲۹۳] (۳) جداول الریاضی

[۳۰] علم الهندسه [۳]

علم ہندسہ ان قوانین کا علم ہے، جن کے ذریعہ انسان ان اصول کو جانتا ہے، جو کم کو من حیث کم ہونے کے عارض ہوتا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت کی اس فن میں بھی تین کتابیں ہیں:-

[٦٣](١) الاشکال الاقیدس لنکس اشکال اقلیدس

[١٨٧](٢) اعالی العطایا فی الاضلاع و الزوایا

[٢٠٩](٣) الجمل الدائره فی خطوط الدائره

[۳۱] علم جبر ومقابلہ [۱]

یہ علم حساب کی فرع ہے، اس لیے کی یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ معلومات عددیہ مخصوصہ سے استخراج مجہولات عددیہ کی کیفیت بروجہ مخصوص معلوم ہوتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:-

[۲۵۰] حل المعادلات لقوی المکعبات

[۳۲] علم الزیجات [۱]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۲٤۰] مسفر المطالع للتقویم و الطالع

[۳۳] علم الجفر [۳]

اس کو جفر و جامع بھی کہتے ہیں۔لوح قضاء وقدر جوتمام ما کان وما یکون کو کلیاًوجزئیاً محتوی ہے، اس کے علم اجمالی کا نام جفر و جامع ہے۔جفر،لوح وقضا کو کہتے ہیں، جوعقل کل ہے، اور جامع ،لوح قدر کو کہتے ہیں، جونفس کل ہے۔

ایک جماعت علما کا دعویٰ ہے کہ حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ۲۸ حروف تہجی کوبسط اعظم کے طریقے پر ایک جلد میں تحریر کیا ہے، جس سے بطریق مخصوصہ وشرائط معینہ والفاظ مخصوصہ جو کچھ لوح قضا وقدر میں ہے، سب معلوم کر سکتے ہیں۔یہ علم وراثۃً اہل بیت اور ان کے منتسبین میں چلا آ رہا ہے، اور اُنہیں سے مشائخ کاملین نے حاصل کیا ،اور غیروں سے اس کو پورے طور پر چھپاتے آئے ہیں۔

بعضوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کو کما حقہ سوائے حضرت امام مھدیِ منتظر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

منقول ہے کہ خلیفہ مامون رشید نے جب اپنے بعد حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خلافت کا عہد نامہ لکھا،اوران کے پاس بھیج دیا،توانہوں نے اس کے نیچے تحریر فرمایا: نعم الا ان الجفر والجامعة يدلان علیٰ ان هذا الامر لا يتم اچھا! مگر جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہوگا نہیں۔ اور واقعی وہی ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

[۲۹۰](۱) الثواقب الرضوية علىٰ الكواكب الدرية

[۲۹۱](۲) الجداول الرضوية علىٰ الكواكب الدرية

[۲۹۲](۳) الاجوبة الرضوية للمسائل الجفرية۔

ان تینوں کتابوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ یہ تینوں رسالے نہ چھاپے جائیں گے، نہ ان کی نقل مل سکتی ہے۔ جب تک اس علم کی اہلیت نہ ثابت ہو۔

[۳۴] علم النجوم [۱]

جس علم کے ذریعہ حوادث کون وفساد پر تشکلات فلکیہ، اوضاع افلاک وکواکب، مقارنہ ومقابلہ، تثلیث وتسدیس وتربیع وغیرہ سے استدلال کیا جائے، وہ علم نجوم ہے۔اس کی تین قسمیں ہیں۔حسابیات، طبعیات، وہمیات۔

حسابیات علم یقینی ہیں، اور کبھی اس پر شرعاً بھی عمل کیا جاتا ہے۔مثلاً طلوع وغروب شمس، اوقات نماز وافطار کے لیے۔

طبعیات جیسے بروج فلکیہ میں انتقال شمس سے استدلال، تبدل فصول جاڑا گرمی اور اعتدال پر۔تو شرعاً ان کے انکار اور رد کی کوئی وجہ نہیں۔

وہمیات جیسے اتصالات کواکب سے بطریق عموم یا خصوص حوادث سفلیہ خیر وشر پر استدلال کرنا۔ چونکہ شرع میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اسی لیے شرعاً مردود ہے۔

علم نجوم میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:-

[۲۴۹] زاکی البہا فی قوۃ الکواکب وضعفہا

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ یہ چونتیس علوم وفنون مروجہ وغیر مروجہ، درسیہ وغیر درسیہ، مشہورہ وغیر مشہورہ، جن میں اکثر نہیں تو بعض کے نام سے بھی علمائے زمانہ واقف نہیں۔اس علم وفن سے واقفیت تو کجا؟ اور یہ اعلیٰ حضرت کی اعلیٰ درجہ کمال کی دلیل ہے کہ اتنے علوم وفنون سے نہ صرف واقف بلکہ اس میں ماہر اور کامل بلکہ صاحب تصنیف ہیں۔

ان کے علاوہ وہ علوم وفنون آتے ہیں، جن میں محض حمایت دین ونکایت

مفسدین کے لیے کتب تصنیف فرمائیں، جو اصل شان مجددیت ہے۔ یعنی اسلام پر اپنے اور غیر لوگوں نے اپنی جہالت و نادانی یا بد مذہبی اور بے دینی کی وجہ سے جو خس و خاشاک ڈال رکھا تھا، اس کو دور کر کے دین اسلام کو پھر مجلیٰ اور از سر نو نیا کر دیا۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ جو شخص شرع کی نگاہ میں جس حیثیت کا ہو، اس کی حیثیت بلا رورعایت اور بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کر دی، اور اس میں اس کا ہر گز خیال نہ فرمایا کہ اگر ہم کسی کا رد کریں گے یا اس کے بارے میں جو حکم شرع کا ہے ظاہر کریں گے تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا، یا دشمن ہو جائے گا، یا میری مقبولیت میں فرق آجائے گا، اس لیے کہ ان کے تمام اعمال و افعال، اقوال و احوال محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھے، کسی این و آں، چنیں و چناں، مدح و ستائش یا ذم سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ خود فرماتے ہیں ؎

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

چنانچہ مجھ سے میرے ایک ملنے والے صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا علم و عمل، تقویٰ و فضل، جامعیت کمال ظاہری و باطنی کا کوئی بھی منکر نہیں، اگر اعلیٰ حضرت کسی کا رد اور مناظرہ وغیرہ نہ کرتے، تو ان سے بڑھ کر ہندوستان میں کس کی عزت ہوتی؟ اور از گنگ تا سنگ و از کشمیر تا راج کماری ان کی مقبولیت ہر طبقہ ہر گروہ میں ہوتی۔

میں نے کہا یہ تو خدا پرستی نہ ہوئی، بلکہ خود بینی وخود پرستی ہوئی۔ الحب فی اللہ والبغض للہ بھی کوئی چیز شرعی ہے یا نہیں؟ رہی عوام اور بدمذہبوں میں حق گوئی کی وجہ سے عدم مقبولیت، تو آپ نے مثنوی شریف کے یہ اشعار سنے ہیں یا نہیں؟

مولانا فرماتے ہیں ؎

گردو سہ ابلہ ترا منکر شوند ❖ تلخ کے گردی چوں ہستی کان قند
گردو سہ احمق ترا تہمت نہد ❖ حق برائے تو گواہی می دہد
گرخفاشے راز خورشیدے خورے ست ❖ آں دلیل آمدکہ او خورشید نیست
نفرت خفاشکان باشد دلیل ❖ کہ منم خورشید تابان جلیل
گرگلابے راجُعل راغب شود ❖ آں دلیل نا گلابی می شود
ورشود قلبے خریدار محک ❖ درمحکی اش درآید نقص و شک
فارقم فاروقیم غربیل وار ❖ تاکہ کاہ ازمن نمی یابد گزار
اوراپیدا کنم من از بسوس ❖ تانمایم ایں نقوش ست ایں نفس
من چومیزان خدایم درجہاں ❖ وانمایم ہر سبک را از گراں

عزیزی نورالعین مولوی مختار الدین احمد آرزو رضوی فاضل منشی ایم،اے (علیگ) سلمہ علی گڑھ سے ایک مرتبہ آئے، تو چند کتابیں اپنے ساتھ لیتے آئے۔ اس میں سے ایک رسالہ استاذ العلماء مجھے دیکھنے کے لیے دیا۔ دیکھا کہ نواب حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی رئیس حبیب گنج صدر الصدور حیدرآباد دکن کی تصنیف حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔ رسالہ اگرچہ بہت ہی مختصر ہے، مگر کافی معلومات سے

پُر ہے۔ اس میں ایک جگہ تحریر ہے کہ:

آپ کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں آپ کی زبان کسی کی تکفیر سے ملوث نہیں ہوئی۔

اس کو دیکھ کر متردد ہوا کہ یہ کیا لکھا ہے؟ پھر حیات شبلی دیکھنے کا اتفاق ہوا، تو صفحہ ۳۰۲ پر اس میں بھی لکھا ہے:۔

حضرت مفتی لطف اللہ صاحب کی دو خصوصیتیں قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ انھوں نے عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی، دوسری یہ کہ کانپور کے ہی قیام کے زمانے میں انگریزی سے اتنے حروف شناس ہو گئے تھے کہ تار وغیرہ پڑھ لیتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ علم شئ بہ از جہل شئ ہے۔ اس وجہ سے اتنی انگریزی سے واقفیت کہ تار وغیرہ پڑھ لیں، ضرور قابل تعریف اور خصوصیت میں شمار ہو سکنے کے لائق ہے، لیکن ـــــ عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی ـــــ میں بہت غور وخوض کرنے پر نہ سمجھ سکا کہ یہ کون سی تعریف کی بات ہے؟ اور ان دونوں حضرات نے اس کو تعریف میں کس طرح شمار کیا؟ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی دعا ہے: اللھم ارنا الاشیاء کماھی۔ حکمت کی تعریف بھی علما نے فرمائی: ھو علم یبحث فیه عن حقائق الاشیاء علیٰ ماھی علیه فی نفس الامر بقدر الطاقة البشریة وعرفه بعض المحققین باحوال اعیان الموجودات علی ماھی علیه فی نفس الامر بقدر الطاقة البشریة ۔تو اگر 'کسی کی' سے مراد کسی مسلمان کی ہے، تو یہ تعریف بے شک تعریف ہے کہ کسی مسلمان کی جب تک وہ مسلمان ہے، اور کوئی کلمہ کفریہ اس سے سرزد نہیں ہوا، کبھی آپ نے تکفیر نہ کی۔ مگر یہ کوئی خصوصیت حضرت استاذ الاساتذہ کی نہیں۔

یہ صفت؛ اور تعریف کل علما ورنہ اکثر علمائے کرام کی ضرور ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ باوجود کلمۂ کفر، پھر بھی اسے کافر نہ کہا اور زبان دبائے رہے، تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح تعریف وتوصیف کے شمار میں آسکتی ہے؟ جبکہ خداوند عالم نے علما سے عہد لیا ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے حق بیان کردینا، چھپانا نہیں: وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهٗ ط ہوسکتا ہے کہ جناب صدر الصدور صاحب اپنے استاذ کی یہ تعریف پسند کرتے ہوں اور ضرور پسند کرتے ہیں، جب تو لکھا اور چھاپ کر شائع کیا۔ لیکن میں اپنے استاذ الاساتذہ کی یہ تعریف کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا ہوں کہ سب مسائل تو بیان فرمادیا کرتے تھے، اور مطابق شرع شریف فتویٰ دیا کرتے۔ لیکن جب کسی مسئلہ کفریہ سے سوال ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے، زبان دبالیتے۔ آیت قرآنیہ مسطور بالا کے خلاف کرتے، عہد الٰہی کو پس پشت ڈال دیتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ اس حدیث شریف کی بھی پروانہیں کرتے تھے۔

ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ کسی شخص نے ان سے کسی کے اقوال کفریہ پیش کرکے اس کا حکم پوچھا ہی نہیں۔ اس لیے آپ نے کسی کی تکفیر نہ کی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی مسئلہ ایسا پوچھا جائے، جس کا جواب شرعی یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہو، مگر حضرت استاذ الاساتذہ نے معاذ اللہ غلط جواب دیا ہو، اور کلمات کفریہ کے صدور کے بعد بھی مسلمان بتایا ہو، یا جواب سے اعراض وسکوت کیا ہو۔

اور کبھی کسی کی تکفیر نہ کرنا کیونکر قابل تعریف بات ہوسکتی ہے؟ جب خداوند عالم نے تکفیر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے تکفیر کی۔ صحابہ کرام نے تکفیر کی۔ تابعین عظام نے تکفیر کی۔ ائمہ اسلام، مجتہدین مذاہب اربعہ نے تکفیر کی۔ حضرت عزحق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ مَاقَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا کَلِمَۃَ الۡکُفۡرِ وَکَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِہِمۡ ؕ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے کلمہ کفر نہ کہا اور البتہ بیشک وہ کلمہ کفر بولے اور مسلمان ہوکر کافر ہوگئے۔

اس آیت میں وَکَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِہِمۡ ؕ ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ابن جریر وطبرانی وابو الشیخ وابن مردویہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ایک پیڑ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا:

عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔

کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گذرا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلاکر فرمایا:

تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟

وہ گیا، اور اپنے رفیقوں کو بلالایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی، اور بے شک ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے، اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمۂ کفر ہے، اور اسے کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ لاکھ مسلمانی کا مدعی، کروڑ بار کا کلمہ گو ہو۔

اور فرماتا ہے: وَلَئِنْ سَئَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ○ اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرمادو: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاکم وابو شیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں: انه قال فی قوله تعالیٰ: وَلَئِنْ سَئَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ○ قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا او مايدريه بالغيب۔ یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (ﷺ) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم ص ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم ص ۲۵۴)

حدیثوں میں جو کفر کے فتوے دیے گئے ہیں، اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو ایک جز سے زائد ہو، نہ احصا کی ضرورت، نہ اس کی فرصت۔

چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

✠ من اتی عرّافا او کاھنافصدقه بمایقول فقد کفر بما انزل علیٰ محمد ﷺ رواه الامام احمد والحاکم عن ابی ھریرة رضی الله تعالیٰ عنه

✠ من اتی کاھنا فصدقه بما یقول اواتی امرأة حائضااو اتی امرأة فی دبرھا فقد بری بما انزل علیٰ محمد ﷺ رواه الامام احمد وابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجه

✠ من اتی کاھنا فسأله عن شئ حجبت عنه التوبة اربعین لیلة فان صدقه بما قال کفر رواه الطبرانی فی الکبیر عن واثله رضی الله تعالیٰ عنه

✠ من ترک الصلوٰة متعمدا فقد کفر جھارا رواه الطبری فی الاوسط عن انس رضی الله تعالیٰ عنه۔

✠ من حلف بغیرالله فقد اشرک رواه الامام احمد والترمذی والحاکم عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنھما۔

✠ من کذب بالقدر فقد کفر بما جئت به رواه عدی عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنھما۔

صحابۂ کرام کا کفر کا فتوی دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد و دیگر صحابۂ کرام کے اجماع سے ابین وروشن کہ آپ نے منکر زکوٰۃ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا، اوران پر جہاد کو کفار ترک ودیلم پر جہاد کے مثل قرار دیا۔

فقہائے کرام حنفیہ کے فتاوائے کفر دیکھنا ہو تو فتاویٰ عالم گیری وشرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں موجبات کفر کی بحث دیکھیے۔

پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عالم کے لیے خلاف طریقۂ خدا

اور رسول ﷺ وصحابہ کرام وفقہائے عظام روش کیونکر قابل مدح وستائش ہوسکتی ہے؟۔

بات اصل یہ ہے کہ زمانہ میں دو ذہنیت کے انسان ہیں۔ بعض نرم طبعیت کے ہیں۔ان کے خیال میں ہے کہ کوئی کیسا ہی ہو، ہم کیوں اپنی زبان یا قلم سے ایسا حکم لکھیں، جو اس کی تکلیف اور دل آزاری کا سبب ہو۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ہم بااختیار نہیں ہیں، ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ عقائد سے لیکر اعمال، طہارت کے مسائل سے فرائض تک جو مسئلہ مجھ سے پوچھا جائے گا، اس کا جواب دینا ہم پر فرض ہے۔ اس میں کسی شخص کی دلآزاری اور خوشنودی کے خیال سے بڑھ کر حضرت عزت سبحانہ وتعالیٰ کی خوشی اور اس کی طرف کی ذمہ داری ہے۔ اور اگر نہ کیا جائے، تو دین میں سخت فتنہ انگیزی ہوگی۔ جس مصلحت سے حضرات محدثین کرام نے رواۃ کی جرح کی ضرورت جانی، کہ بے رورعایت کذاب، وضاع، متہم، مختلط، سئ الحفظ، کثیر الوہم جو جیسا ہو اس کو بیان کر دیں اس میں رورعایت نہ کریں، ورنہ دین میں رخنہ اندازی ہوگی۔ اسی طرح سے یہ جماعت نہ ان لوگوں کو ذلیل اور بدنام کرنے کی نیت سے، بلکہ ان کی صحیح حالت بتا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس کیا ورع سمجھتے ہو فاجر کے ذکر سے، کب اسے لوگ پہچانیں گے؟ ذکر کرو فاجر کو اس وصف کے ساتھ جو اس میں ہے۔ تا کہ لوگ اس سے بچیں۔

رواه ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والحکیم فی نوادر الاصول والحاکم فی المستدرک والشیرازی فی الالقاب وابن عدی والطبرانی

فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب البغدادی عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔

یہ وجہ صاف صاف ان کے حکم خداوندی کو بیان کردینے کی ہے کہ اگر توفیق رفیق ہو تو توبہ کرکے دائرۂ اسلام یا ورع وتقویٰ میں آئیں۔ ورنہ دوسرے مسلمان اس کی ضلالت اور بے دینی کا شکار ہونے سے بچیں گے۔

جب فاجر کے ذکر کی یہ ترغیب ہے، تو کافر کے کفر پر پردہ ڈالنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ علاوہ بریں کسی شخص کی یہ تعریف کرنا کہ اس نے ہر اچھے برے کو اچھا ہی سمجھا، تمام گورے کالے کو گورا ہی جانا، کسی کو برا نہ کہا، نہ کسی کو کالا کہا، کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔

اسی لیے میں اپنے استاذ اور شیخ پیر ومرشد مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، جناب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی نہ یہ تعریف کرتا ہوں، نہ ایسی تعریف کرنا پسند کرتا ہوں، اور اگر اثر زمانہ سے متاثر ہوکر میں یہ تعریف کروں کہ انہوں نے کسی کی تفسیق، تضلیل، تکفیر نہ کی، تو واقعہ کے خلاف، اور ان کے اصل کمال پر پردہ ڈالنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر حقائق اشیاکما ھی علیہ فی نفس الامر ظاہر کردیا تھا، جو جیسا ہے، ویسا ہی ان کو دکھادیا تھا۔ اس لیے وہ جس طرح اللہ کو ایک، رسول اللہ ﷺ کو سچا، اور خاتم الانبیا رسول، قرآن شریف کو الٰہی کتاب، فرشتوں کو معصوم مخلوق، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول مانتے تھے۔ اولیائے کرام، صلحا، سالکین، فانیین وواصلین، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا،

اوتاد، امامین، قطب، غوث، صدیق کو علیٰ فرق مراتب، خداوند عالم کے مقبول بندے مانتے اور تقریر وتحریر میں ان کے رتبہ کے مطابق ان کی تعظیم وتوقیر کرتے، اور مخالفین کی پروانہ کرتے کہ ان کی تعظیم وتوقیر تعریف وتوصیف کی وجہ سے وہ جلیں گے، میری مخالفت کریں گے۔ اسی طرح فاسق، فاجر، تارک الصلوٰۃ، داڑھی منڈے، شرابی، جواری، بدمذہب، بددین، مفسقہ، تفضیلیہ، نواصب، روافض، خوارج، ندویہ، وہابیہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، گاندھویہ، نیچریہ، نصاریٰ، آریہ اور ہنود سے کبھی محبت والفت، بروموالات، تعظیم وتوقیر، تعریف وتوصیف نہ فرمائی۔ اور نہ ان کے موافقین ومعتقدین کی کوئی پرواہ کی کہ وہ لوگ ہمیں برا سمجھیں گے، بے قدری کریں گے، نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے، بلکہ تحریر میں، تقریر میں، جب کبھی موقع ہوا اور ضرورت پڑی بے تامل، بلا لحاظ مصلحت بینی، ومآل اندیشی، جو حکم شرعی جس کا تھا، یا جس مسئلہ میں جس رد کی ضرورت جانی، رد کیا۔ تصنیفات کا یہ حصہ انہیں لوگوں کے رد وجواب پر مشتمل ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مسلک محبت وعداوت میں بالکل اس حدیث کا آئینہ تھا: من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان جس نے محض اللہ کے لیے محبت کی (جس سے بھی محبت کی) اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی (جس سے بھی عداوت کی) اور (جس کو جو کچھ دیا وہ) اللہ ہی کی رضا کے لیے دیا اور جس کو منع کیا وہ بھی اللہ ہی کے لیے، اس نے اپنے ایمان کو کامل کیا۔ رواہ ابو داود عن ابی امامہ والترمذی عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ نبی من الانبیاء ان قل لفلان العابد اما زھدك

فی الدنیا فتعجلت راحة لنفسك واما انقطاعك الی فتعذزت به فمالی علیك قال یا رب ومالك علی قال هل والیت لی ولیا اوعادیت لی عدوا یعنی اللہ عزوجل نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو وحی بھیجا کہ فلاں عابد سے کہہ دیجیے کہ تیرا دنیا میں زہد اختیار کرنا، تو اس سے تو نے اپنے نفس کی راحت جلد حاصل کرلی۔ اور دنیا سے کٹ کر میری طرف متوجہ ہونا تو اس ذریعہ سے تو عزت حاصل کرلی، تو جو حق میرا تجھ پر ہے اس کے بارے میں تو نے کیا کیا؟۔ عابد نے کہا، اے میرے رب! اور تیرا حق مجھ پر کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ کیا میرے لیے کسی شخص سے تو نے دوستی کی، اور میرے لیے کسی شخص کو دشمن بنایا؟۔ رواہ ابونعیم فی الحلیة والخطیب فی التاریخ وغیرہ فی غیرہ عن بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۵]　　**شتی**　　[۳۵]

یعنی علوم وفنون متفرق ومختلف میں، یعنی ان کتابوں کو کسی خاص فن سے تعلق نہیں بلکہ عام اور مفید امور سے اس کا تعلق ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس فن میں پانچ کتابیں ہیں:۔

[۵۸](۱)　جاہ القصیدة البغدادیه ملقب به الزمزمة القمریة فی الذب عن الخمریة۔

قصیدہ غوثیہ شریف جس کا مطلع ہے

سقانی الحب کاسات الوصال ✠ فقلت لخمرتی نحوی تعالی

ہے، بعض جاہلوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے (اس پر) جاہلانہ اعتراضات شعری ونحوی وغیرہ کا کیا تھا، یہ اس کا مسکت جواب ہے۔

[۲۱۶](۲)　اتیا ن الارواح لدیارھم بعد الرواح

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد روح دنیا سے بالکل بے تعلق ہوجاتی ہے، اور وہ اچھی ہے تو علیین میں، اور بری ہے تو سجین میں رہتی ہے، دنیا میں نہیں آسکتی۔ یہ اس کا مدلل رد ہے۔ خصوصاً اچھی روحیں کہ وہ مرنے کے بعد آزاد ہوجاتی ہیں، اور ان کو پورا اختیار دیا جاتا ہے، سیر کرتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں۔ دنیا میں بھی آتی ہیں، اور اپنے مریدوں کی مدد کرتی ہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت شاہ ابوالرضا کے متعلق لکھا ہے۔

[۲۶۸](۳)　نور عینی فی الانتصار للامام العینی

امام عینی کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا رد اور اس کی

متعدد جہالتوں کا اظہار۔

[۲۷۱](٤) مرتجی الاجابات لدعاء الاموات

اس کا ثبوت کہ مردے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

[۳۰٤](٥) فتح خیبر

تفضیلیہ کی پارٹی، جو بصدارت مولانا محمد حسین سنبھلی مناظرہ کے لیے آئی تھی، اس کا فرار۔

تصانیف باعتبار موضوع

[۳۶] ردنصاریٰ [۳]

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے بے شمار انبیائے کرام بھیجے۔ جن میں بعض کا تذکرہ قرآن شریف اور حدیثوں میں آیا ہے، اور اکثر کا تذکرہ ان میں نہیں ہے۔ان انبیاء میں اکثر پر صحیفے نازل ہوئے، اور چار نبی اولوالعزم پر چار بڑی کتابیں اتاریں۔توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن شریف سید المرسلین آقائے دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ پر۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کو عیسائی اور نصاری کہتے ہیں۔

اس زمانہ میں اصل انجیل کہیں نہیں ہے۔ہاں! مختلف زبانوں میں جو ترجمے ہوئے ہیں، انہیں کا وجود ہے، اور ان میں زیادہ مشہور ومروج چار انجیلیں ہیں، جو درحقیقت مسیح علیہ السلام کی سیرت ہے، جسے ان کے چار ماننے والے، متی، لوقا، مرقس اور یوحنا نے جمع وترتیب دیا ہے۔ان میں سوائے یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے اور متی کے باقی دو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں۔متی نے بھی اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جس سال آسمان پر اٹھائے گئے، اور اس نے اس کتاب کو شہر اسکندریہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا، اور اس میں واقعات ولادت ومعجزات وحالات وغیرہ کا بیان کیا۔

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق لوقا نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا زمانہ پایا، اور نہ ان کو دیکھا۔ وہ تو بعد رفع عیسیٰ علیہ السلام بولص کے ہاتھ پر نصرانی ہوا۔

اسی طرح مرقس نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھا۔ وہ بھی رفع کے بعد بیرو حواری کے ہاتھ پر نصرانی ہوا، اور اسی سے انجیل شہر رومہ میں پڑھا، اور اس نے اپنے تینوں اصحاب کے خلاف واقعات لکھے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام البتہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نانہالی رشتہ دار خاص تھے۔ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شادی میں شریک ہوئے، اور نصاریٰ کے بقول اپنے معجزہ سے پانی کو شراب کردیا، اور یہ سب سے پہلا معجزہ تھا، جو حضرت عیسی علیہ السلام سے ظاہر ہوا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جب یہ معجزہ دیکھا، تو دنیا سے برداشتہ خاطر ہوئے، اور حضرت عیسی علیہ السلام کے دین اور سیاست دونوں میں تابع ہوگئے۔ یہ چوتھے شخص ہیں، جنھوں نے انجیل لکھا۔ لیکن انہوں نے شہر افسوس میں یونانی زبان میں لکھا تھا۔

کچھ نصاریٰ الوہیت کے قائل اور بعض انبیاؑ کی نبوت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ لیکن جمہور نصاریٰ خالص توحید کے قائل نہیں، بلکہ تثلیث کے معتقد ہیں۔ اب، ابن، روح القدس کو خدا مانتے ہیں۔

اصحاب بوریوس جو اسکندریہ کا پادری تھا، ان کا عقیدہ توحید کا ہے۔ اور یہ کہ حضرت عیسی علیہ السلام خدا کے بندہ اور مخلوق ہیں۔ اللہ کے کلمہ ہیں۔ یہ شخص قسطنطین اول بانی قسطنطنیہ کے زمانہ میں تھا۔ اصحاب بولس جو انطاکیہ کا

پادری تھا، ان لوگوں کا عقیدہ بھی توحید کا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ لوگ دیگر انبیا کی طرح خدا کا بندہ، اور خدا کا رسول جانتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پیٹ سے بغیر واسطہ کسی مرد کے پیدا کیا۔ اصحاب مقدونیوس بھی توحید کے قائل ہیں۔ اس کا زمانہ بانی قسطنطنیہ کے بیٹے کا زمانہ ہے، اور وہ اس زمانہ میں قسطنطنیہ کا پادری تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ، انسان، اور دیگر انبیائے کرام کی طرح یہ لوگ خدا کا رسول مانتے تھے۔ مگر اب ان لوگوں کا وجود نہیں۔ نہ ایسے عقیدے والے مشہور ومعروف ہیں۔ ممکن ہے کہ شاذ ونادر کوئی کسی جگہ حق اعتقاد رکھنے والا نصرانی ہو۔

ورنہ اس زمانہ میں جتنے نصاریٰ ہیں، وہ سب تثلیث کے قائل، فاسد العقیدہ لوگ ہیں۔ اور وہ تین فرقے پر منقسم ہیں۔

اول: ملکانیہ، اس مذہب کے ماننے والے تمام ملوک نصاریٰ ہیں۔ اسی مذہب والے حبشہ، نوبہ، افریقہ، صقلیہ، اندلس اور جمہور شام کے لوگ ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے اللہ اب، ابن، روح القدس ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کامل انسان، کامل خدا ہیں۔ انسان عیسیٰ کو صولی دیا گیا، اور قتل کیا گیا۔ اور خدا عیسیٰ کو کوئی گزند نہیں پہونچا۔ حضرت مریم نے خدا اور انسان دونوں کو جنا، اور یہ دونوں معاً ایک شئ ہیں تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

دوم: نسطوریہ، ان کا عقیدہ بھی ملکانیہ ایسا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ

وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں، کہ حضرت مریم نے خدا کو جنا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو جنا، اور اللہ نے اللہ کو جنا، انسان کو نہ جنا۔ اس فرقہ کے لوگ زیادہ موصل، عراق، فارس، خراسان میں ہیں۔ یہ لوگ نسطور کی طرف منسوب ہیں، جو قسطنطنیہ کا پادری تھا۔

سوم: یعقوبیہ، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بعینہ اللہ ہیں۔ اس کو یہودیوں نے صولی دیا، اوقتل کر دیا۔ تین دن تک دنیا بلا مدبر رہی، اور اسی طرح تین دن تک آسمان بھی بلا مدبر رہا۔ پھر تین دن کے بعد اللہ کھڑا ہو گیا، اور اپنی جگہ آ گیا۔ اللہ تعالیٰ حادث ہو گیا، اور حادث قدیم ہو گیا، اور اللہ ہی حضرت مریم کے پیٹ میں تھا۔ اس مذہب والے مصر اور نوبہ حبشہ کے لوگ ہیں۔ یہ فرقہ یعقوب برزعانی راہب قسطنطنیہ کی طرف منسوب ہے۔

ان تینوں فرقوں کے عقیدے ایسے گندے اور گھنونے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کا ذکر قرآن شریف میں نہ فرماتا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ ط اور اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اور ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِی وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط تو کسی مومن کی زبان پر ایسے شنیع وخبیث کلمات نقلاً بھی نہ آتے۔ (ملل ونحل ابن حزم جلد اول ص۴۹)

عیسائیوں کے رد میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:۔

(۱)[۱۴۳] الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

(۲)[۲۰۴] نیل مژدہ آراو کیفر کفران نصاریٰ

(۳)[۳۳۷] ھدم النصرانی والتقسیم الایمانی

[۳۷] رد ھنود [۱]

یہ پرانے باشندے ہندوستان کے ہیں۔ ان کے عقائد عجیب وغریب ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ہنود کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی:۔

[۱٤] انفس الفکر فی قربان البقر

[٢]　　ردآریه　　[٣٨]

آریہ سماج ہندوؤں ہی کا ایک فرقہ ہے، جس کی بنیاد دیانند سرسوتی نے ڈالی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے آریہ کے رد میں دو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:-

[٣٤٧] (١)　پردہ در امرتسری

[٣٥٠] (٢)　کیفر کفر آریہ

[۳۹] رد نیچریہ [۷]

یہ فرقہ نیچر کی طرف منسوب ہے، یعنی طبیعت۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز مقتضائے طبیعت کے خلاف، کسی طرح، کسی صورت، کسی حالت، کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے یہ لوگ معجزات کے قائل نہیں کہ یہ خلاف نیچر، خلاف فطرت ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام سرسید احمد خان دہلوی مسکناً، علی گڑھی مدفناً ہے۔ ان کی ولادت ۵/ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلی میں ہوئی۔

۱۸۵۷ء میں جب کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانوں سے سخت بدظن تھی۔ انہوں نے ایسی ترکیبیں کیں جن سے گورنمنٹ کے خیالات درست ہوئے، اور اس وقت سے مسلمانوں کی دنیوی بہبود میں بہت سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا، اور علی گڑھ میں ایک انگریزی تعلیم گاہ کی بنیاد ڈالی، جو ترقی کرتے کرتے، آج یونیورسٹی کی حیثیت میں قوم کے سامنے موجود ہے، جس میں ہر قسم کے علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم کا سامان ہے، جو آج مسلمانوں کی ایک مایۂ ناز انگریزی تعلیم گاہ ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود سخت افسوس ناک اور حسرت سے لکھے جانے کی یہ بات ہے کہ سرسید نے اپنے اجتہاد اور ریفارمری کے زعم میں دینیات میں بھی قطع برید شروع کی، اور ایسی باتیں اپنی تصنیفات وتحریرات میں لکھیں، جن سے عام علما ان سے علیٰحدہ ہوگئے، اور ان کو مخرب دین وایمان سمجھا۔ ان مسائل کی ایک فہرست ان کے بڑے معتقد اور سوانح نگار الطاف حسین حالی نے حیات جاوید جلد ۲، ص ۳۸۷ پر

سپرد قلم کیا ہے۔ ان میں کی بعض باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں:

[۱] اجماع حجت شرعی نہیں۔

[۲] قیاس حجت شرعی نہیں۔

[۳] تقلید واجب نہیں۔

[۴] قرآن کا کوئی حکم دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا۔

[۵] شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہیں۔

[۶] طیور مختقہ جن کو نصاریٰ نے گلا گھونٹ مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے۔

[۷] سوائے ان کفار و مشرکین کے جن کا ذکر آیت کریمہ **انما ینھکم اللّٰہ** الآیہ میں ہے، تمام کفار و مشرکین سے دوستی و موالات کرنا جائز ہے۔

[۸] وضع و لباس وغیرہ میں کفار کے ساتھ تشبہ شرعاً ممنوع نہیں۔

[۹] معراج اور شق صدر دونوں رویا میں واقع ہوئے نہ بیداری میں۔ کیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور کیا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک۔

[۱۰] ملک یا ملائکہ کے الفاظ جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ ان سے یہ مراد نہیں کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے جو مختلف قوی اپنی قدرت کاملہ سے مادہ میں ودیعت کئے ہیں، انہیں کو ملائک یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

[۱۱] آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے، یہ کسی واقعہ کی خبر نہیں، بلکہ یہ ایک تمثیل ہے۔

[۱۲] معجزہ دلیل نبوت نہیں ہوسکتا۔

[۱۳] قرآن میں آنحضرت ﷺ سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔

[۱۴] آیۂ میراث سے وصیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ پس جو وصیت وارث کے حق میں کی جائے، وہ نافذ ہے۔

[۱۵] قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہو۔

[۱۶] شہدا کی نسبت جو قرآن میں آیا ہے کہ ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ درحقیقت زندہ ہیں۔

[۱۷] صور کا لفظ جو قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، اس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل نرسنگے، یا سنکھ یا ترئی، یا قرنا مراد نہیں ہے، بلکہ محض استعارہ ہے۔

[۱۸] خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء وافعال کے متعلق جو کچھ قرآن وحدیثوں میں بیان ہوا ہے، وہ سب بطریق مجاز واستعارہ وتمثیل کے بیان ہوا ہے۔ اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے۔ جیسے بعث ونشر، حساب وکتاب، میزان، صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے، نہ حقیقت پر۔

[۱۹] قرآن میں جو خدا کا آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے، اس سے کسی واقعہ کی خبر دینا مقصود نہیں ہے۔

[۲۰] خدا کا دیدار کیا دنیا میں کیا عقبیٰ میں، نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے، نہ دل کی آنکھوں سے۔

[۲۱] قرآن مجید میں جو جنگ بدر وحنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر

کیا گیا ہے، اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۲] حضرت عیسی کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۳] کوئی امر عادت الہی یا قانون طبعی کے خلاف کبھی وقوع میں نہیں آتا۔

[۲۴] نبوت کا ملکہ نبی کی اصل فطرت مین ودیعت ہوتا ہے۔ اسی لیے جو وحی اس پر نازل ہوتی ہے، وہ کسی ایلچی یا قاصد (یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہیں ہوتی، بلکہ خود بخود ایک چیز اس کے دل سے اٹھتی ہے، اور اسی پر گرتی ہے۔

[۲۵] قرآن سے جنات کا ایسا وجود، جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں، اور ان میں مرد وعورت دونوں ہوتے ہیں، جس شکل میں چاہتے ہیں، ظاہر ہو سکتے ہیں، ثابت نہیں ہوتا۔

آگے حالی صاحب لکھتے ہیں۔

ہاں! چند اختلاف سر سید نے علماے سلف سے ایسے کیے ہیں، جن میں ظاہرا وہ منفرد معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اختلافات یہ ہیں۔

[۱] اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا ہے۔

[۲] دعا ایک قسم کی عبادت ہے، پس دعا کے مستجاب ہونے سے اس مطلب کا جس کے لیے دعا کی جاتی ہے، حاصل ہونا مراد نہیں۔

[۳] آیت یا آیات بینات کے الفاظ جو قرآن مجید میں جا بجا آئے ہیں، ان سے وہ احکام یا مواعظ ونصائح مراد ہیں، جو خدائے تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ پر نازل کئے، نہ معجزات، جیسا کہ عموماً علماے اسلام نے بیان کیا ہے۔

[۴] سارق کے لیے قطع ید کی سزا، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے،

لازمی نہیں ہے۔

[۵] قرآن میں جن اور اجنہ کے الفاظ سے چھپے ہوئے یا پہاڑی یا صحرائی لوگ مراد ہیں، نہ کہ وہمی مخلوق، جو دیو اور بھوت وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہے۔

[٦] سورہ فیل (الم تر کیف) میں جن الفاظ سے اصحاب فیل پر ابابیل کا کنکریاں پھینکنا مراد لیا جاتا ہے، وہ درحقیقت ضٖ چیچک سے استعارہ ہے۔

[۷] حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیائے سابقین کے قصوں میں جس قدر واقعات بظاہر خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہیں، جیسے ید بیضاء، عصا کا اژدہا بن جانا، فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسیٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلی کا ہونا، گوسالہ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، من وسلویٰ کا اترنا، یا عیسیٰ کا گہوارہ میں بولنا، خلق طیر، اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، مائدہ کا نزول وغیرہ وغیرہ ان کی تفسیر میں جو کچھ سرسید نے لکھا ہے، وہ غالباً پہلے کسی مفسر نے نہیں لکھا۔

اس کے بعد حالی صاحب نے مولوی امداد العلی صاحب کے، تین استفتا ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر سرسید کے کفر وارتداد کے فتویٰ حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے، اور ان استفتاوں کی تفصیل لکھی ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ یہ تمام فتوے اور استفتے مولوی امداد العلی نے اپنے ایک رسالہ کے اخیر میں جس کا نام: **امداد الآفاق برجم اھل نفاق بجواب پرچہ تھذیب الاخلاق** ہے، چھاپ کر اس رسالہ کو تمام ہندوستان میں مفت تقسیم کیا تھا۔

اس کی ایک جلد ہماری نظر سے بھی گزری ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں، کیا سنی،

کیا شیعہ، کیا مقلد، کیا غیر مقلد، کیا وہابی (دیوبندی) سب فرقوں کے مشہور اور غیرمشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتووں پر مہریں یا دستخط ہیں، اور خاص کرسی مولویوں میں سے اکثر نے بہت شرح وبسط کے ساتھ جوابات لکھے ہیں۔

پھر (حالی نے) مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتاوے کے کچھ فقرے بطور نمونہ نقل کیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کی عبارت منقولہ یہ ہے:

وجود شیطان اور اجنہ کا منصوص قطعی ہیں اور منکر اس کا شیطان ہے۔ بلکہ اس سے بھی زائد، کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہیں۔ اور وجود آسمان منصوص قرآنی ہے، منکر اس کا مبتلائے وسواس شیطانی ہے۔ حرمت محققہ طیور منصوص کلام رب غفور ہے۔ اور سلف سے تا خلف اتفاق اس پر ماثور ہے۔ انکار اس کا موجب گمراہی وفجور ہے۔ مذہب نیچر خدا جانے کیسی بلاؔ ہے؟ ہر متشرع اور متدین کو اس کے قبول سے اِبا ہے۔ ہر مسلمان کو حق جل شانہ اتباع شریعت محمدیہ پر قائم رکھے، اور مذہب نیچر اور مشرب بدتر سے محفوظ رکھے، جو شخص کہ اعتقادات اس کے فاسدہ ہیں، جو کہ سوال میں مسطور ہوئے ہیں، وہ شخص مخرب دین، ابلیس لعین کے وسوسے سے صورت اسلام میں تخریب دین محمدی کی فکر میں ہے، اور بنام تجدید مدرسہ جدیدہ افساد شریعت اس کو منظور نظر ہے۔ جو چیزیں کہ اس کے نزدیک موجب تہذیب ہیں اہل سنت کے نزدیک باعث تخریب ہیں۔ فالحذر الحذر یاایھا المسلمون والھرب یاایھا المومنون۔

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ خود سر سید کے معتقدین مخلصین کے نزدیک ان کے اقوال ایسے ہیں، جو آج تک علمائے اسلام میں کوئی اس کا قائل نہیں۔ پھر ان اقوال وافعال پر ہندوستان کے تمام علما نے تکفیر کی۔ مگر سر سید نے ان کی

طرف توجہ نہ کی، اور نہ اپنے کفریات سے توبہ کیا۔ اور اسی حال میں ۲۷/ مارچ ۱۸۹۸ء کو رات کے دس بجے حاجی اسمٰعیل خان کی کوٹھی میں وفات پائی، اور ۲۸/ مارچ کو قبیل مغرب مسجد مدرسۃ العلوم کی شمالی پہلو میں ان کو دفن کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سات کتابیں نیچریہ کے رد میں تصنیف فرمائیں:۔

[۱٤۰](۱) لمعة الضحىٰ فى اعفاء اللحىٰ

[۱٦۳](۲) فتاوى الحرمين برجف ندوة المين

[۱٦٤](۳) ترجمة الفتوىٰ وجه هدم البلوىٰ

[۱٦٥](٤) خلص فوائد فتوىٰ

[۲٥۳](٥) تمهيد ايمان بآيات قرآن

[۳۱۷](٦) غزوه لهدم سماك دار الندوه

[۳٤۷](۷) پردہ در امرتسری

قادیانیہ صفت فرقہ یا جماعت کی ہے۔ یہ قادیان کی طرف منسوب ہے۔ جو ضلع گرداس پور پنجاب میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہ لاہور سے تخمیناً پچاس (۵۰) کوس گوشہ شمال ومشرق میں واقع ہے۔

(اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد نے) اپنی خودنوشت میں لکھا ہے:

جب والد صاحب کا انتقال ہوا، مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب اس کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ جب مجھے یہ الہام ہوا یعنی والد صاحب کی وفات کے متعلق تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدنی والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں، پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا: **اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ** اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد صاحب کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا، اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمت الٰہی کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کون سا عمل تھا، جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ البتہ روزہ میں بہت رکھا کرتا تھا، اور کھانے کو کم کرتا گیا، یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا، اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے، وہ لطیف مکاشفات ہیں، جو اس زمانہ میں میرے اوپر کھلے۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلا کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔

اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا، میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت ﷺ کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لیے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا، اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ ابتک مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ پھر جب تیرہویں صدی کا اخیر اور چودہویں صدی کا ظہور ہونے لگا، تو مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا: الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ الخ۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ اور براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں، جن میں خدا تعالی نے میرا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعوی مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا، اور صرف مجدد چودہویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علما کی طرف سے نہیں ہوئی۔ مگر اس دعوائے مسیحیت کے وقت میں عجیب طور کا شور علما میں پھیلا، اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع واقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکا دیا۔ اور بعضوں نے ان میں میری تکفیر کے بارے میں استفتا تیار کیا، اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرائے۔ اس جگہ اس بات کا لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں، ایسا دعوی ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ اور احادیث نبویہ کی متعدد پیشین گوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص اس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں؟ بہت سے اہل کشف نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر خبر دی کہ وہ مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا۔ جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشین گوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشین گوئی نہیں، جو تواتر کی رو سے اس پیشین گوئی سے بڑھ کر ہو۔ مگر افسوس! کہ ہمارے

زمانے کے علمانے اس پیشین گوئی کے صحیح صحیح معنی سمجھنے میں دھوکا کھایا، اور ایسے تعارضات وتناقضات اس پیشین گوئی میں جمع کردیئے کہ نوتعلیم یافتہ لوگوں کو اس پیشین گوئی سے، باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے، انکار کرنا پڑا۔ پس طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا کہ خبر متواتر کو رد نہ کرتے۔ ہاں ان معنوں کو رد کرتے، جو نادان مولویوں نے کئے ہیں۔ جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے۔ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو کھول دیا مسیح کا دوبارہ آنا اسی رنگ وطریق سے مقدر تھا، جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا، ملاکی نبی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ تو جب ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے کسی مثیل ایلیا کا آنا مراد لیا جائے، اور وہ مثیل یوحنا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا بھی ایلیا کے دوبارہ دنیا میں آنے کے مانند ہے۔ ہمارے علما اگر ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ سے نصیحت پکڑتے، اور حضرت عیسی کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنی لیتے، تو بہت خوش قسمت ہوتے۔

مرزا نے دعوئے مہدیت مسیحیت، پھر نبوت کے ساتھ حضرات انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسی روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی ایسی ایسی توہین کے کلمات لکھے، جن کا پڑھنا، سننا عام مسلمانوں تحمل سے باہر تھا۔ مثلاً

(۱) اعجاز احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھدیا کہ:

یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے۔ کیوں کہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے، اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی، بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔

(۲) اس میں ص ۲۴ پر ہے:-

کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔

(۳) پھر اسی ص ۲۴ پر ہے:-

ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔

(۴) دافع البلا ٹائٹل پیج ص ۳ پر ہے:-

ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔

(۵) اسی پر ہے:-

حقیقی منجی وہ ہے، جو حجاز میں پیدا ہوا تھا، اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کے طور پر۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔

(۶) کتاب مذکور ص ۳ ہی پر ہے:-

یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ عیسی کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسی سے بھی اعلیٰ ہوں۔

(۷) ص ۷ پر ہے:-

عیسی کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔

(۸) ص ۴ پر ہے:-

مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ [یعنی یحییٰ] شراب نہ پیتا تھا، اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا نہ رکھا۔

کیوں کہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

(۹) اسی کو رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں ص ۷ میں یوں لکھا:-

آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

(۱۰ تا ۲۶) اس رسالہ میں ص ۴ سے ص ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے نبی مسیح عیسیٰ بن مریم کو، [۱۰] نادان اسرائیلی [۱۱] شریر [۱۲] مکار [۱۳] بدعقل [۱۴] زنانے خیال والا [۱۵] فحش گو [۱۶] بدزبان [۱۷] کٹیل [۱۸] جھوٹا [۱۹] چور [۲۰و۲۱] علمی عملی قوت میں بہت کچا [۲۲] خلل دماغ والا [۲۳] گندی گالیاں دینے والا [۲۴] بدقسمت [۲۵] نرا فریبی [۲۶] پیروئے شیطان وغیرہ۔

لکھا ہے۔

(۲۷) صفحہ ۷:-

حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہ ہوا۔

(۲۸) ص ۷:-

اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا، (اگر ہوا) بھی تو وہ آپ کا نہیں، اس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔

(۲۹) صفحہ ۷ ہی پر لکھا:-

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔

(۳۰) کشتی نوح صفحہ ۱۶:۔

مسیح تو مسیح، میں اس کے چاروں بھائیوں کی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی دونوں ہمشیرہ کو بھی مقدس سمجھتا ہوں...... یسوح مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوح کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی یوسف اور مریم کے اولاد تھے۔

(۳۱) اسی دافع البلاء کے صفحہ ۱۵ پر لکھا:۔

خدا ایسے شخص (یعنی عیسی) کو کسی طرح دنیا میں دوبارہ نہیں لا سکتا، جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔

(۳۲) اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳:۔

کامل مہدی، نہ موسی تھا، نہ عیسیٰ۔

(۳۳) مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۲:۔

لوقدر اللہ رجوع عیسی الذی ھومن الیھود لرجع العزۃ الیٰ تلک القوم ٥ (یعنی عیسی کہ یہودی تھا، اگر اس کا دوبارہ آنا اللہ تعالیٰ مقدور فرماتا تو ضرور یہود کی عزت لوٹ آتی)۔

(۳۴) کشتی نوح صفحہ ۱۸:۔

جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں، ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔

(۳۵) کشتی نوح صفحہ ۳:۔

احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔

(۳۶) ایضاً صفحہ ۴:-

ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے، جو محض افترا یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں، تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا، بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟۔

(۳۷) ایضاً ص ۴ و ۵:-

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا، مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

ازالہ اوہام میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ رتک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں، اور آیات وکلام اللہ سے وہ مسخر گیاں کیں، جن کی حد ونہایت نہیں۔ صاف لکھ دیا کہ:-

(۳۸) جیسے عجائب انھوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

(۳۹) بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔

(۴۰) وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا عیسی نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلین بنانی آ گئی تھیں۔

(۴۱) عیسی کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔

(۴۲) وہ جھوٹی جھلک تھی۔

(۴۳) سب کھیل تھا اور سب لعب تھا۔

(۴۴) سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔

(۴۵) بہت مکروہ وقابل نفرت کام تھے۔

(۴۶) اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

(۴۷) روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکما تھا۔

مرزا کے اصل عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں:۔

انبیا کے معجزات دو قسم ہیں۔ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر عقل کو کچھ دخل نہیں۔جیسے شق القمر۔دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں، جو الہام سے ملتی ہے۔جیسے سلیمان کا معجزہ **صرح ممرد من قواریر** بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوتے تھے، جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے، اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے۔مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے عقلی طور پر مسیح کو ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو، جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ، یا پیروں سے چلتا ہو، کیوں کہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں۔حال کے زمانہ میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں۔اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ پرواز بھی کرتی ہیں۔بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔

ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیوں کہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں، سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھا دے، تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔ سلب المرض عمل الترب [مسمریزم] کی شاخ ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں، اور اب بھی ہیں، جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں، اور مفلوج ومبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی اس کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ محی الدین بن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسیح بحکم الٰہی اس عمل [مسمریزم] میں کمال رکھتے تھے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں، جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے، وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل [مسمریزم] کے ذریعہ اچھا کرتے رہے۔ مگر ہدایت وتوحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی جہالت، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی۔ تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ ممکن ہے، عمل الترب [مسمریزم] کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے، جو اس دخان میں ہوتی ہے، جس میں غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا، وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے، بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک طرفی طاقت تھی، جو ہر فرد بشر میں ہے، مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے، جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا، جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم، مفلوج، مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہوجاتے تھے۔ لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے، اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا، جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا، جیسے سامری کا گوسالہ [ص ۱۵۱ تا ۱۶۲]

(۴۸) التبلیغ صفحہ ۴۸۳:-

من آیات صدقی انه تعالیٰ وفقنی باتباع رسوله واقتداء نبیه ﷺ فما رأیت اثرا من آثار النبی ﷺ الا قفوته

(۴۹) ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶:-

نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ اپنے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے لکھا ہے، اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(۵۰) ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸:-

آیت ہے: **فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ۝ یعنی تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو۔ تا کہ اصل حقیقت ظاہر ہو۔ ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا، تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل۔

(۵۱) ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶۷۳:-

میں احمد ہوں جو آیت: مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ ؕ

میں مراد ہے۔

(۵۲) توضیح مرام طبع دوم صفحہ ۹:-

میں محدث ہوں، اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

(۵۳) دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹:-

سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(۵۴) براھین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے، اور نبی بھی۔

(۵۵) دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

(۵۶) اسی رسالہ کے صفحہ ۷ اپر ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ☆ اس سے بہتر غلام احمد ہے

(۵۷) اشتھار معیار الاخبار:-

میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔

(۵۸) ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر معجزات مسیح کو مسمریزم بتاتے ہوئے لکھا:-

اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

(۵۹) ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے نسبت لکھا ہے:-

بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے۔

(۶۰) ازالہ صفحہ ۶۲۹:-

ایک زمانہ میں چار سو نبیوں کی پیشین گوئی غلط ہوئی۔

اسی قسم کے کلمات کفریہ قادیانی کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں کہ اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ انہی وجوہ سے تمام علمائے ہند نے قادیانیوں کے کفر کے فتوے صادر فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے قادیانی کے رد میں چھ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں جزاہ اللہ خیراً:-

[۱۵۹](۱) جزاء اللّٰہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ

[۱۹۱](۲) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

[۲۲٤](۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان

[۲۳۱](٤) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲](٥) خلاصہ فوائد فتاوی

[۳۱۹](٦) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

[٤١] رد روافض [٤]

جب حضور اقدس ﷺ نے تبلیغ کے فرائض انجام دے دیے، اور رفیق اعلیٰ کے مشتاق ہوئے، تو رب العزت جل جلالہ نے بھی اپنے پاس بلانا چاہا۔ سورہ نصر شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جب خدا کی مدد اور فتح آجائے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکو، اور دیکھو لوگوں کو کہ دین اسلام میں فوج فوج، گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں، تو تم اللہ کی پاکی بیان کرو اور استغفار کرو، یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، اور اجازت چاہی، اور خداوند عالم کا سلام شوق پہنچایا۔ حضور بھی ہزار جان سے دیدار الٰہی کے مشتاق ہوئے، اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ صحابۂ کرام نے آپس کے مشورہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور کا جانشین تجویز کیا۔ مگر جو کچھ لوگ اس کے موافق نہ ہوئے اور انھوں نے بوجہ قرابت و رشتہ داری حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت مولائے کائنات نے اس کو غور کیا، تو غور کرنے کے بعد آپ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی، اور آپ کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کا تسلیم کرلیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے، تو ان کو بھی خلیفہ مانا۔ اسی طرح جب ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، تو ان کو بھی خلیفہ تسلیم کیا۔ ان کے وصال کے بعد چوتھے خلیفہ ہوئے۔

مگر کچھ لوگ اس خیال کے ہوئے کہ خلافت کا حق حضرت علی ہی کا تھا،

اور وہ تینوں خلافتیں غلط ہوئیں۔ اس لیے وہ لوگ حضرت علی کو خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔ اور حضرت علی کی محبت میں حد سے زیادہ غلو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ لوگ اپنے کو شیعہ کہتے ہیں، اور مخالفین ان کو رافضی کہتے ہیں۔ ان کی بارہ شاخیں ہیں۔

(۱) **علویة:-** یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے بھول سے وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دی ہے۔

(۲) **ابدیه:-** یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شریک خدا اور شریک نبوت جانتے ہیں۔

(۳) **شیعه:-** یہ کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ سے زیادہ دوست نہ رکھے، کافر ہے۔

(٤) **اسحاقیه:-** ان کا قول ہے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے، اور زمین کسی وقت پیغمبر سے خالی نہیں رہتی۔

(٥) **زیدیه:-** ان کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ جس نے حضرت علی کے رہتے ہوئے کسی دوسرے صحابی سے بیعت کی، وہ کافر ہے ـــــ دوسرے کا قول یہ ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت ام المومنین محبوبہ رسول رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کافر ہیں ـــــ تیسرے کا قول یہ ہے کہ سوائے اولاد حضرت علی کے کسی کی امامت جائز نہیں۔

(٦) **عباسیه:-** ان کا قول ہے کہ بجز اولاد حضرت عباس بن

عبدالمطلب کے کوئی امامت کے لائق نہیں۔

(۷) **امامیہ:-** یہ بجز بنی ہاشم کے دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

(۸) **نلوسیہ:-** یہ کہتے ہیں کہ جو دوسرے سے اپنے کو افضل سمجھے کافر ہے۔

(۹) **متناسخیہ:-** یہ کہتے ہیں کہ روح مردے کے بدن سے نکل کر دوسرے کے قالب میں جا پہنچتی ہے۔

(۱۰) **لاعنیہ:-** یہ حضرت طلحہ وزبیر ومعاویہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعنت کرتے ہیں۔

(۱۱) **راجعیہ:-** یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہتے ہیں کہ ابر میں اور کڑک میں آواز، قدم دلدل کی ہے۔ اور بجلی، اس کے سم سے آگ جھڑتی ہے۔ اور قیامت سے پہلے دنیا میں ایک بار آئیں گے، اور مردوں کو زندہ کر کے سنیوں کو دوزخ، اور شیعوں کو جنت میں داخل کریں گے۔

(۱۲) **متزالیہ:-** یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ سے لڑنا جائز ہے۔ اور عاصی ہونا روا ہے۔

یہ بارہ فرقے چودہ باتوں میں مختلف ہیں:

اول: نماز پنج گانہ جماعت سے پڑھنا سنت نہیں جانتے ہیں۔

دوم: دونوں موزوں پر مسح کرنا روا نہیں رکھتے۔

سوم: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو برا کہتے ہیں۔

چہارم: سوائے حضرت علی کے سب صحابہ کرام سے بیزار ہیں، اور ان کی

اہانت کرتے ہیں۔

پنجم: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کرتے ہیں۔

ششم: کہتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ اپنی قوت سے پیغمبری نہیں کر سکتے تھے، بغیر حضرت علی مرتضیٰ کے۔

ہفتم: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا نام بے ادبی سے لیتے ہیں۔

ہشتم: خدا کی رحمت اور اس کے دیدار سے ناامید ہیں۔

نہم: نماز تراویح کو سنت نہیں جانتے۔

دہم: تین طلاق جو کوئی ایک مرتبہ دے، تو کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوتی۔

یازدہم: داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر قیام صلوٰۃ میں رکھنا سنت نہیں جانتے۔

دوازدہم: خطیب کو سیاہ کپڑے پہناتے ہیں۔

سیزدہم: روزہ جلد کھولنا سنت نہیں جانتے۔

چہاردہم: مغرب کی نماز کا وقت آفتاب کے غروب ہوتے ہی سنت نہیں جانتے۔ جب تک کہ تارے نہ چمک جائیں، مغرب کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ان کے رد میں تحفۂ اثنا عشریہ بہت ہی زبردست کتاب تصنیف فرمائی ہے کہ تمام شیعہ باوجود سعیِ بلیغ اس کے جواب سے قاصر ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے چھ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:-

[۶۲](۱) الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه

[۲۲۰](۲) دفعة الباس علی جاحذ الفاتحة و الفلق و الناس

[۲۴۴](۳) ثلج الصدر لایمان القدر

[۱۹۲](۴) ردالرفضه

[۲۸۸](۵) لمعة الشمعه لهدی شیعة الشنیعه

[۴/ ۳۰۰](۶) فضائل فاروق رضی اللہ عنہ

[۴۲] ردنواصب [۱]

نواصب جمع ناصبی جس طرح روافض جمع رافضی کی ہے۔ اعلی حضرت امام اہل سنت نے نواصب کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے:-

[۳۰۵] الرائحة العنبریه من المجمرة الحیدریه

[۴۳] ردوھابیہ [۷۶]

یعنی ہم خیالان محمد بن عبد الوہاب نجدی ومولوی اسماعیل دہلوی جو بظاہر تقلید کرتے ہیں، عام ازیں کہ عرف میں وہابی کر کے مشہور ہوں، یا بنام دیوبندی شہرت یافتہ ہوں، یا دیوبندیوں کے ائمہ وپیشوا ہوں، جیسے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے فتوی سے معلوم ہوتا ہے۔

فتاوی رشیدیہ میں سوال وجواب حسب ذیل ہے:-

سوال:- وہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب:- محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ان کے عقائد عمدہ تھے،اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے ہیں،ان میں فساد آگیا ہے۔اور عقائد سب کے متحد ہیں۔اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔(فتاوی رشیدیہ کامل ص ۲۸۰ مطبوعہ گلستاں کتاب گھر دیوبند)

نیز فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۶۳ و ۶۴ پر ہے:-

سوال:- تقویۃ الایمان میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جو قابل عمل نہیں، یا کل اس کے مسائل صحیح،اور علمائے دین کو مقبول ہیں؟

الجواب:- بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔(ص ۸۴)

اسی طرح تقویۃ الایمان کے متعلق سوال ہوا تو اس کا جواب دیا کہ:

(میرے نزدیک) اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔(ص ۸۰/۸۷)

مسلمانو! ذرا انصاف، یہ تو قرآن شریف سے بھی بڑھا دینا ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف کو ماننا بے شک ایمان ہے، نہ کہ اس کا پڑھنا، بلکہ رکھنا۔ کیا بیسیوں کافر قرآن شریف نہیں پڑھتے؟ تو کیا وہ بغیر تصدیق کے فقط پڑھنے سے مسلمان ہو جائیں گے؟ کیا ہزاروں ہنود تاجران کتب کے یہاں قرآن شریف نہیں؟ کیا ہندو اہل مطابع اسے چھاپتے نہیں؟ تو کیا چھاپ کر رکھنے یا تجارت کے لیے رکھنے سے قرآن شریف کے ہندو مسلمان ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں ـــــ لیکن گنگوہی صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے: 'جس کا رکھنا، اور پڑھنا، جزء اسلام بھی نہیں، بلکہ عین اسلام ہے'۔

یہ ہیں ان حضرات کے اعتقادات وخیالات۔

بعض لوگوں کو ان کی حنفیت کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے، اور خیال کرتے ہیں کہ یہ تو حنفی ہیں، پھر وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

تو ان کو جاننا چاہیے کہ سنی اور حنفی دونوں کا مفہوم ایک نہیں کہ جو حنفی ہو، وہ سنی بھی ہو۔ یا اسی طرح جو سنی ہو، حنفی بھی ہو۔ سنی وہ ہے جو اعتقاداً اہل سنت وجماعت کے مسلک کا ہو۔ فروعاً حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ـــــ اور حنفی وہ ہے جو جزئیات فقہیہ اور فروع مذاہب میں امام الائمہ امام اعظم کا مقلد ہو، خواہ اعتقاداً سنی ہو یا معتزلی یا وہابی۔ تو غیر مقلدین نہ سنی ہیں، نہ حنفی۔ دیوبندی حنفی ہیں، مگر سنی نہیں۔ شوافع وغیرہ سنی ہیں، مگر حنفی نہیں۔ علماے اہل حق، اہل بریلی وبدایوں ورام پور وپیلی بھیت وغیرہ، یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ سنی حنفی دونوں ہیں۔

ان غیر مقلدین اور وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد اور اقوال علیحدہ نہ شمار کیے گئے کہ

جونیت امام کی، وہی نیت مقتدی کی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے جملہ اقوال ان کے اقوال ہیں۔ جن میں بعض عبارتیں اوپر مذکور ہوئیں، اور بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں:-

(۱) تقویۃ الایمان ص ۲۱ مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ میں ہے:-

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ص ۱۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۲) صفحہ ۱۸:-

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (ص ۵ مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

(۳) صفحہ ۱۹:-

(اللہ صاحب نے فرمایا) کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔ (ص ۱۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۴) صفحہ ۱۷:-

جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (ص ۱۱ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۵) (یہ دعوی کر کے کہ کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں کہا:)

جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (ص ۷ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۶) صفحہ ۲۲ پر اس کے ثبوت میں کہا:-

ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔

(ص ۱۳، ۱۴ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۷، ۸) تقویۃ الایمان ص ۱۶ (ص ۱۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(۹) تقویۃ الایمان صفحہ ۴۷ (ص ۴۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(۱۰) (ص ۲۰/۲۱ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اللہ زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔

(۱۱) کتاب مذکور صفحہ ۸۶/۸۵ (ص ۴۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیں دار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔اھ

(۱۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۸ (ص ۴۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ...... ہم چھوٹے ہیں۔

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۸۰ (ص ۴۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سو بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۸۵ (ص ۴۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو ان میں بھی اختصار ہی کرو۔

(۱۵) کتاب مذکور ص ۸۳ (ص ۴۵ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(پیغمبر خدا نے فرمایا) یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کرو وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔

(۱۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۹ (ص ۱۷ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۸۹ (ص ۴۸ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ) پر نبی ﷺ پر افترا کیا کہ:

سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل ہیں۔

اب ہدایت بھی گئی، نری احکام دانی رہ گئی۔ وہاں بڑائی کا ذکر تھا یہاں مطلق امتیاز کا اسی میں حصر ہو گیا۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۳، ۱۴ (ص ۸، ۹ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا۔ اور جو منع کیا اس سے دور رہنا............ اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی انبیا و اولیا کی...... اس قسم کی تعظیم کرے...... ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۴۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نام جپنا انھیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

کلمہ طیبہ میں حضور کا نام جپنا ہے تو کلمہ پڑھنا بھی شرک ہوگا۔

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۳۷ (ص ۲۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۳۸ (ص ۲۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی...... اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں، اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

مسلمانو! کیا تمہارے نبی محبوب الٰہی نہیں، کیا ان کی محبوبیت وجہ قبول شفاعت نہیں؟

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴۶ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اے فاطمہ! بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آوں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ...... سوانھوں نے سب کو، اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ...... اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔

یہ ان عظیم الشان حدیثوں کا انکار ہے جو مسلمانوں کے گوش زد ہے کہ سب انبیا نفسی نفسی فرمائیں گے، اور حضور اقدس ﷺ انا لہا فرمائیں گے۔

(۲۳) کتاب مذکور صفحہ ۵۲ (ص ۲۹ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۳۵ (ص ۲۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،...... کچھ فائدہ ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۴۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ)

نفع اور نقصان کی امید رکھنی اسی [اللہ] سے چاہیے کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۷۷ (ص ۴۲، مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۲۷) کتاب مذکور صفحہ ۵۴ (ص ۳۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انھیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔

(وغیر ذالک من الخرافات)

(۲۸) صراط مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ دیباچہ میں اپنے پیر کو لکھا کہ:

آپ کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانش مندوں کی راہ وروش سے خالی تھی۔ (ص ۳، مترجم مطبوعہ ۱۳۲۴ھ مطبع احمدی، لاہور)

شفاء قاضی عیاض صفحہ ۲۳۷ میں ہے: **کون النبی امیا آیة له و کون هذا امیا نقیصة وجهالة** (نبی کریم ﷺ کا امی ہونا آپ کا معجزہ ہے اور دوسرے کا ناخواندہ رہ جانا جہالت وعیب ۱۲ رضوی)

(۲۹) منصب امامت مولوی اسمٰعیل دہلوی ص ۱۳۱ و فتاوی گنگوہی حصہ ۳، ص ۲۳:-

بہت چیزیں کہ مقبولوں کی معجزہ گنی جاتی ہیں ویسی بلکہ قوت و کمال میں ان سے بڑھ کر جادوگر اور طلسمات والے کر سکتے ہیں۔ (بسیار چیز است کہ ظہور آں از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمرد می شود حالاں کہ امثال ہما افعال بلکہ اقوی و اکمل ازاں ارباب سحر و اصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد)، (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۹۸ مطبوعہ گلستاں کتاب گھر دیوبند)

(۳۰) ایضاً:-

(معجزات کو دیکھ کر) جو یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ نے انبیا کو تصرف کی قدرت دی ہے وہ بیشک کافر ومشرک ہے۔ (ایں کہ جل وعلا ایشاں راقدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکاروبار بنی آدم بایں شاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الٰہی خود تصرف می نمایند وایں تصرفات گوناگوں وتغیرات بوقلموں درعالم کون بر روئے کارے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردود است وکافر مطرود)، (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۹۹ مطبوعہ گلستاں کتاب گھر دیوبند)

(حالانکہ) مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس صفحہ ۸ میں ہے۔

معجزہ خاص ہر نبی کو جو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گہ وبیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔

(معاذ اللہ تصرف کی قدرت ماننا شرک ہو تو نبی کو معجزہ پر قدرت کیا ہوگی؟)

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہست قدرت اولیا را از الہ ☆ تیر جستہ باز گرداند زراہ

(۳۱) صراط مستقیم ص ۳۸:۔

بعض اولیا کو احکام شرعیہ بے وساطت انبیا بھی پہونچتے ہیں۔ احکام شرعیہ میں ان پر وحی آتی ہے۔ وہ ایک طرح تقلید نبی سے آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق ہوتے ہیں۔ وہ انبیا کے ہم استاد ہیں۔ تحقیقی علم وہی ہے جو انھیں اپنی وحی باطنی سے ملتا ہے، وہ جو انبیا سے ملا تقلیدی ہے۔ وہ علم میں انبیا کے برابر ہوتے ہیں۔ (مترجماً ملتقطاً)

(۳۲) کتاب مذکور ص ۳۸:۔

بالضرورت ان ولیوں کو ایک محافظت دیتے ہیں کہ محافظت انبیا کے مثل ہوتی ہے، جس کا نام عصمت ہے۔ (مترجماً)

جب انبیا کی طرح معصوم بھی ہوئے اور احکام شرعیہ کی وحی بھی آئی اور ان میں تقلید انبیا کے پابند بھی نہ ہوئے پھر نبی بلکہ مستقل رسول ہونے میں کیا رہ گیا؟

(۳۳) یکروزہ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی میں ہے:-

اتارنے کے بعد قرآن کا فنا کر دینا ممکن ہے۔ (مترجما)

قدیم فنا نہیں ہوسکتا تو قرآن مجید حادث اور مخلوق ہوا۔

(۳۴) تنویر العینین مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی:-

ایک امام کی پیروی کہ اس کی سند پکڑے اگر چہ حدیث و کتاب سے خلاف پر دلیلیں ثابت ہوں۔ اس قول کے موافق اس کی تاویل کرے یہ نصرانی ہونے کا میل اور شرک کا حصہ ہے۔ تم ڈرتے نہیں کہ تم نے اماموں کو اللہ کا شریک کر دیا۔ (مترجما)

(۳۵) صراط مستقیم صفحہ ۱۷۵ پر اپنے پیر کے متعلق لکھا:-

ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا سیدھا ہاتھ اپنے دست قدرت میں لیا، اور عالم قدس کی ایک بہت عجیب عظیم چیز ان کو پیشکش کی اور فرمایا: تجھے دی اور اور چیزیں بھی دوں گا۔

(مترجما) (ص ۱۷۶ از مترجم مطبوعہ ۱۳۲۴ھ مطبع احمدی لاہور)

(۳۶) صراط مستقیم میں ہے:-

مکالمہ و مسامرہ بدست می آید (ص ۱۳) یعنی اللہ سے کلام اور باہم داستان گوئی ہوتی ہے۔ گاہے کلام حقیقی ہم می شود (ص ۱۵۴) کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ (ص ۱۵۴ از مترجم مطبوعہ ۱۳۲۴ھ مطبع احمدی لاہور)

(۳۷) تقدیس القدیر صفحہ ۵۸ میں یہ بحث چھیڑ کر کہ رسول اللہ ﷺ کا معاذ اللہ! مشرک ہونا اور حضور کے تمام اعمال معاذ اللہ! برباد ہو جانا ممکن ہے یا نہیں؟ نتیجہ میں لکھا۔

صدور شرک آں جناب سے لامحالہ ممکن ہے۔ جب شرک ممکن ہوا تو حبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن۔

اور ضمن استدلال میں یہ آیتیں پیش کیں: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۝ وَمَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِیْمَانُ

یعنی وہ وحی سے پہلے گمراہ تھے وحی سے پہلے ایمان نہ رکھتے تھے معاذ اللہ معاذ اللہ! ایسے ایسے کلمات اہانت آمیز وتوہین خیز خدا اور رسول کی شان میں لکھنا ان وہابیوں کی خاص صفت ہوگئی ہے۔ انہیں وجوہ سے علمائے اہل سنت نے ان کے عقائد باطلہ وتحریرات عاطلہ کا رد کیا، اور حکم شرعی جو کتب فقہیہ میں تھا، وہ ظاہر کیا۔ زبان سے کہا، اور تحریرات کے ذریعہ رسائل وکتب مصنفہ میں شائع کر کے ان لوگوں تک پہنچایا۔ رجسٹری کر کے بھیجا تاکہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں غور کریں۔

مگر ہدایت خداوند عالم کے اختیار میں ہے: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے وہابیہ کے رد میں ۷۶ کتابیں مفصلۂ ذیل تصنیف فرمائی ہیں:-

[۲] (۱) حل خطاء الخط

[۱۱](۲) سلطنة المصطفى فى ملكوت كل الورى

[۱۶](۳) الآمر باحترام المقابر

[۱۷](۴) اقامة القيامة على طاعن القيام لنبى تهامه

[۱۸](۵) هدى الحيران فى نفى الفىء عن شمس الاكوان

[٤٤] رد غیر مقلدین [٢٦]

یہ وہابیہ کے سرغنہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ماننے والے ہیں۔محمد بن عبد الوھاب رئیس نجد کا لڑکا، بڑا چالاک ہوشیار تھا، اور باپ دادا اس کے نظم ظاہری اور باطنی میں اس جگہ کے مقتدا، اور صاحب سلسلہ تھے۔اس کے خاندان کا اس اطراف میں بڑا اعتبار تھا۔ابن عبد الوہاب نے سلطنت کی حکمرانی کا ارادہ کیا، اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ دین داری کے حیلہ سے لوگوں کو جمع کر کے، مکہ اور مدینہ کو اپنے تصرف میں لے لیا جائے، کہ فوج ولشکر سے خالی ہیں، اور مال وخزانہ ان میں بے شمار ہے۔چنانچہ اس نے جب مال خزانہ اور ایک بڑے گروہ کو اپنے قبضہ میں کرلیا، تو وعظ میں یہ بیان کیا کہ

سب حاضرین مل کر ایک شخص کو سوار مقرر کریں۔مگر مجھ کو معاف رکھیں کہ دنیا کی رغبت نہیں رکھتا ہوں۔تو پہلے ان لوگوں نے جو ملے ہوئے تھے، پھر سبھوں نے کہا کہ سوائے آپ کی ذات شریفہ کے اور کوئی اس کام کے لائق نہیں۔تب اس نے کہا کہ میں مجبور ہوں کہ مسلمانوں کا گروہ مجھے سرداری کے لیے منتخب کرتا ہے۔ میں خلاف کیسے کرسکتا ہوں؟ لاچار ہو کر قبول کرتا ہوں۔مگر ایک شرط یہ ہے کہ اعمال میں میرے تمام لوگ میرے مطیع رہو، اور میرے حکم سے نہ پھرو۔

آخر سب سے بیعت لے کر امیر المومنین بنا، اور نام اس کا سلطان کے نام کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا۔قصبہ درعیہ جو وطن اس کا تھا، وہی تخت گاہ قرار دے کر اپنی اولاد واقارب کو شہروں کا حاکم کیا، اور آپ خود ایک نیا مذہب جاری کیا، جس کی رو سے تمام اہل سنت وجماعت کافر ٹھہریں۔کچھ مسئلے متفرق خارجیوں کے، کچھ معتزلہ کے، کچھ ملاحدہ ظاہرہ کے مذہبوں سے لے کر، کچھ اپنے جی سے

جوڑ کر ایک رسالہ بنایا، اور اس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ جس میں تمام امت مرحومہ کو کافر لکھا۔ خصوصاً ساکنان حرمین محترمین کو۔ تاکہ ان کا لوٹنا اور مارنا جہاد ٹھہرے۔ تاکہ خوب مال وزر جمع ہو جائے۔ ایسی کاروائی سے اس وہابیہ فرقہ نے ترقی کی، اور اس نے اپنا نام محمدی قرار دیا، لیکن محمدی تو سب مسلمان ہیں، اس لیے سنیوں نے اس فرقہ کا نام محمد بن عبد الوہاب کے باپ کی طرف منسوب کر کے وہابیہ رکھا۔ جو سارے عرب وعجم، روم وشام میں مشہور ہو گیا۔

ہندوستان میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کا خاندان بہت علمی تھا۔ اور قریب قریب ہندوستان کے تمام یا اکثر علما، فن حدیث میں انہیں کے خوشہ چیں اور مستفیدین تھے۔ اسمٰعیل ان کا یتیم بھتیجہ تھا، جن کے باپ مولوی عبد الغنی بن شاہ ولی اللہ صاحب اپنے بڑے بھائیوں کے سامنے انتقال کر چکے تھے، اس لیے لوگ رحم وکرم کرتے، اور پھر مانتے تھے لیکن طبیعت میں جاہ پسندی اور حب دنیا تھی۔ یہاں ہندوستان کی سلطنت بھی کمزور ہو رہی تھی، اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ جب تک مولانا شاہ عبد العزیز صاحب زندہ تھے، اعلانیہ ان کی مخالفت کی ہمت نہ پڑی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو بھتیجے صاحب کو کھل کھیلے۔ نجدی کی کتاب التوحید کہیں سے ان کو ہاتھ لگ گئی تھی، اسی کی تبلیغ وتلقین شروع کی، اور اس کا چربہ بنام "تقویۃ الایمان" لکھ کر اطراف واکناف میں پھیلایا۔ اس میں بات بات پر حکم شرک وکفر جڑا۔ انبیاء ورسل ملائکہ وصالحین کی سخت توہین کی۔

تنویر العینیں میں لکھا:-

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن

الرجوع الیٰ الروایات المنقولة عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترك قول امامه ففیه شائبة من الشرك ۔ یعنی میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص معین کی تقلید کا التزام کرنا کیونکر جائز ہوگا باوجود ممکن ہونے رجوع ان روایتوں کی طرف جو نبی ﷺ سے منقول ہیں جو مخالف امام مقلَد کے قول کے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اگر اپنے امام مقلَد کے قول کو نہ چھوڑے، تو اس میں آمیزش شرک کی ہے۔

تو جولوگ یہاں مولوی اسماعیل دہلوی کے معتقد اور ہم خیال اور کتاب التوحید و تقویۃ الایمان کے ماننے والے ہوئے، ان کو وہابی کہتے ہیں۔

ہندوستان میں وہابیہ کی دو شاخیں ہیں۔

ایک: جو صرف عقائد میں ان کے ہم خیال، اور عمل میں بظاہر مخالف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے تقلید کے قائل۔

دوسرے: عقائد میں بھی ہم خیال، اور عمل میں بھی۔ یعنی تقلید کے مخالف آمین بالجہر، رفع یدین کرنے والے ـــــ ان کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے غیر مقلدوں کے رد میں چھبیس کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائی ہیں:-

(۱) [٤٨] النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید

(۲) [٥٧] صفایح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین

(۳) [١٠٨] وصاف الرجیح فی بسملة التراویح

(٤) [١٠٩] السیوف المخیفة علی عائب ابی حنیفة

(٥) [١٢٢] جمیل ثناء الائمة علی علم سراج الامة

[۴۵] ردندوہ [۱۷]

ندوہ کی داغ بیل ۱۳۱۰ھ میں پڑی اور ۱۳۱۱ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ استاذ الاساتذہ حضرت مفتی عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۷ھ میں کان پور میں مدرسہ فیض عام قائم کیا۔ دو برس تک خود ہی مدرس اول رہے، اس کے بعد اپنے لائق فائق شاگرد استاذ العلما (حضرت مولانا لطف اللہ صاحب) کو اپنی جگہ رکھ کر حج کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سات برس تک کانپور میں اپنے درس سے طلبائے علوم دینیہ کو فیضیاب فرما کر علی گڑھ تشریف لے گئے، اور مدرسہ جامع مسجد میں لوگوں کو درس دینا شروع کیا۔ مگر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد بھی مدرسہ فیض عام کا فیض، عام رہا اور طلبہ برابر پڑھ کر فارغ التحصیل ہوا کیے۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جو طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ان کی دستار بندی کا جلسہ تھا، اور مشاہیر وقت استاذ العلما مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، حضرت حافظ شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض عام کان پور، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی قادری چشتی وغیرہ اکابر علما و مشائخ کرام تشریف فرما تھے کہ ان کے باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ علما کی ایک مجلس قائم کی جائے اور آئندہ سال فیض عام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہندوستان کے تمام مشاہیر علما کو اس کے لیے عام دعوت دی جائے، اور اس مجلس کا نام ندوۃ العلما قرار پایا۔ جس کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری مقرر ہوئے۔

چنانچہ دوسرے سال یعنی ۱۳۱۱ھ ,۱۵/۱۶/۱۷/شوال مطابق ۲۲/۲۳/۲۴/ اپریل ۱۸۹۴ء مدرسہ کے چودہ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ حضرت استاذ العلما جناب مولانا لطف اللہ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائے۔ جناب شاہ سلیمان صاحب پھلواروی قادری چشتی نے سورہ جمعہ کا بہت ہی موثر وعظ فرمایا۔ اگر اس جلسہ میں خالص علمائے اہل سنت ہی مدعو ہوتے اور انہیں کا مخصوص جلسہ ہوتا، تو بلا شبہہ قوم وملک کے لیے یہ بہت ہی مفید مجلس ثابت ہوتی۔ مگر شیطان کی شیطان بازی یہ ہے کہ جب انسان کوئی اچھا کام کرنے لگتا ہے تو وہ بھی چپکے سے آ کر شامل ہو جاتا ہے، اور ایک ایسی رائے ٹھونک دیتا ہے جو بظاہر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن وہی بس کی گانٹھ اور زہر ہلاہل ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی دنیوی فلاح و بہبود کی ترکیبیں بہت معقول نکالی تھیں، کاش تقسیم عمل کے وصول پر اکتفاء کرتے اور دینی امور میں دخل نہ دیتے تو تمام ہندوستان کے لوگ متفقہ طریقے پر ان کا ساتھ دیتے، لیکن ان کی دینی تجدید نے مسلمانوں کو ان سے علیحدہ کر دیا۔

اسی طرح کاش! یہ دینی جلسہ صرف دیندار علما ومشائخ اہل سنت کا ہوتا تو واقعی بہت مفید ہوتا، اور ہندوستان کے تمام اہل سنت اس سے اتفاق کرتے، مگر غضب یہ کیا کہ اس کو ایک مذہبی جلسہ کی حیثیت سے ہٹا کر ایک میلہ کی شکل بنا دی۔ چنانچہ اس جلسہ کے ایک معتبر وثقہ شریک نے ان لفظوں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے

شوال ۱۳۱۱ھ میں پہلا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس اپنی شان اور اجتماع میں خود اپنی نظیر تھا، ایک شان تھی کہ ہر فرقہ کے صنادید علما شریک جلسہ تھے علمائے حنفی کے

علاوہ اہل حدیث میں سے ابراہیم آروی مولوی محمد حسین بٹالوی شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام الحسنین کنتوری شریک جلسہ تھے۔

اور ظاہر ہے کہ جب مختلف الخیال مختلف عقیدہ کے لوگ مدعو ہیں، اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو حق جانتا ہے تو یقیناً ہر ایک وہی بولی بولے گا، جس کا وہ معتقد ہے۔ ایسی صورت میں عام مسلمانان شرکائے جلسہ کو اس جلسہ سے فائدہ پہونچے گا یا سرا سر نقصان ہی نقصان؟ چنانچہ پہلے ہی جلسہ میں مولوی غلام حسین کنتوری مجتہد روافض نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بیان کیا، اور یہ کہ نبی ﷺ نے خم غدیر پر ان کے عمامہ خلافت باندھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملۃ حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے حضرت الاسد الاسند الاشد الارشد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کو اشارہ سے بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اسی وقت وہ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت استاذ العلما مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی خدمت میں پہونچے اور فرمایا کہ یہ کیسا جلسہ ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ صبح سے میں بھی تو یہی جھینک رہا ہوں۔ چنانچہ ناظم ندوہ جناب مولانا محمد علی صاحب کو کہا گیا اور اس کی شناعت ظاہر کی۔ انھوں نے یہ عذر کیا کہ ہم نے تو پھیلایا ہے، سمیٹیں کیونکر؟ آئندہ سال سے اس کا خیال کیا جائیگا۔ روداد اول صفحہ ۶۴ ملاحظہ ہو۔ اسی بیان کے متعلق لکھا ہے:۔

اس بیان سے حاضرین جلسہ کو فی الجملہ تکدر ہوا اور بعض اشخاص نے کچھ بولنا بھی چاہا۔ مگر چونکہ یہ بات قرار پا چکی تھی کہ مجلس میں کسی قسم کی رد و قدح نہ ہو اسی لیے خاموشی اختیار کی گئی۔

اس طرف تو یہ اخلاق اور اُدھر ان مجتہد صاحب نے رسالہ ''آئینہ حق نما''
میں چھاپ دیا کہ:-

ہم دوسو علما نے ندوہ کے مواجہہ میں خلافت بلافصل بیان کر آئے اور کسی نے کان نہ
ہلایا۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی اضطراری بات نہ تھی کہ مجتہد صاحب کی زبان سے بے
سوچے سمجھے نکل گئی۔ بلکہ جان بوجھ کر یہ تبرا بکا، اور اس پر فخر کیا، اور اسے چھاپا۔
جبکہ اِدھر سے نہ صرف سکوت ہی رہا بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا گیا، ان کی تعریف
کی گئی۔ روداد اول ص ۶۳ پر ہے:-

مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مولوی غلام حسین صاحب کا
شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے اس جلسہ میں تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ
ہماری اتحادی مجلس میں مستند علمائے شیعی شریک ہوئے۔

اور ہر سال اس کی شناعتیں بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت برابر اصلاح کی
کوششیں کرتے رہے اور ادھر سے ہمیشہ وعدے کئے گئے مگر کبھی وہ وعدہ وفا نہ
ہوا۔

اب میں چند عبارتیں اور اقوال ان کے نقل کرتا ہوں جو باعث اختلاف
علمائے اہل سنت ہوا، اور علمائے ندوہ نے باوجود وعدہائے مکرر ان کی اصلاح نہ
کی۔ ورنہ مسلمانوں کے لیے بہت ہی مفید جماعت ہوتی۔ مگر شیطان نے بیچ
میں گھس کر ایسے اقوال ان سے کہلوائے، اور ایسی عبارتیں لکھوائیں، جس کی وجہ
سے اختلافات بڑھتے گئے۔ اور یہ مفید جماعت دین و مذہب کے لیے مضر ہو کر
رہی۔

(۱) مولوی غلام صاحب مجتہد کی منقولہ بالا عبارت

(۲) روداد اول ص ۶۱، ۶۲۔ (تقریر حقانی صاحب دہلوی)

ہندوستان میں تین قسم کے مسلمان ہیں۔ سنی، شیعہ، پھر سنیوں میں مقلد غیر مقلد۔ افسوس ہے کہ سب کا ایک قرآن، ایک کعبہ، ایک نبی۔ وہ امور جو مرشد کامل سے قطعی الثبوت ہیں، عقائد سے لیکر عملیات تک ان سب میں سب کا اتفاق۔ (الیٰ قولہ) پھر صاحبو! یہ جھگڑا اور تو تو میں میں کیسی؟ ذرا ذرا باتوں کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی گئی ہے۔

(۳) اسی میں ہے:۔

اس سردار سے تم کو کیا فائدے پہنچیں گے؟ اول تو تمہارے مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے جو ہر ایک طبیعت کے مولوی صاحب سے دور ہونے ممکن نہیں۔

(۴) اسی حصہ میں ہے:۔

اول برکت اس جلسہ کی یہ ہے کہ اس نے شیعہ اور سنی اور مقلدین اور اہل حدیث مختلف اذواق کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ امید ہے کہ جیسے قوائے مختلفہ کے اکٹھا ہونے سے ایک کیفیت متشابہ پیدا ہو جاتی ہے، جس کو مزاج کہتے ہیں۔ ان طبائع مختلفہ کے اجتماع سے ایک دوسری حالت پیدا ہو، جو قریب قریب اعتدال حقیقی ہو جائے۔

(۵) اسی حصہ میں ص ۱۰۹ پر ہے۔ (تقریر مولوی عبداللہ انصاری):۔

اس وقت لازم ہے کہ جملہ کلمہ گو واہل قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لیں، اور آپس کے مباحثہ کو ترک کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

(۶) مضامین اربعہ روداد میں ہے۔ (رسالہ اتفاق مولوی آروی):۔

اگر کسی کافر کو مسلمان کرتے ہیں، تو اس سے فقط کلمہ شہادت پڑھواتے ہیں، جہاں اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا، سب نے اسے مسلمان جان لیا۔

(۷) اسی میں ہے:-

مسلمانوں کا کوئی فرد ایسا ہے جو کلمہ شہادت کا اقرار نہیں کرتا؟ پھر اس کی ہتک حرمت کیوں کر حلال ہو سکتی ہے؟

(۸) اسی حصہ رُوداد میں ہے:-

جب تم نے باوجود اس نسبت کے کہ وہ بلا اکراہ اللہ کو ایک اور محمد ﷺ کو رسول اللہ کہتا ہے، اس کی اہانت کی۔ تو اب جس قدر اہانت کی جاتی ہے، وہ اہانت اللہ کے نام اور رسول اللہ کی اہانت ہے۔

(۹) اسی میں ہے:-

ندوہ یہی چاہتا ہے کہ ہر فرقہ کے مسلمان اپنے اپنے مذہب پر دیانۃً قائم رہنے کے ساتھ ملے جلے رہیں۔ ان میں مذہب چاہے ایک نہیں سو ہوں۔

(۱۰) اسی میں ہے:-

ہر وہ شخص جو بلا اکراہ اللہ و رسول کو مانتا ہے اور اسلام سے راضی ہے بے شک میرا مسلمان بھائی ہے۔ کسے باشد! ان میں جو اللہ و رسول سے جہاں تک محبت اور تقویٰ رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے، کوئی مذہب والا مسلمان ہو۔

(۱۱) اسی میں ہے:-

ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے، اور ہر امر میں حقیقۃ الحال خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، اور وہ شخص خدا اور رسول کی اطاعت دیانۃً اسی میں سمجھتا ہے، جس کو ہم خلاف حق خیال کرتے ہیں، تو ہمارا خلاف حق سمجھنا دوسرے کے حق میں کیا ضرر پہنچ سکتا ہے؟ اللہ کے معاملے نرالے معاملات نہیں۔ دنیاوی معاملات سے مذہبی معاملات کا مقابلہ کر کے بہت اچھی طرح سمجھے جا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے سیکڑوں فرقوں میں حق پر کون شخص ہے اور

ناحق پر کون؟ خدا کس سے راضی ہے، اور کس سے ناراض؟ حضرات! مقام غور ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کے ملت و مذہب میں کس قدر اختلافات ہیں۔ گورنمنٹ سب کو اپنا مطیع خیال کر کے ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ تو بات یوں ٹھہری کہ جو اللہ ورسول کو بلا اکراہ مانتا ہے اور اپنی سمجھ میں اللہ ورسول کی اطاعت اپنے اوپر فرض جانتا ہے اور مذہبی کام جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اس میں اللہ ورسول کی اطاعت وخوشنودی کا خیال کرتا ہے وہ یقیناً مسلمان ہے، کسے باشد! تو جیسے گونمنٹ کے ہواخواہ، وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے، اسی طرح جو شخص مومن کو کافر کہتا ہے، خدا بھی اس کی سنگین سزا کرے گا۔ کسی کی ہوا خواہ وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے۔ دیکھو تعزیرات ہند ص ۲۱۱۔

(۱۲) اسی میں ہے:-

مسلمانوں کے آپس میں محبت نہیں تو ایمان ندارد۔ اور ایمان رخصت تو جنت سے کیا سروکار!

(۱۳) اسی میں ہے:-

رسول اللہ ﷺ نے بغض و عناد کو جو اتفاق شکن چیز ہے، حالقہ فرمایا ہے، اور تصریح فرمادی ہے کہ بغض و عنا دسروں کو نہیں مونڈ تے، بلکہ دین کو مونڈ ڈالتے ہیں۔

(۱۴) حصہ مضامین نظم ونثر میں ہے:-

یہاں تو ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق پر اپنی تمام ہمت کو صرف کرنا زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتے ہیں۔ اسلام میں یہ بلا، سب بلاؤں سے زیادہ سخت ہے۔

(۱۵) اسی میں ہے:-

اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اور اس کے اصول سب فرقوں میں یکساں مرتبہ رکھتے ہیں۔

(۱۶) حصہ مضامین ثلثہ میں ہے:-

میں بالخصوص اس رائے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ۹۴ء کے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس مجلس کی تائید میں پاس کی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ناموراہل الرائے مسلمانوں کا ایک جلسہ ہے۔ جس جوش و ہمدردی کے ساتھ ندوۃ العلما کی تائید اس جلسہ میں کی گئی ہے، اس کی کیفیت سرصفحوں پر چھاپی گئی ہے۔ یہ تجویز نواب محسن الملک نے پیش کی تھی، اور سید محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی، جن کی نسبت یہ کہنا بالکل بے مبالغہ ہے کہ مثل ان کی تربیت یافتہ عالی خیال مسلمان انگریزی تعلیم نے اس وقت تک ہندوستان میں پیدا نہیں کیا۔ [ملاحظہ ہو رسالہ حسنوہ فی وجوہ اتباع الندوہ فصل اول اور اس کا مفصل رد فصل دوم میں مصنفہ مولوی غلام احمد صاحب بجواڑی]

(۱۷) روداد دوم ص ۱۰ میں ہے:-

حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے عقائد میں بھی اس حد کا اختلاف ہے کہ ایک کے عقیدے کے مطابق دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوتا ہے۔ ان کے عقائد کے رو سے ان کی باہمی اسلامی شرکت بھی نہیں۔ اس لیے کہ ایک شئ حنفیہ کے یہاں فرض یا واجب اور شافعیہ کے یہاں حرام یا مکروہ۔ اور فرض کو ممنوع یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے۔

(۱۸) روداد دوم ص ۹ (تقریر ناظم صاحب):-

مقلد غیر مقلد کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسا حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کا۔

(۱۹) روداد سوم میں ہے:-

دارالعلوم کی تجویز پیش ہوئی۔ مولوی ابراہیم صاحب آروی نے اختلاف کیا اور وجہ بیان کی کہ اس دارالعلوم میں خصوصیت مذہب رکھنا مناسب نہیں۔ ناظم صاحب نے کہا اس کا خیال رکھا جائے گا۔ باتفاق عام یہ تجویز پاس ہوئی۔

(۲۰) مضامین نظم ونثر میں ہے:-

(الف) ص۲۴ میں ہے:-

غیر مقلدین اتقیائے اہل سنت ہیں

(ب) صفحہ۲۳ میں ہے:-

ان کے اختلافات سراسر مفید ہیں۔

(ج) صفحہ۳۲ میں ہے:-

مذہب اسلام کے معین ومددگار ہیں۔ان سے بنائے اسلام قائم ہے۔ان سے اسلام کی ادق تحقیقات اور ذوق وعرفان الٰہی مرتب ہے۔

(۲۱) روداددوم میں ہے:-

ایک محکمہ افتا قائم کیا جائے۔ جوشخص کسی قسم کا سوال ندوے سے کرے، اس کا جواب دیا جائے۔

(ص۶۰ ....

بہت غیر مناسب ہے کہ نائبان پیغمبر کی مجلس ہو، اورلوگ کسی امر کی ہدایت چاہیں اوران کی جانب قطع نظر بدنمائی اور بد دلی کے مواخذہ اخروی کا بھی خوف ہے۔(ص۶۲) انھیں جواب نہ ملے، یا دیر ہوجائے تو جو جی میں آئے اس پر عمل کرنے کا بہت بڑا حیلہ ہے۔ یہ حالت عوام کوکس قدر مطلق العنانی کا باعث ہے، جومسائل اس وقت باعث نزاع ہورہے ہیں، ان کے جواب سے سکوت رہے۔(ص۶۳)

(۲۲) رودادادل صفحہ ۶۸ میں ہے۔(تقریر میر محمد شاہ رام پوری):-

شافعی، حنفی غیرمقلد بھی تم ہوگئے، تو خدا کے نزدیک تو کچھ رتبہ نہ بڑھ گیا۔اس کے نزدیک اس کی قدر ہے، جس کے دل میں ایک ذرہ محبت کا ہے۔ چاہے شافعی ہو، چاہے حنفی، چاہے غیر مقلد۔

(۲۳) اتمام الحجہ صفحہ ۱۵ میں ہے:-

ایک شخص تمام اصول دین کا مقر ہے، بعض میں خلاف کرتا ہے، ایسے مقام پر حب فی اللہ کا مقتضی بھی ہوگا کہ محبت اس سے غالب ہو اور بغض مغلوب۔

(۲۴) القول الفاصل ص ۲، علمائے ندوہ کی حقیت کے وجوہات صفحہ ۳ میں ہے:-

ابن ماجہ کے صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔ حضور ﷺ نے بقسم فرمایا: میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی، ایک جنتی ہوگا، باقی جہنمی۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! جنتی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جماعت۔ یعنی جدھر مجمع زیادہ ہو ــــــ جو ان حدیثوں پر غور کرے گا، ہرگز ندوہ کی مخالفت نہ کرے گا۔

(۲۵) اسی کے ص ۵ میں ہے:-

قرآن کے ساتھ تمسک کی یہی صورت ہوگی کہ ندوہ کے ساتھ اتفاق کریں۔ ورنہ جہنم ہی ٹھکانہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَمَنْ يَّتَبِعْ غَيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط جو مسلمانوں کے طریق کے سوا کوئی دوسری سبیل چاہے تو اس کو ہم پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ڈال دیں گے اس کو جہنم میں۔

(۲۶) روداد اول ص ۶۲ میں ہے۔ (تقریر حقانی صاحب):-

یہ مجلس کافہ اسلام کے علما کی ہے۔ سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد سب مل کر سرانجام کریں۔

اس کے علاوہ مضامین اربعہ:

ص ۱۲ ص ۱۴ صفحہ ۱۶ صفحہ ۱۷ صفحہ ۱۸ صفحہ ۲۰ صفحہ ۲۱ صفحہ ۲۲ صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۶ صفحہ ۲۷ صفحہ ۳۶ صفحہ ۳۷ صفحہ ۳۹ مضامین نظم و نثر صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۴ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۸ صفحہ ۳۲ صفحہ ۳۸

صفحہ ۴۶ صفحہ ۴۷ صفحہ ۸۵ صفحہ ۹۰ صفحہ ۹۱ صفحہ ۹۲ صفحہ ۹۳ روداد سال دوم صفحہ ۸ صفحہ ۱۰ صفحہ ۶۰ صفحہ ۶۱ وغیرہ۔

یہ مختصر نمونہ از خروارے ان کے اقوال شناعت اشتمال کے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیندار علمائے اہل سنت ندوہ سے علیحدہ ہوگئے، اور علیحدہ رہے اور لوگوں کو تحریراً اور تقریراً اس کی شناعت پر مطلع کرتے اور علیحدہ رکھنے کی ہدایت کرتے رہے۔ جن میں اشہر مشاہیر

[۱] حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی

[۲] اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی

[۳] حضرت کنز الکرامت جبل الاستقامت الاسد الاسدّ الاشدّ الارشد مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت

[۴] حضرت والا درجت حافظ صحیح بخاری مولانا مولوی سید عبد الصمد صاحب نقوی سہوانی پھپھوند ضلع اٹاوہ

[۵] حضرت والا درجت شاہ امین احمد صاحب جناب حضور سجادہ نشین حضرت مخدوم الملک بہاری

[۶] حضرت استاذ مولانا مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جونپوری رامپوری

[۷] مولانا سید شاہ نصیر الحق صاحب چشتی نظامی زیب سجادہ عظیم آباد

[۸] مولانا سید شاہ وحید الحق صاحب زیب سجادہ شیخ پورہ بہار شریف

[۹] حضرت مولانا شاہ شہود الحق صاحب نظامی چشتی سجادہ نشین سپری گڑھ پٹنہ

[۱۰] حضرت مولانا مطیع الرسول شاہ عبد القادر صاحب قادری صاحبزادہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول بدایونی۔

[۱۱] حضرت مولانا شاہ عبد القیوم صاحب شہید فی سبیل اللہ بدایونی

[۱۲] حضرت مولانا ابوالوفاء سراج الدین شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری

[۱۳] حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ خان صاحب رامپوری

[۱۴] حضرت مولانا اعجاز حسین صاحب برادر مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری

[۱۵] حضرت مولانا شاہ ارشد علی صاحب رامپوری

[۱۶] حضرت مولانا عبد الغفار خان صاحب رامپوری

[۱۷] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رامپوری از تلامذہ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب

[۱۸] حضرت مولانا سید شاہ محمد محسن صاحب صاحبزادہ مولانا حاج سید شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی زیب سجادہ داناپور

[۱۹] حضرت مولانا حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلوی

[۲۰] حضرت مولانا احمد علی شاہ نقشبندی

[۲۱] حضرت مولانا محمد رمضان صاحب اکبر آبادی مدرس وواعظ جامع مسجد آگرہ

[۲۲] حضرت والا درجت جناب سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں مارہروی[۲۲]

حضرت مولانا سید اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری

[۲۳] حضرت مولانا شاہ عبد الکافی صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ سبحانیہ الہ آبادی

[۲۴] حضرت استاذی وملاذی مولانا مولوی عبید اللہ صاحب پنجابی الہ آبادی

[۲۵] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب اجملی الہ آبادی

[۲۶] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب جبل پوری

[۲۷] حضرت گرامی منزلت مولانا شاہ عبد السلام صاحب قادری رضوی جبل پوری

[۲۸] حضرت مولانا عبد الواحد خان صاحب رامپوری بہاری مدرس وبانی مدرسہ فیض رسول، بہار شریف

[۲۹] حضرت مولانا سید شاہ کریم رضا صاحب تلمیذ اعلیٰ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب بریلوی متوطن تیتھو شریف صاحب گنج گیا

[۳۰] حضرت مولانا سید شاہ بشارت کریم صاحب، صاحب گنج

[۳۱] حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سورتی برادر حضرت محدث سورتی متوطن پیلی بھیت

[۳۲] جناب مولانا حکیم محمد خلیل الرحمن صاحب پیلی بھیتی

[۳۳] حضرت مولانا سراج الحق صاحب، علی گڑھی

[۳۴] حضرت مولانا حافظ بخش صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں

[۳۵] حضرت مولانا فضل المجید صاحب بدایونی

[۳۶] حضرت استاذی مولانا مولوی قاری حافظ حاجی حکیم محمد امیر اللہ

صاحب بریلوی مدرس مدرسہ خانقاہ اقدس مارہرہ شریف

[۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کان پوری چشتی نظامی فخری

[۳۸] جناب مولانا مولوی حافظ عبدالمجید صاحب متوطن آنولہ ضلع بریلی (والد ماجد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مفتی آگرہ)

[۳۹] جناب مولانا مسیح الدین صاحب الہ آبادی

[۴۰] جناب مولانا ابوطاہر نبی بخش صاحب بہاری

[۴۱] جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب عاجز بھوساہوی

[۴۲] جناب مولانا امام الدین صاحب مدرس مدرسہ اٹالہ

[۴۳] جناب مولانا عبدالرحیم صاحب ہروی

[۴۴] جناب مولانا سید شاہ محمد سعید صاحب صاحبزادہ جناب حضور شاہ امین احمد صاحب بہاری

[۴۵] جناب مولانا سید شاہ محی الدین صاحب صاحبزادہ حضرت شاہ بدر الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف

[۴۶] حضرت والا درجت شاہ غلام حسین صاحب بہاری

[۴۷] حضرت مولانا درجت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی سجادہ نشین خانقاہ رائے پور، فتوحہ

[۴۸] حضرت شاہ عزیز الدین صاحب قمری

[۴۹] حضرت شاہ امیر الدین صاحب رئیس موضع جڑہوہ

[۵۰] حامی دین متین گرامی جناب والا القاب قاضی غلام صدیق عبدالوحید

صاحب رئیس عظیم آباد بانی جلسہ اہل سنت ۱۳۱۸ھ پٹنہ

[۵۱] حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب حسنؔ برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی

[۵۲] حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب ننھے میاں برادر خرد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی

[۵۳] والا جناب معلّٰی القاب مولانا مولوی حافظ حکیم شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی

[۵۴] جناب مولانا مولوی حکیم عظمت حسین صاحب

[۵۵] جناب حقائق دستگاہ احمد میاں صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی

[۵۶] جناب مولانا مولوی حبیب علی صاحب علوی مقیم اٹاوہ

[۵۷] جناب مولانا مولوی ابوالافضال فضل حق صاحب مدرس مدرسہ عالیہ، رامپور

[۵۸] حضرت مولانا مولوی حافظ سید محمد عبدالکریم قادری برکاتی بریلوی

[۵۹] جناب مولانا مولوی منصور علی خان صاحب مراد آبادی مصنف فتح المعین مدرس مدرسہ طیبہ حیدر آباد

[۶۰] جناب مولانا مولوی مفتی سُید عبدالفتاح صاحب حسینی گلشن آبادی ساکن ناسک درگاہ محلّہ

[۶۱] جناب مولوی محمد اظہر امام صاحب رضوی مشہدی قادری ابوالعلائی بہار شریف

[۶۲] جناب مولوی غلام غوث صاحب غوثی عباسی گوالیاری

[۶۳] جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری، پٹنہ

[۶۴] جناب مولوی سید شاہ احمد حسین صاحب حنفی رئیس موضع قادری جڑہوہ مظفر پور

[۶۵] جناب مولوی ابوالاسلام محمد اسحٰق صاحب خلف جناب مولانا مولوی حکیم حافظ محمد اسحٰق صاحب حنفی چشتی صابری محلہ دوندی بازار پٹنہ

[۶۶] جناب مولوی حکیم حافظ محمد اسحاق صاحب حنفی چشتی صابری محلہ دوندی بازار، پٹنہ

[۶۷] جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب انگریز آبادی پٹنہ

[۶۸] جناب مولوی سید امام الدین احمد صاحب نقوی عسکری متوطن ناسک

[۶۹] جناب مولانا سید امین الدین عماد الدین صاحب ابوالعباس حسینی رفاعی ممبئی

[۷۰] جناب مولوی سید حبیب صاحب نائب قاضی ناسک

[۷۱] جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مصنف رسالہ صفات الاولیاء برہان پور

[۷۲] جناب مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب، پشاور

[۷۳] جناب مولوی رئیس الدین صاحب بمبئی ماہمی، رامپور

[۷۴] جناب شیخ صدر الدین محمد علی اختر صاحب صدیقی حنفی وکیل مجلس اہل سنت متوطن بہار شریف، کلکتہ

[۷۵] جناب مولانا مولوی سید عبد العزیز صاحب منطقی چشتی صابری

انبیٹھوی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی رامپور

[۷٦] جناب مولوی حکیم عبدالعلی صاحب چشتی صابری حنفی، پٹنہ

[۷۷] جناب مولانا مولوی قاضی محمد معین الدین صاحب کیفی قادری میرٹھی مصنف اسعاد الفضلاء لسلب الحاد الجہلاء

[۷۸] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف اظہار مکائد ندوہ

[۷۹] حضرت والا درجت مولانا المجد ذی الفضل المفرد مولانا مولوی محمد نذیر احمد خان صاحب اعلیٰ مدرس مدرسہ طیبہ احمد آباد گجرات مصنف رسالہ النذیر الاحمد لمن سطا والحد والنذیر المبین للندویین

[۸۰] جناب مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری ملتانی مدراسی مقیم حیدر آباد، دکن

[۸۱] جناب مولوی محمد حسین صاحب قادری رضوی بریلوی صاحب تقریرات ثلٰثہ

[۸۲] جناب مولانا مولوی حکیم سید شاہ ابوسعید صاحب شمس العلما ایرایانی

[۸۳] جناب مولانا مولوی سید محمد نذیر الحسن ایرایانی مصنف رسالہ آہ مظلوم

[۸۴] جناب مولانا مولوی حافظ محمد صدیق علی صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی لائق علی صاحب محلہ گڑھیا، بریلی

[۸۵] حضرت عبداللہ بن محمد حموی بغدادی نزیل بمبئی

[۸٦] جناب مولوی عبداللہ ولد محمد اشرف صاحب احمد آباد، گجرات

[۸۷] جناب مولوی حکیم عبداللہ صاحب قادری حنفی، کلکتہ

[۸۸] جناب مولوی سید عظمت علی صاحب واعظ سکندر پور ضلع فرخ آباد

[۸۹] جناب مولوی ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب، احمد آباد

[۹۰] جناب مولوی عنایت العلی صاحب خلف مولوی کرامت العلی صاحب محدث حیدر آباد

[۹۱] جناب مولوی سید غیاث الدین صاحب قاضی شہر ناسک

[۹۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی، بہار شریف

[۹۳] جناب مولوی فضل احمد صاحب بدایونی

[۹۴] جناب مولوی فقیر محمد صاحب حنفی قادری پشاوری حیدر آباد دکن

[۹۵] جناب مولانا مولوی سید لطف علی شاہ صاحب صاحبزادہ چشت مبارک وخلیفہ مولانا فضل رحمٰن صاحب

[۹۶] جناب مولوی سید بادشاہ صاحب قادری ملتانی حیدر آباد دکن

[۹۷] جناب مولوی سید محمد سعید صاحب تلمیذ التلمیذ جناب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی الہ آبادی

[۹۸] جناب مولوی محمد طاہر صاحب بمبئی

[۹۹] جناب مولوی سید شاہ محمد علی صاحب قادری مصنف جواہر الحقائق وجواہر السلوک، حیدر آباد دکن

[۱۰۰] جناب مولوی محی الدین بادشاہ صاحب ملتانی حیدر آباد

[۱۰۱] جناب مولوی ناظر حسن صاحب متوطن دیوبند

[۱۰۲] جناب مولوی خواجہ عبداللہ صاحب دہلوی

[۱۰۳] جناب مولوی عبدالقدیر صاحب حنفی نقشبندی حیدرآبادی

[۱۰۴] حضرت مولانا ابوالمحمود احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف

[۱۰۵] جناب مولوی محبوب نواز الدولہ صاحب مفتی اول دار القضاء حیدرآباد

[۱۰۶] جناب مولوی ضیاء الدین صاحب مفتی دوم حیدرآباد

[۱۰۷] جناب مولوی محمد عبدالغنی صاحب مرشدآبادی

[۱۰۸] جناب محمد نورالحسن صاحب حیدرآبادی

[۱۰۹] جناب مولانا قاضی شریف محمد صالح ابن المرحوم قاضی شریف عبداللطیف صاحب لونڈے، بمبئی

[۱۱۰] جناب مولانا قاضی شیخ محمد مرگھے صاحب قاضی شہر بمبئی

[۱۱۱] جناب مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب المہری، بمبئی

[۱۱۲] جناب مولانا مولوی قاضی اسمٰعیل جلمائی شافعی، بمبئی

[۱۱۳] جناب مولانا مولوی عبیداللہ صاحب استاذ مدرسہ جامع مسجد بمبئی

[۱۱۴] جناب مولانا مولوی گل محمد صاحب مدرس مسجد جامع، علی گڑھ

[۱۱۵] جناب مولانا مولوی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

[۱۱۶] جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب لاہوری

[۱۱۷] جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری

[۱۱۸] جناب مولانا مولوی محمد عادل صاحب کان پوری

[۱۱۹] استاذی وملاذی جناب مولانا حافظ شاہ احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم مسجد رنگیاں کان پور محشی مثنوی شریف

[۱۲۰] جناب مولانا سید غلام حسین صاحب واعظ بمبئی متوطن جونا گڑھ

[۱۲۱] جناب مولانا مولوی عبد الغفور صاحب مدرس وواعظ بمبئی

[۱۲۲] جناب مولانا مولوی حسن ابن نور محمد صاحب

[۱۲۳] جناب مولانا مولوی سید عمر صاحب قادری حنبلی حیدر آبادی

[۱۲۴] جناب مولانا مولوی غلام محمد برہان الدین صاحب مفتی سابق گلبرگہ شریف متوطن حیدر آباد

[۱۲۵] جناب مولانا سید شاہ محبوب بادشاہ قادری

[۱۲۶] جناب مولانا شاہ ملک محمود صاحب قادری

[۱۲۷] جناب مولانا محمد حماد صاحب قادری

[۱۲۸] جناب مولانا سید حبیب ابن سید صادق انعام دار نائب قاضی متوطن گلشن آباد

[۱۲۹] حضرت مولانا سید نظام الدین ابن محمد نذر علی سپر زادہ ناسک حسنی قادری حنفی گلشن آبادی

[۱۳۰] جناب مولوی عبد الکریم ولد عبد الغنی صاحب احمد آباد گجرات دکن

[۱۳۱] جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی

[۱۳۲] جناب مولانا مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی واعظ ومدرس مدرسہ دہلی

[۱۳۳] جناب مولانا ابو سعید محمد علیم اللہ صاحب دہلوی

[۱۳۴] جناب مولانا مولوی فوز احمد صاحب کابلی مدرسہ علی گڑھ

[۱۳۵] جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کیٹلی مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ

[۱۳۶] جناب مولانا مولوی سلطان احمد خان صاحب قادری نوری

[۱۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم خلیل اللہ خان صاحب بریلوی رام پوری

[۱۳۸] عالی جناب حضرت مولانا سید شاہ محمد غوث صاحب سجادہ نشین
جناب شاہ فضل غوث صاحب ساقی بریلوی

[۱۳۹] جناب مولانا مولوی محمد حبیب اللہ خان صاحب ولد مولانا
مولوی عنایت اللہ خان صاحب رامپوری

[۱۴۰] جناب مولانا مولوی معز اللہ خان صاحب ولد عباد اللہ خان صاحب

[۱۴۱] جناب مولانا مولوی محمد مبارک اللہ خان صاحب

[۱۴۲] جناب مولانا مولوی ابوالفضل صاحب مرادآبادی

[۱۴۳] جناب مولانا مولوی محمد ہدایت علی صاحب بریلوی

[۱۴۴] جناب مولانا مولوی حکیم احمد حسن خاں صاحب

[۱۴۵] جناب مولانا مولوی محمد قاسم علی صاحب مرادآبادی

[۱۴۶] جناب مولانا مولوی محمد دائم علی صاحب مرادآبادی

[۱۴۷] جناب مولانا مولوی محمود حسن صاحب سہسوانی مدرس مدرسہ
اسلامیہ مرادآباد

[۱۴۸] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب نواب پوری

[۱۴۹] جناب مولانا مولوی مرزا جان صاحب ولایتی

[۱۵۰] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب مرادآبادی مدرس
مدرسہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر

[۱۵۱] جناب مولانا مولوی مقصود علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ

تلہر ضلع شاہ جہاں پور

[۱۵۲] جناب مولانا مولوی سید حسن صاحب سند یافتہ کالج یونیورسٹی لاہور

[۱۵۳] جناب مولانا مولوی ریاست علی خان صاحب شاہ جہاں پوری

[۱۵۴] جناب مولانا مولوی سید نور محمد صاحب دہلوی

[۱۵۵] جناب مولانا مولوی امین الدین صاحب حنفی مذہبا چشتی مشربا زاہدی نسبا بہاری توطنا

[۱۵۶] جناب مولانا مولوی محمد وحید الدین صاحب

[۱۵۷] جناب مولانا مولوی سید تفضّل حسین صاحب حسنی ابو العلائی

[۱۵۸] جناب مولانا مولوی فتح الدین صاحب پنجابی مدرس صدر مجلس اہل سنت پٹنہ

[۱۵۹] جناب مولانا مولوی امیر علی صاحب نائب صدر اہل سنت پٹنہ

[۱۶۰] جناب مولانا مولوی قاضی محمد وزیر الدین ابن مولوی عبد الغنی صاحب محدث نبیرہ حضرت شاہ رمضان صاحب ساکن مہیم قریب دہلی

[۱۶۱] جناب مولانا مولوی سید محمد ہادی صاحب قادری ناپتاروی

[۱۶۲] حضرت والا درجت گرامی منزلت سیدی و مرشدی جناب مولانا مولوی سید ابو الحسین احمد نوری عرف میاں صاحب سجادہ نشین درگاہ کلاں مارہرہ شریف

[۱۶۳] جناب مولانا مولوی عبد الرسول محبّ احمد صاحب قادری بدایونی

[۱۶۴] جناب والا القاب سید حسین حیدر صاحب قادری مارہروی

[۱۶۵] حضرت والا جناب شمس العلما مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی

[۱۶۶] حضرت والا جناب مولانا عبدالوہاب صاحب لکھنوی

[۱۶۷] حضرت والا درجت عالی جناب مولانا شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف

[۱۶۸] جناب مولانا مولوی ابوالعلم محمد اعلم صاحب نبیرہ جناب شمس العلما مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی

[۱۶۹] جناب مولانا مولوی ابوالسلم محمد اسلم صاحب نبیرہ شمس العلما ممدوح

[۱۷۰] جناب مولانا مولوی ابوالحامد عبدالحمید صاحب ابن اکمل الفضلا مولانا مولوی ابوالحیا محمد عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی برادرزادہ حضرت شمس العلما موصوف

[۱۷۱] جناب والا القاب مولانا مولوی ابوالغنا محمد عبدالمجید صاحب برادر زادہ شمس العلما موصوف

[۱۷۲] جناب مولانا مولوی قیام الدین محمد عبدالباری صاحب لکھنوی

[۱۷۳] جناب مولانا مولوی محمد عبدالہادی صاحب ابن مولانا علی محمد صاحب انصاری

[۱۷۴] حضرت مولانا شاہ محمد کرم رحمٰن صاحب سجادہ نشین درگاہ قطب العارفین حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ

[۱۷۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب قادری ردولوی الانصاری

[۱۷۶] جناب مولانا مولوی فیض الحسن صاحب کاندھلوی صدیقی حنفی قدوسی صابری قادری برکاتی

[۱۷۷] جناب مولانا مولوی سید شاہ فصاحت عالم صاحب پچروکھوی رجھتی بہاری برادر کلاں مجھی جناب مولانا مولوی سید احمد عالم صاحب قادری برکاتی رضوی

[۱۷۸] جناب مولانا مولوی سید شاہ تبارک حسین صاحب امجہری خسر مولانا شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری

[۱۷۹] جناب مولانا مولوی سید جعفر حسن صاحب بیتھوی تلمیذ جناب مولانا رضا کریم صاحب

[۱۸۰] جناب مولانا مولوی فدا محمد صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا بشارت کریم صاحب

[۱۸۱] جناب مولانا مولوی محمد ضمیر الدین صاحب پٹھانوی صاحب گنجی

[۱۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری

[۱۸۳] جناب مولانا مولوی حکیم ریاض الدین صاحب فردہ چکی تلمیذ جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی

[۱۸۴] جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا سید کریم رضا صاحب بیتھوی

[۱۸۵] جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب گنجی

[۱۸۶] جناب مولانا مولوی نذیر الحسن صاحب نزیل کلکتہ

[۱۸۷] جناب مولانا مولوی الٰہی بخش صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ بارک پور کلکتہ

[۱۸۸] جناب مولانا مولوی قیوم الدین احمد صاحب شاگرد جناب مولانا ولایت حسین صاحب کلکتہ

[۱۸۹] جناب والا القاب حضرت مولانا مولوی شاہ عبید اللہ صاحب حسنی الحسینی بغدادی نزیل کلکتہ

[۱۹۰] جناب مولانا مولوی حافظ حاجی محمد حاتم علی صاحب تلمیذ رشید جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہان پوری

[۱۹۱] جناب مولانا مولوی عبد الجلیل صاحب خلف وشاگرد حضرت مولانا حاج محمد عبد القادر صاحب کلکتہ

[۱۹۲] جناب مولانا مولوی محمود ابن صبغۃ اللہ مدراسی

[۱۹۳] جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مفتی وقاضی اہل سنت مدارس

[۱۹۴] حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد عبد القدوس صاحب قادری خطیب وامام جامع مسجد معسکر بنگلور

[۱۹۵] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبد الغفار صاحب قادری حنفی مدرس مدرسہ عربیہ جامع العلوم معسکر بنگلور

[۱۹۶] جناب مولانا مولوی سید محی الدین ابن حکیم قدیم صدر مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور

[۱۹۷] جناب مولانا مولوی سید عبد الباسط صاحب مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور

[۱۹۸] جناب مولانا مولوی سید جمال الدین قادری صاحب

[۱۹۹] جناب مولانا مولوی سید جمال الدین حسینی صاحب

[۲۰۰] جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب شاہ نوری مدرس مدرسہ نظامیہ چنیابازار حیدرآباد دکن

[۲۰۱] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف رسالہ جزاء العیون لامالی الغبون

[۲۰۲] جناب مولانا مولوی حاجی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی مصنف رسالہ فتاوی السنہ لالجام الفتنہ (۱۳۱۴)

[۲۰۳] جناب مولانا مولوی سید احمد علی صاحب حسنی حسینی حیدرآبادی مصنف رسالہ رغم الجملہ (۱۳۱۴)

[۲۰۴] جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب بریلوی مصنف رسالہ غزوہ لہدم سماك الندوہ (۱۳۱۴)

[۲۰۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب مصنف رسالہ 'سرگزشت وماجرائے ندوہ' (۱۳۱۳)

[۲۰۶] جناب مولانا مولوی سید اخلاص حسین صاحب چشتی نظامی سہسوانی مصنف رسالہ 'حادثۂ جانکاہ مفتی لطف اللہ' (۱۳۱۳)

[۲۰۷] جناب مولانا مولوی سید ابوسعید صاحب فتح پوری مصنف رسالہ قطع الحجة

[۲۰۸] جناب مولانا مولوی ضیاء الدین خان صاحب بریلوی مصنف رسالہ 'مزق شرارات ندوہ'

[۲۰۹] جناب مولانا ارشاد حسین صاحب ہدایت دہلوی مصنف رسالہ 'اظہار مکائد اہل ندوہ'

[۲۱۰] جناب مولانا مولوی حکیم محمد یوسف حسن صاحب قادری عظیم آبادی مصنف رسالہ رفاہ الکونین باتباع العالی الحرمین

[۲۱۱] جناب مولانا مولوی سید محمد علی صاحب عاشق بریلوی مالک وایڈیٹر اخبار 'روز افزوں' ورسالہ 'سوالات علماو جوابات ندوۃ العلما'

[۲۱۲] جناب مولانا مولوی غلام شبر صاحب صدیقی حنفی قادری رئیس بلند شہر مصنف رسالہ 'طلسم کشائے فرندوہ'

[۲۱۳] حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری برکاتی صاحب زادہ سرکار مارہرہ مطہرہ

[۲۱۴] جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب سبل پوری

[۲۱۵] جناب مولانا مولوی ابوالحسن صاحب جوہر میرٹھی قادری فضل رحمانی

[۲۱۶] جناب مولانا مولوی لطف اللہ صاحب پشاوری

[۲۱۷] جناب مولوی محمد احمد صاحب سابق دوستدار ندوہ جالندھری

[۲۱۸] جناب مولوی شیخ احمد بخش صاحب

[۲۱۹] جناب مولوی امیر احمد صاحب رئیس

[۲۲۰] جناب مولوی محمد حسین صاحب اتر شنبہ بڑادہ

[۲۲۱] جناب مولانا مولوی محمد ادریس صاحب نگرامی

[۲۲۲] جناب مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

[۲۲۳] جناب مولوی سید شاہ آل حسن صاحب رئیس نوآبادہ

[۲۲۴] حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی سید شاہ بدرالدین صاحب جعفری زینبی زیب سجادہ پھلواری شریف

[۲۲۵] جناب مولوی برکت اللہ خان صاحب جام بھیڑی

[۲۲۶] جناب مولوی برکت اللہ شیر خان صاحب میرٹھ

[۲۲۷] جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ڈپٹی پینشن یافتہ

[۲۲۸] جناب مولوی سید شاہ حبیب الرحمٰن صاحب عرف شاہ مبارک حسین صاحب رئیس اعظم عظیم آباد پٹنہ

[۲۲۹] حضرت والا درجت جناب صوفی باصفا مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حنفی صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ عشقیہ لطیفیہ رحمان پور ضلع، پورنیہ

[۲۳۰] جناب مولانا مولوی حافظ رحیم اللہ صاحب مدرس مسجد جامع آگرہ

[۲۳۱] جناب مولانا مولوی رضی احمد صاحب وارد رام پور

[۲۳۲] جناب مولوی نواب سید سردار علی خان صاحب بہادر ابن نواب سید سردار دلبر الملک بہادر سکندر آبادی

[۲۳۳] جناب سید سرفراز علی خان صاحب فرزند اکبر نواب سید دلبر الملک مرحوم

[۲۳۴] جناب مولوی ڈاکٹر شرف الدین صاحب محمود آبادی

[۲۳۵] جناب مولانا مولوی شاہ محمد شریف خان صاحب افغانی نزیل مزار جناب مجدد الف ثانی

[۲۳۶] حضرت والا درجت گرامی منزلت شاہ محمد شفیع صاحب ناصر چشتی صابری رام پوری سہارنپوری مسکنا بریلوی مدفنا

[۲۳۷] جناب مولوی سید شفیع احمد صاحب سہسوانی

[۲۳۸] جناب مولوی سید شمس الدین علی خان خاور حسنی حسینی قادری ڈپٹی کمشنر صوبہ برار

[۲۳۹] جناب مولوی حافظ شوکت علی صاحب رئیس پیلی بھیت

[۲۴۰] جناب مولوی حکیم محمد صادق صاحب ابن مولوی عبد القادر صاحب صاحب گنجی

[۲۴۱] جناب مولوی صدر الدین صاحب محمد قمر علی اختر صدیقی نعمانی صاحب

[۲۴۲] جناب مولوی سید شاہ صوفی جان صاحب صابری میرٹھی

[۲۴۳] جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ علی آباد ضلع بارہ بنکی

[۲۴۴] جناب حامی دین متین مولانا مولوی محمد عبد الحمید صاحب پانی پتی امام جامع مسجد ہٹیا بنارس

[۲۴۵] جناب مولانا مولوی عبد الرحمٰن صاحب حبشانی شافعی بنارسی

[۲۴۶] حضرت حامی دین وملت جناب مولانا عبد السمیع صاحب مصنف ''انوار ساطعہ''

[۲۴۷] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبد القادر صاحب فردوسی بہاری

[۲۴۸] جناب مولانا مولوی محمد عبد القیوم صاحب صاحب گنجی

[۲۴۹] جناب مولوی حکیم ابو العلاء محمد عبد اللہ صاحب گورکھپوری

[۲۵۰] جناب مولانا مولوی عبد اللہ صاحب قادری جونپوری

[۲۵۱] حضرت والا درجت مولانا حاجی شاہ محمد اکبر صاحب ابو العلائی سجادہ نشین خانقاہ دانا پور

[۲۵۲] جناب مولانا مولوی حکیم ابوسعید محمد عبدالمجید خان صاحب خلف الصدق جناب حکیم محمد محمود خان صاحب دہلوی

[۲۵۳] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی برادر معظم جناب وکیل اہل سنت پٹنہ

[۲۵۴] جناب مولوی حافظ سلامت اللہ صاحب صدیقی حنفی رئیس پٹنہ

[۲۵۵] جناب مولوی سید شاہ معین الدین عرف سید شاہ محمد جلال صاحب حنفی مجددی رحمانی

[۲۵۶] جناب مولوی سید شاہ لطف الرحمٰن صاحب حنفی مجددی رحمانی

[۲۵۷] جناب مولانا مولوی حافظ وقاری صوفی عین الہدی صاحب قادری بنارسی

[۲۵۸] جناب مولانا مولوی لطف الرحمٰن صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ ارشد تلامذہ جناب مولانا مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جون پوری

[۲۵۹] جناب مولانا مولوی محمد عتیق احمد صاحب نائب دبیر انجمن اسلامیہ پیلی بھیت

[۲۶۰] حامی دین متین جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب ہزاروی مدرس مدرسہ بمبئی

[۲۶۱] جناب مولوی غلام اولیا صاحب دہلوی

[۲۶۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب مخدوم پوری

[۲۶۳] جناب مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب رئیس ردولی شریف

[۲۶۴] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری تلمیذ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب۔

[۲۶۵] جناب مولوی ابوالحسن محمد قطب الدین صاحب واعظ ردنصاریٰ علی گڑھی

[۲۶۶] جناب مولوی کریم اللہ صاحب، رام پور

[۲۶۷] جناب مولوی حافظ کریم بخش صاحب قادری شاگرد مفتی لطف اللہ صاحب

[۲۶۸] جناب مولانا مولوی سید محمد حسنین صاحب مدرس اوجھیانوی

[۲۶۹] جناب مولوی محمد حسین خان صاحب وکیل حیدر آباد، دکن

[۲۷۰] جناب مولانا مولوی سید محمد رضا صاحب سندیلوی پوت داماد حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی

[۲۷۱] جناب نواب مولوی محمد علی خان صاحب بہادر القادری الحنبلی المحض صاحب زادہ ریاست، رامپور

[۲۷۲] جناب مولوی شاہ محمد مختار احمد صاحب احمدی ردولوی

[۲۷۳] جناب مولوی حکیم محمد میاں صاحب خلف مولانا مولوی عبد السمیع صاحب

[۲۷۴] جناب مولوی مظاہر حسن صاحب صاحب گنجی

[۲۷۵] جناب مولوی مظہر حسین صاحب سنبھلی

[۲۷۶] جناب مولوی مظہر الحق صاحب ردولوی نائب ریاست عثمان پور

مصنف مظہر حق

[۲۷۷] جناب مولوی ممتاز الحق صاحب حنفی صدیقی رئیس اعظم جڑ ہوہ

[۲۷۸] جناب ممتاز الفقہاء قاضی مولوی محمد ممتاز حسین صاحب ممتاز پیلی بھیتی

[۲۷۹] جناب مولوی سید نور الحسین صاحب رئیس محلہ میدان فصاحت پٹنہ

[۲۸۰] جناب مولوی ولایت علی صاحب، دربھنگہ

[۲۸۱] جناب مولوی حکیم محمد یوسف صاحب حنفی سر بہدوی

[۲۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب مدرس مدرسہ مغلپورہ پٹنہ

[۲۸۳] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد حسین صاحب حنفی قادری سجادہ نشین درگاہ مامون بھانجا حاجی پور

[۲۸۴] جناب مولانا قاضی نور جمال صاحب سواتی مقیم مدرسہ اسلامیہ، علی گڑھ

[۲۸۵] جناب مولوی سید آل احمد صاحب قادری برکاتی مجیدی ملوک پور

[۲۸۶] جناب مولوی سید شاہ آل رسول صاحب عرف سید نذیر احمد صاحب ملقب بہ محبوب علی حسین المشتہر رنگیلے میاں قادری چشتی نظامی زنبیل شاہی بریلوی

[۲۸۷] جناب مولوی محمد احسن خان صاحب شہر کہنہ بریلی

[۲۸۸] جناب مولوی احمد حسن صاحب عرف منجھلے میاں خواجہ قطب بریلی

[۲۸۹] والاحضرت حامی سنت ناصر ملت جناب سید احمد شاہ صاحب از اجلہ سادات کرام بریلی

[۲۹۰] جناب مولوی سید اظہر حسن صاحب وکیل پیلی بھیت

[۲۹۱] جناب مولوی اعظم علی صاحب وکیل بدایوں

[۲۹۲] جناب مولوی محمد حکیم اکرام الدین صاحب رئیس بریلی

[۲۹۳] جناب مولوی التفات حسین صاحب وکیل بدایوں

[۲۹۴] جناب مولوی امتیاز احمد صاحب تاثیر مالک مطبع نسیم سحر بدایوں

[۲۹۵] جناب مولوی امیر احمد صاحب از سادات کرام بخارا شریف بریلی

[۲۹۶] جناب مولوی حامد بخش صاحب رئیس بدایوں

[۲۹۷] جناب مولوی ملا حسن صاحب پشاوری

[۲۹۸] جناب مولوی حشمت اللہ خان صاحب قادری برکاتی ارسولی شاہ جہاں پوری

[۲۹۹] جناب مولوی رضی الدین صاحب، بدایوں

[۳۰۰] جناب سید مولوی سید محمد سعید صاحب شیر کوٹ، بجنور

[۳۰۱] جناب مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ جامع مسجد پیلی بھیت

[۳۰۲] جناب مولوی عبدالنعیم خاں صاحب واعظ رائے بریلی

[۳۰۳] جناب مولانا مولوی علی احمد صاحب علی تلمیذ رشید جناب مولانا مفتی عنایت احمد مصنف 'تواریخ حبیب الہٰ' 'علم الصیغہ'

[۳۰۴] عالی جناب شاہ محمد فخر عالم صاحب قادری برکاتی از اجل خلفائے اعلیٰ حضرت جناب میاں صاحب مارہروی

[۳۰۵] حضرت مولوی سید فضل رسول عرف فضل علی شاہ قادری چشتی

نظامی رنبیل شاہی بریلی

[۳۰۶] جناب مولوی سید محمد شاہ صاحب سید قادری برکاتی بوالحسینی امروہہ

[۳۰۷] جناب مولوی سید محمود جان صاحب قادری برکاتی بوالحسینی گڑھی بریلی

[۳۰۸] جناب مولوی سید نظیر الحسین صاحب انیٹھوی، جے پور

[۳۰۹] جناب مولوی حکیم نور علی خان صاحب ساکن گورگاوں مدرسہ طبیہ دہلی

[۳۱۰] جناب مولوی ابوالفضل صاحب، مرادآباد

[۳۱۱] جناب مولوی سید امیر الدین احمد صاحب رفیعی قادری نقشبندی الہ آبادی

[۳۱۲] جناب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری برکاتی زیب سجادہ عزیزیہ دہلی

[۳۱۳] حضرت والا درجت گرامی منزلت حاجی محمد شیر صاحب شیخ وقت پیلی بھیت۔

معزز ناظرین کرام! یہ تین سو اتیرہ اسمائے گرامی بقدر تعداد وشمار اصحاب بدر اس وقت پیش کیے گئے، جو مشتے نمونہ از خروارے و یکے از ہزارے ہیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ پہلے ندوہ کی ظاہری ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بہت سے حضرات شریک ہو گئے تھے۔ مگر جیسے جیسے شناعت ندوہ ظاہر ہوتی گئی، لوگ چھٹتے گئے، سوائے چند آزاد خیال لوگوں کے، یا جو خاص ارکان ندوہ کے تھے، سبھی علیحدہ ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ وہ کارنامے ہیں،

جن کی علمائے عرب وعجم نے مدح وستائش کی، اور وقعت وعظمت کی نظر سے دیکھا اور انہیں مسلمانوں پہ عظیم احسان مانا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس تہلکہ سے نجات دیا، جس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ مبارکہ **فتاوی الحرمین برجف ندوة المین** اور رسالہ **مکتوبات علما و کلام اهل صفا** جس میں اکابر ومشاہیر کے دوسو دو خط درج ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ندوہ کے رد میں سترہ کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں:۔

[۱۲۷](۱) فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ

[۱۲۸](۲) مراسلات وسنت ندوہ

[۱۲۹](۳) سوالات حقائق نمابروس ندوة العلماء

[۱٦۳](٤) فتاوی الحرمین برجف ندوة المین

[۱٦٤](٥) ترجمة الفتوی وجه هدم البلوی

[۱٦٥](٦) خلص فوائد فتوی

[۳۱٥](۷) سرگزشت وماجرائے ندوہ

[۳۱٦](۸) اشتہارات خمسہ

[۳۱۷](۹) غزوہ لهدم سماك الندوہ

[۳۱۸](۱۰) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ

[۳۲۱](۱۱) بارش بہاری برصدف بہاری

[۳۲۲](۱۲) سیوف العنوہ علیٰ زمائم الندوہ

[۳۲۸](۱۳) آمال الابرار وآلام الاشرار

[۳۲۹](۱٤) سکین ونورہ بر کاکل پریشاں ندوہ

[۳۳۳](۱۵) صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم

[۳۴۸](۱۶) الاسئلۃ الفاضلہ علی الطوائف الباطلہ

[۳۴۹](۱۷) سوالات علماو جوابات ندوۃ العلماء

[۵۳] رد مفسقہ [۷]

مفسقہ یہ بھی روافض کا ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوئے ظن رکھتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، ان کو فاسق بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ یزید نے نالائقی کی، اور سخت نالائقی کی، بہت بڑی نالائقی کی، مگر لڑکا کے نالائق ہونے سے باپ پر کیا الزام؟ جس طرح، اگر کسی شخص کا لڑکا بہت سعادت مند ہو تو اس کی وجہ سے باپ میں بزرگی اور خوبی نہیں۔ کُلُّ امْرِءٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ۝

حضرت سیدنا نوح نجی اللہ پیغمبر کا لڑکا نالائق ہوا، کافر ہوا، تو اس کی وجہ سے حضرت نوح پر کیا اعتراض؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۝

اس کے برخلاف مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی جلالت شان اور رفعت مکان دیکھیے۔ اور باوجود تبلیغ وہدایت اور رسول اللہ ﷺ کی دلی خواہش کے ان کے والد ابوطالب نے اسلام قبول نہ کیا، ایمان نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محبوب ﷺ کو فرمایا: اِنَّكَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ۝ اسی لیے جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو مولی علی نے رسول اللہ ﷺ کو ان لفظوں سے خبر کیا مات عمك الضال حضور نے فرمایا۔ اذھب فوارہ حالانکہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کے انتقال کے بعد تجہیز تکفین، تدفین میں جو حضور نے اہتمام فرمایا وہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ صحابہ کرام سے فرمایا ماتت امی خود حضور نے

قبر مبارک کھودی، اپنا پارچہ مبارک کفن کے لیے دیا۔ قبر مبارک میں کچھ دیر تک خود لیٹے، اور ان کے لیے دعا کی، اور فرمایا کہ اس کی برکت سے وہ ضغطۂ قبر سے محفوظ رہیں گی۔ غرض مسلمانوں کو چاہیے کہ سب صحابی کی عزت کریں۔ نہ کسی کے بیٹے کی نالائقی سے باپ پر طعن کریں، اور نہ کسی بیٹے کے اہل اور بزرگ ہونے سے باپ کو مسلمان بتائیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: **من يطعن فی امير معاويه فهو كلب من كلاب هاويه** جو شخص حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن کرتا ہے وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان مفسقہ کے رد میں سات کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائی ہیں:-

[۲۳](۱) البشری العاجله من تحف آجله

[۱۲۳](۲) عرش الاعز از والاكرام لاول ملوك الاسلام

[۱۲٤](۳) اعلام الصحابة الموافقين للامير معاويه وام المومنين

[۱۲۵](٤) سب الاهواء الواهيه فی باب الامير معاويه

[۱۳٦](٥) الاحاديث الراويه لمدح الامير معاوية

[۲۸۸](٦) لمعة الشمعة لهدی شيعة الشنيعة

[۳۰۸](۷) الصمصام الحيدری علی حمق العيار المفتری

[۵۱] رد تفضیلیہ [۷]

تفضیلیہ بھی ایک شاخ شیعہ کی ہے اور یہ لوگ مولائے کائنات کو دوسرے صحابہ کرام حتی کہ خلفائے ثلٰثہ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی افضل سمجھتے ہیں، اور اس زمانہ میں یہ مرض کثیر سادات میں ساری ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آباواجداد ہیں، اور ہم ان کی ذریات واولاد ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک وہ سب سے بہتر ہیں۔ مگر یہ کوئی دلیل شرعی نہیں، ورنہ ہر شخص اپنے آباواجداد کو اسی دلیل سے اعلیٰ وافضل سمجھے گا۔ اور بعض کم پڑھے لکھے مشائخ کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ مولیٰ علی ہمارے لیے منتہی سلاسل ہیں۔ اور ہمیں روحانی فیض انھیں سے پہنچا ہے۔ سوائے ایک شاخ نقشبندیہ کے جملہ سلاسل حضرت علی ہی سے جاری ہوئے۔ اس لیے وہ سب سے افضل ہیں۔ لیکن یہ خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ فضیلت بترتیب خلافت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تفضیلیہ کے رد میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں، جو حسب ذیل ہیں:۔

[۱۰](۱) مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین

[۲۱] (۲) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

[۲۸۸](۳) لمعة الشمعه لهدی شیعة الشنیعه

[۳۰۵](٤) الرائحة العنبریه من المجمرة الحیدریه

[۳۰۸](٥) الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری

[۳۰۹] (٦) الجرح الوالج فی بطن الخوارج

[۳٤۸](۷) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله

[۵۲] رد متصوفہ [۲]

متصوفہ یعنی صوفی بننے والے یعنی اپنے کو باوجود صوفی نہ ہونے کے صوفی ظاہر کرنے والے۔اس زمانہ میں ان کا بہت ہی دوردورہ ہے، حالانکہ ہر کام کے لیے اہلیت وقابلیت کی ضرورت ہے،اور ایک معیار ہے،جس پر اس کو جانچا جاسکتا ہے۔لیکن ان کے لیے کسی قابلیت ولیاقت کی ضرورت نہیں ہے۔صرف یہ کہ دھیلا کے گیروا رنگ میں کپڑا رنگ لینے سے خاصہ صوفی ہوجاتا ہے۔اور ان کے لیے کوئی معیار نہیں، نہ شریعت کے مطابق ہو نہ عوام کے خیال میں ضروری ،نہ علم وفضل والا ہونا۔جتنا ہی بے تکی باتیں ہانکے، آسمان زمین کے قلابے ملائے، اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔یا خود خاموش ہو،حواشی واذناب تعریفوں کا پل باندھ دے،آسمان زمین ایک کردے،اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔اور خدا تک پہنچا ہوا ولی ہے۔اس کا ہر عیب ہنر ہے۔جیسا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے پیر کی نسبت ہانکا ہے۔

(الف) چونکہ آپ کمال مشابہت پر رسول اللہ ﷺ کے پیدا ہوئے،اس لیے بے علم رہے۔

(ب) ایسے لوگوں کو احکام شرعیہ بے واسطہ پیغمبروں کے وحی باطنی سے معلوم ہوتے ہیں ان کو پیغمبروں کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیغمبروں کا ہم استاد بھی۔

(ج) مکالمہ اور مسامرہ کا خلعت ملتا ہے۔

(د) خدا نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا کہ یہ تم کو دیتے ہیں اور بھی دیں گے۔

(ہ) جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحوں میں ایک مہینہ تک جھگڑا رہا کہ دونوں امام سید احمد کو بالکل اپنی طرف کھینچ لینا چاہتے تھے۔بعد ایک مہینہ کے صلح

ہوئی شرکت پر۔ ایک دن دونوں امام سعید پر ظاہر ہوئے اور پہر بھر تک قوی توجہ اور زور اور تاثیر کی کہ اسی ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت سید احمد کو حاصل ہوگئی۔

اعلیٰ حضرت نے متصوفہ کے رد میں دو کتابیں تصنیف فرمائیں:۔

[۲۰۲](۱) اجل التبحیر فی حکم السماع و المزامیر

[۲۱۶](۲) مقال عرفا باعزاز شرع و علماء

[٤٦] رد مولوی اسمٰعیل دھلوی [١٠]

محمد اسمٰعیل بن مولوی عبدالغنی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مولد و مسکن دہلی (تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ) نے ٦ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ دو برس میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ گیارہ سال کی عمر تک صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ جن کے بعد معقول کی کچھ کتابیں عم محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث) سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر طبیعت پڑھنے میں لگتی نہیں تھی، کھیل کود، تیراکی، اور کسرت میں مشغول رہنے لگے۔ پھر حدیث کا دور شروع کیا۔

لوگ بہت عرصہ سے اس خاندان کے علم وفضل اور بزرگی کی وجہ سے بہت معتقد تھے۔ اس کا فائدہ اٹھا کر اپنی کم علمی کی وجہ سے مولوی اسماعیل نے غلط سلط مسئلے بتانے لگے اور عوام کے معمولات جو ان کے آباء واجداد کے زمانہ میں بھی تھے بلکہ خود ان کے بھی معمولات تھے ان کے خلاف کچھ کچھ زبان طعن شروع کیا۔

کچھ دنوں بعد نجد کے محمد بن عبدالوھاب کی کتاب التوحید کے انداز پر تقویۃ الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کی رو سے صحابہ کرام وتابعین، عرفا وعلمائے اسلام بلکہ خود ان کے آباء واجداد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب بھی کافر مشرک، فاسق، بدعتی، ضال ومضل ٹھہرتے ہیں۔ اس خاندان کے فیض یافتہ حضرات نے نصیحت کی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مزید دوسری کتاب لکھی، تو آخر مجبور ہوکر مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب ومولانا موسیٰ صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب کے صاحبزادوں نے ان کی

کتابوں کا رد کیا۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی جو علم و فضل میں یکتائے زمانہ واستاذ الاساتذہ تھے، ان کے شامل سب علمائے دہلی مجمع عام وخاص بے شمار میں بتاریخ انتیس ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ بروز شنبہ جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ ان کے تمام مسائل باطلہ دیکھے گئے علما نے مولوی اسماعیل کے روبرو ان مسائل کا ردوابطال کیا انؔ کے عقائد باطلہ پر فتوی کفر دیا۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی نے تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی ایک مستقل کتاب ان کے رد میں لکھی۔

اس کے علاوہ بہتیری کتابیں مولوی اسمٰعیل کے خلاف اوران کی کتابوں کے رد میں علما نے تصنیف فرمائیں، جن میں:-

معید الایمان

مصنفہ مولانا مخصوص اللہ صاحب ابن جناب مولانا رفیع الدین صاحب

تصحیح الایمان

مصنفہ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب۔

رد تقویۃ الایمان

مصنفہ مولانا مملوک علی صاحب

شرح تحفہ محمدیہ فی رد الفرقۃ المرتدیہ

مصنفہ سید اشرف علی گلشن آبادی

ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوهابیہ

مصنفہ مولوی سید حیدر شاہ قادری متوطن کچھ بھوج معروف بہ پیر ٹھر والہ

بوارق محمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ

تحقیق الحقیقة

سیف الجبار

ہر سہ از تصنیفات حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی

الکوکب الشھابیه

سل السیوف الھندیه

ہر دو از تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

رد تقویة الایمان مسمیٰ بہ اطیب البیان

مصنفہ مولانا مولوی نعیم الدین مرادآبادی

وغیرہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

اب بعض اقوال ان کی کتابوں سے ناظرین کی واقفیت کے لیے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تقویۃ الایمان، فاروقی، دہلی، صفحہ ۴۵: حدیث مشکوٰۃ کا ترجمہ لکھا:-

نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ عیسی، بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کردے گا اس کو۔ پھر بھیجے گا اللہ ایک ٹھنڈی باؤ (ہوا) شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرا بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۲ مطبع مجتبائی، دہلی)

اسی ص پر لکھا:-

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔

یعنی اب خروج دجال کی ضرورت، نہ نزول مسیح کی حاجت، بلکہ ان کے خیال میں وہ ہوا بھی چل گئی، جس نے تمام مسلمانوں کو اٹھالیا، اب ساری دنیا

میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے ـــــــ یہ تو اپنے کفر کا اقرار اور سارے جہاں کو کافر بنانا ہے۔

(۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۳:-

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۵ مطبع مجتبائی، دہلی)

یعنی اللہ تعالیٰ کو علم غیب نہیں ہے۔ ہاں اس کے اختیار میں ہے، چاہے تو حاصل کر سکتا ہے۔ (اور نہ چاہے تو جاہل ہی رہ جائے)

(۳) ایضاح الحق، فاروقی، دہلی، ص ۳۶/۳۵:-

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات [الیٰ قولہ] ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ ست اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔ (اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان اور جہت سے پاک ماننا اور جہت و محاذات کے بغیر روئت خداوندی کو ثابت کرنا بدعت حقیقیہ ہے۔ جبکہ ان اعتقادات کو دینی عقائد سمجھا جائے۔ رضوی)

(۴) رسالہ یک روزی فاروقی دہلی صفحہ ۱۴۴:-

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب نصی از نصوص نگردد وسلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست۔ (قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ خبر دی ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں) تو خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ لوگوں کی یاد سے اسے بھلا دیا جائے۔ پس حضور ﷺ کی طرح کسی اور کے پائے جانے کا امکان کسی نص کے جھٹلانے کا باعث نہیں ہوگا۔ اور نازل فرمانے کے بعد قرآن کو سلب کر دینا ممکن ہے۔ رضوی)

(۵) رسالہ یک روزی مذکور صفحہ ۱۴۵:-

لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع

والقاءآں بر ملٰئکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست والالازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد۔ (ہم نہیں مانتے ہیں کہ جھوٹ اس معنی میں محال ہے، کیوں کہ واقع کے خلاف بات بنانا اور اسے فرشتوں اور انبیا پر القا کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے۔رضوی)

(۶) (۱):-

عدم کذب راازکمالات حق سبحانہ می شمارندواوراجل شانہ بآں مدح می کنند برخلاف اخرس وجماد۔ وصفت کمال این ست کہ شخصے قدرت برتکلم کلام کاذب داردوبنابررعایت مصلحت ومقتضائے حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نماید، ہماں شخص ممدوح میگردد۔ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد ہرگاہ ارادہ تکلم بکلام کاذب نماید، آواز بند گردد۔ یا کسے دہن اوراہ بند نماید۔ این اشخاص نزدعقلا قابل مدح نیستند، بالجملہ، تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب وتنزھاً عن التلوث بہ از صفات مدح ست۔ (گونگا اور پتھر کے برخلاف، جھوٹ نہ بولنے پر اللہ کی تعریف کی جاتی ہے، اور یہ اس کا کمال مانا جاتا ہے۔اور صفت کمال یہ ہے کہ جھوٹ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود حکمت کی اقتضا اور مصلحت کی رعایت کی بنا پر جھوٹ کی برائی سے بچنے کے لیے جھوٹی بات نہ بولی جائے، اسی میں تعریف ہے۔ اس کے برخلاف ایسے شخص کی تعریف نہیں ہوتی جس کی زبان ماؤف ہو، یا جب بھی وہ جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہو آواز بند ہو جاتی ہو، یا کوئی اس کا منہ بند کر دیتا ہو۔ ایسے اشخاص عقلا کے نزدیک قابل مدح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جھوٹ نہ بولنا اس عیب سے بچنے ہی کی وجہ سے صفت مدح ہے۔رضوی)

(۷) صراط مستقیم، ضیائی، صفحہ ۱۷۵: نسبت اپنے پیر کے لکھا:-

تاآنکہ روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں بدست قدرت خاص خود گرفتہ وچیزے راازامورقدسیہ کہ بس رفیع وبدیع بودپیش روے حضرت ایشان کردہ فرمود کہ ترا

ایں چنین دادہ ام وچیز ہائے دیگر خواہم داد۔(یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کو خاص اپنے دست قدرت میں لے کر امور قدسیہ سے کچھ خاص چیزوں کو جو بہت رفیع پ دوں گا۔رضوی)

(۸) کتاب مذکور صفحہ۱۳:-

مکالمہ ومسامرہ بدست می آمد۔(بات چیت اور سرگوشی بھی ہوئی۔رضوی)

(۹) کتاب مذکور صفحہ۱۵۴:-

گاہے کلام حقیقی ہم می شود۔(کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔رضوی)

(۱۰) کتاب مذکور صفحہ۱۲:-

از جملہ آں شدت تعلق قلب ست بمرشد خود استقلالا یعنی نہ باں ملاحظہ کہ ایں شخص نہ ناوداں فیض حضرت حق وواسطہ ہدایت اوست بلکہ بحیثیتے کہ متعلق عشق ہمان می گردد چنانچہ یکے از اکابر ایں طریق فرمود کہ اگر حق جل وعلا در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر آئینہ مرا با او التفات در کار نیست۔(ان میں سے یہ ہے کہ اپنے مرشد کے ساتھ دل کا تعلق استقلالا شدید ہو جاتا ہے یعنی اس لحاظ سے نہیں کہ یہ شخص حضرت حق کے فیض کا ذریعہ اور اس کی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہی عشق کا متعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے تو مجھے اس کی طرف التفات ہرگز نہیں چاہئے۔رضوی)

(۱۱) تقویۃ الایمان صفحہ۵۶:-

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔(تقویۃ الایمان ص۴۰ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۴:-

جتنے پیغمبر آئے سووہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ ایک اللہ کو مانے، اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۱ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۱۶:-

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اور کسی کو میرے سوانہ مانیو۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۸:-

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۵) کتاب مذکور صفحہ ۷:-

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجتبائی دہلی)

(۱۶) صراط مستقیم صفحہ ۳۸:-

صدیق من وجہ مقلد انبیا می باشد و من وجہ محقق در شرائع پس اگر صدیق ذکی القلب ست رضا و کراہت حضرت حق در اصل و اقوال مخصوصہ و صحت و بطلان در عقائد خاصہ و محمودیت و مذمومیت در اخلاق و ملکات شخصیہ بنور جبلی خود دریافت می نماید۔ (صدیق من وجہ انبیا کا پیرو اور من وجہ احکام شرعیہ کے سلسلہ میں خود محقق ہوتا ہے، پس اگر صدیق ذکی القلب ہے تو وہ مخصوص اقوال وافعال میں خدائے تعالیٰ کی ناراضگی وخوشنودی او مخصوص عقائد کے بطلان وصحت او شخصی اخلاق وملکات کی برائی اور اچھائی کو اپنے نور جبلی سے جان لیتا ہے۔ رضوی)

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۳۹:-

پس احکام ایں امور مذکورہ اورا بدو وجہ معلوم می شود یکے بشہادت قلب خود خصوصاً و دیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع عموماً و علم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی ست، وثانی تقلیدی۔ و اگر ذکی العقل ست، نور جبلی او بسوے کلیات اورا رہنموئی می فرماید۔ پس علوم

کلیہ شرعیہ اورا بدوواسطہ می رسد بوساطت نور جبلی، وبوساطت انبیا علیہم الصلاۃ والسلام۔ پس در کلیات شریعت وحکم واحکام ملت اوراشاگردانبیا ہم می نوان گفت وہم استاذ انبیا ہم۔ ونیز طریق اخذ آں ہم شعبہ ایست ازشعب وحی کہ آں راعرف شرع بنفث فی الروع تعبیر می فرمایند وبعضے اہل کمال آں رابوحی باطنی می نامند۔ (پس ان امور مذکورہ کے احکام اس کودووجہ سے معلوم ہوتے ہیں: ایک تو خاص اپنے دل کی شہادت سے، دوسری عام کلیات شرع میں اس کے مندرج ہونے سے۔ پہلے طریقے سے جوعلم حاصل ہوتا ہے وہ تحقیقی ہے اور دوسرے طریقے سے جوعلم حاصل ہوتا ہے وہ تقلیدی۔ صدیق اگر ذکی العقل ہے تو اس کا نور جبلی اسے کلیات کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ پس علوم کلیہ شرعیہ اس کودوواسطے سے حاصل ہوتے ہیں (۱) نور جبلی کے واسطے سے (۲) انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے واسطے سے۔ پس کلیات شرع اوراحکام ملت کے سلسلے میں ان کوشاگردانبیا بھی کہہ سکتے ہیں اور ہم استاذ انبیا بھی۔ نیز ان کے اخذ کا طریقہ بھی طریقہ وحی ہی ہے جس کوعرف شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض اہل کمال کے نزدیک اس کا نام وحی باطنی ہے۔ رضوی)

(۱۸) کتاب مذکور صفحہ ۴۰:۔

ہمیں معنیٰ را با مامت وبوصایت تعبیر می کنند وعلم ایشاں را کہ بعینہٖ علم انبیاست لیکن وحی ظاہری متلقیٰ نہ شدہ بہ حکمت می نامند۔ (اسی معنیٰ کوامامت ووصایت کہتے ہیں اوران حضرات کے علم کوجوبعینہ انبیا کاعلم ہے وحی ظاہری نہ ہونے کی وجہ سے حکمت کہتے ہیں۔ رضوی)

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۴۱:۔

لابداورامحافظے مثل محافظت انبیا کہ مسمّی بہ عصمت ست فائز می کنند۔ (لامحالہ ان کوانبیا کی محافظت کے اس مقام پر فائز کیا جاتا ہے جس کومقام عصمت کہتے ہیں۔ رضوی)

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۴۲:۔

ندانی کہ اثبات وحی باطن وحکمت ووجاہت وعصمت مرغیر انبیارا مخالف سنت واز چنیں اختراع بدعت ست وندانی کہ ارباب کمال از عالم منقطع شدہ اند۔ (غیر انبیا کے لیے عصمت، وجاہت، حکمت اور باطنی وحی ثابت کرنے کو سنت کی مخالفت اور بدعت نہ جاننا اور یہ نہ سمجھنا ارباب کمال دنیا سے جاتے رہے۔ رضوی)

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۱۷۵:۔

امثال این وقائع واشباہ این معاملات صدہا درپیش آمد تا ایں کہ کمالات طریق نبوت بذروہ علیا خود رسید والہام وکشف بعلوم حکمت انجامید۔ (اس طرح کے سیکڑوں واقعات ومعاملات پیش آتے رہے یہاں تک کہ طریق نبوت کے کمالات بھی اپنی انتہا کو پہنچے۔ اور الہام وکشف علوم حکمت سے انجام پذیر ہوئے۔ رضوی)

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴:۔

ازیں کہ نفس عالی حضرت ایشاں برکمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات در بدو فطرت مخلوق شدہ بنائے علیہ لوح فطرت ایشان از نقوش علوم رسمیہ وراہ دانش منداں کلام وتحریر وتقریر مصفی ماندہ بود۔ (آپ کی ذات عالی چونکہ ابتدا ہی سے جناب رسالت مآب ﷺ سے کمال مشابہت کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت رسمی علوم کے نقوش اور تقریر وتحریر اور بات چیت میں عقل مندوں کی روش سے خالی تھی۔ رضوی)

(۲۳) تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ پر یہ حدیث لکھی: ارأیت لو مررت بقبری أکنت تسجد لہ اور آفت کی ''ف'' لکھ کر فائدہ یہ جڑا۔

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۰:۔

حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ

سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں ۔ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے

سو وہ مشرک ہو جاتا ہے ۔ (ملتقطا) (تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع مجتبائی ، دہلی)

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۱۲ :-

جو کوئی انبیا اولیا کی اس قسم کی تعظیم کرے ، مشکل کے وقت ان کو پکارے ، ان باتوں

سے شرک ثابت ہوتا ہے ۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۱۹

ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر

کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام ؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ

اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے ، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا ، اور کسی چوہڑے

چمار کا تو کیا ذکر ہے ؟ ۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳ ، ۱۴ مطبع مجتبائی ، دہلی)

(۲۷) صراط مستقیم صفحہ ۹۵ :-

بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وہ

صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ

بدتر رااز استغراق در صورت گاو و خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویداے دل

انسان می چسپد بخلاف خیال گاو و خر خود کہ نہ آں قدرے چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہان

و محقر می بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد ۔ (ظلمات بعضہا

فوق بعض کے مطابق اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال زنا کے وسوسے سے بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور

بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں ، توجہ کرنا اپنے گدھے بیل کے تصور میں

ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے کیوں کہ ان حضرات کا خیال تعظیم و اجلال کے ساتھ انسان کے دل میں

چمٹتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے ، نہ تعظیم ۔ بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے ۔

اور غیر خدا کا یہ تعظیم واجلال جو نماز میں ملحوظ و مقصود ہو وہ شرک کی طرف کھینچتی ہے۔ رضوی)

(۲۸) تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰:-

روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال وادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دست گیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا اور اولیا کی، پیر و شہید کی، بھوت پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں مانگے، اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (ملتقطا تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۱:-

گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اُکھاڑنا، مواشی نہ چگانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر، کسی کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے، اس پر شرک ثابت ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (ملتقطا تقویۃ الایمان ص ۸ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۰) تنویر العینین:-

لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی ﷺ الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامه ففیه شائبة من

الشرک... (شخص معین کی تقلید کا التزام کیسے جائز ہوگا جب کہ نبی کریم ﷺ سے منقول روایتوں کی طرف رجوع کرنا ممکن ہے، جو امام مقلَد کے قول کے خلاف پر صراحتاً دال ہے۔ لہٰذا امام کے قول کو نہ چھوڑنے میں شرک کا شائبہ ہے۔ رضوی)

(۳۱) کتاب مذکور:-

اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقوله وان ثبت علی خلافه دلائل من السنة والکتاب ویاول الیٰ قوله شوب من النظرية وحظ من الشرک والعجب من القوم لایخافون من مثل هذا الاتباع بل يخيفون تارکه فما احق هذه الاية فی جوابهم وکيف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم بالله (کتاب وسنت کے دلائل کی موجودگی میں کسی شخص معین کے قول کو دلیل بنا کر ان کا اتباع کرنا اور کتاب وسنت میں تاویل کرنا نصرانیوں کا طریقہ ہے جس میں شرک کا حصہ ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر جو اس طرح کے اتباع سے خوف نہیں کھاتے، بلکہ مخالف ہی کو ڈراتے ہیں۔ ان کے رد کے لیے یہ آیت بہت ہے "اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں کر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا۔ رضوی)

(۳۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۷:-

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۳) کتاب مذکور صفحہ ۲۲:-

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۴) کتاب مذکور صفحہ ۲۹:-

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان

ص ۲۰ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۵) کتاب مذکور صفحہ ۲۸:-

جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے، سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۷:-

جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو، نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹ مطبع مجتبائی دہلی)

(۳۷) کتاب مذکور ص ۲۵:-

ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۸ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۸) کتاب مذکور صفحہ ۵۷:-

(کوئی شخص کہے کہ) فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں، یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۴۲ مطبع مجتبائی، دہلی)

(وغیرھا من الخرافات)

انہیں وجوہ کی بنا پر ان کے زمانے ہی میں علمائے کرام نے ان کی تکفیر کی۔ اور ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ روز سہ شنبہ کو

جناب مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم

مولانا فضل حق صاحب (خیرآبادی)

مولوی مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین صاحب

مولوی موسیٰ صاحب بن مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

وغیرہم نے جامع مسجد میں مجمع خاص وعام میں مولوی اسمٰعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحی سے گفتگو کی۔ مولوی اسمٰعیل تو غصہ سے مغلوب ہو کر کلام نہ کر سکے اور چلے گئے، مولوی عبدالحی نے کچھ کلام کیا، وہ موافق جمہور، مخالف اپنے مذہب کے مثلاً لکھ دیا کہ 'بوسہ دہندہ قبر مشرک نیست' سوم کی فاتحہ میں اقرار کیا کہ 'اگر ثواب اس دن میں زائد نہیں جانتا اور برعایت مصلحت کرتا ہے ممنوع نہیں'۔

حضرت مولانا فضل حق صاحب عمری خیرآبادی نے ان کے روبرو ان کی تکفیر کی، اور ان کے رد میں ایک مبسوط فتویٰ لکھا، جس کا نام **تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی** رکھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے مولوی اسمٰعیل کے رد میں دس کتابیں تالیف فرمائیں:-

(۱) [۲] حل خطاء الخط

(۲) [٦٨] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح

(۳) [٨٤] الیاقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابط

(٤) [٨٨] سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس

(٥) [٩٦] الامن والعلیٰ لناعتی المصطفی بدافع البلاء

(٦) [١٠٥] الکوکبة الشھابیة فی کفریات ابی الوھابیه

(۷)[۱۰٦] سل السیوف الهندیه علی کفریات بابا النجدیه

(۸)[۲۵۹] دامان باغ سبحٰن السبوح

(۹)[۲٤۰] مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفی

(۱۰)[۳٤۵] چابک لیث بر اہل حدیث

[۴۷] رد نانوتوی [۱۲]

یہ فرقہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی طرف منسوب ہے۔ نانوتہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دیوبند سے ۱۲ کوس غرب میں آباد ہے۔

مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں۔ مدرس کے لیے تنخواہ پندرہ روپے تجویز ہوئی۔ مولوی صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آئے اور پھر اس مدرسہ کے سرپرست بن بیٹھے۔

جب فتنۂ شش امثال کا اٹھا اور لوگوں نے ہر طبقۂ زمین میں آدم و نوح وغیرہ انبیائے کرام مانے بلکہ ہر طبقہ میں محمد رسول اللہ بھی مانا تو مولوی محمد قاسم صاحب نے بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو کر ایک رسالہ **تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس** تصنیف کیا، اور اس میں اپنی ذہانت وجودت طبع کے نمونے دکھاتے ہوئے لکھا:-

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔ مگر اس میں خدا کی جانب یاوہ گوئی کا وہم ہے اس وصف میں اور قد و قامت وغیرہ اوصاف میں جن کو فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو نہ کیا۔ دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسوں کے اس قسم کے احوال جملہ **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ** اور جملہ **وَلٰكِنْ**

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْن ﷺ میں کیا مناسبت تھا اس قسم کی بے ربطی خدا کے کلام میں متصور نہیں۔

(۲) کتاب مذکور ص۳۳:-

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

انھیں جیسے کلمات کفریہ کی وجہ سے کہ ان عبارتوں میں صاف خاتم النبیین کا انکار ہے اور ہر طبقہ زمین میں ایک رسول خاتم الانبیا ماننا ہے علما اسلام نے نانوتوی صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کے رد میں مضامین لکھے، کتابیں تصنیف فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے بھی ان کے رد میں بارہ کتابیں تصنیف وتالیف کیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:-

[۱۵۹] جزاء اللّٰہ عدوہ بابائہ ختم النبوة

[۱٦۳] فتاوی الحرمین برجف ندوة المین

[۱٦٤] ترجمة الفتوی وجه هدم البلویٰ

[۱٦٥] خلص فوائد فتوی

[۲۳۱] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲] خلاصه فوائد فتاوی

[۲٤۳] مبین احکام وتصدیقات اعلام

[۲٥۳] تمهید الایمان بآیات قرآن

[۲٦۰] المبین ختم النبیین

[٣٠١] تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال (١٢٩٢ھ)

[٣٠٢] جوابہائے ترکی بترکی

[٣٤٥] چابک لیث بر اہل حدیث

[۴۸] رد گنگوہی [۲۵]

گنگوہی منسوب بسوئے گنگوہ ضلع سہارنپور میں زمانہ قدیم سے مشہور قصبہ ہے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس گنگوہی صابری قدس سرہ العزیز کی وجہ سے مشہور تھا، جو خانوادہ چشتیہ صابریہ کے بہت ہی مشہور بزرگ ہیں۔ اور اس زمانے میں اس بستی کی شہرت دیوبندیوں وہابیوں میں مولوی رشید احمد صاحب کی وجہ سے ہے۔ مولوی صاحب ۶/ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ یوم دوشنبہ چاشت کے وقت قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور محلہ سرائے میں خانقاہ شیخ المشائخ مولانا عبدالقدوس گنگوہی کے متصل اپنے جدی مکان میں جو درگاہ حضرت شیخ کے شرقی سمت میں تخمیناً پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔ مولوی صاحب ماں باپ دونوں طرف سے شیخ زادہ انصاری ہیں۔ سلسلہ نسب پدری یہ ہے: مولوی رشید احمد بن مولوی ھدایت احمد ابن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی ہے۔ اور مادری نسب نامہ یہ ہے: مولوی رشید احمد بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمدصالح بن غلام محمد الخ

انھوں نے کتاب **براھین قاطعہ** جسے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے چھپوایا اور جس کی تقریظ میں لکھا کہ ـــــ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور تمام دیکھا ـــــ اس کے ص ۵۱ پر ہے:-

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کے وسعت

علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(۲) براہین قاطعہ ص ۵۲:-

افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں شیطان یا ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔

(۳) کتاب مذکور ص ۵۱:-

اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان شیطان سے افضل ہیں، تو مولف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں، تو اس کے برابر تو علم بزعم خود ثابت کرے۔

(۴) کتاب مذکور ص ۴۹:-

فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے۔

(۵) کتاب مذکور ص ۵۲:-

اگر فخر عالم علیہ السلام کو لاکھ گنا عطا فرمادے ممکن ہے مگر ثبوت اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے۔

(۶) خود اپنے فتاوی رشیدیہ حصہ ۳ ص ۱۲ میں لکھا:-

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی نبی ﷺ) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔

(۷) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۴۲:-

رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا معتقد قطعاً مشرک کافر ہے۔

(۸) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۷:-

اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

(۹) فتوی دستخطی ومہری

سوال :- دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے، تیسرے نے کہا کہ میں وقوع کذب باری کا قائل ہوں۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر، یا بدعتی ہے یا اہل سنت، باوجود قبول کرنے وقوع کذب باری کو۔

الجواب:- اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہیے۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ دیکھو حنفی شافعی پر طعن نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ایسے ثالث کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔

(۱۰) براہین قاطعہ ص ۴:-

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔ امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔

(۱۱) تقدیس القدیر ص ۷۸:-

جواز وقوعی میں بحث ہے۔

(۱۲) کتاب مذکور ص ۷۹:-

گفتگو جواز وقوعی میں ہے نہ جواز امکانی میں۔

ص ۴۴:-

بعض جواز وقوعی کا اثبات کرتے ہیں۔

ص ۱۹:-

مراد جواز سے دو یعنی ایک جواز وقوعی جس کے وقوع سے کوئی استحالہ لازم نہ آئے۔

(۱۳) کتاب مذکور ص ۲۱:-

کذب جنس ہے اور خلف وعید ایک نوع اس کی ہے۔

اور یہ میزان منطق داں بھی جانتا ہے کہ ثبوت نوع سے ثبوت جنس لازم وواجب ہے۔ پس یہ فرمانا کہ جواز خلف وعید کے معتقد جواز کذب کے معتقد نہیں، طرفہ فقرہ ہے۔ کیا پہلے علما متکلمین کو کوئی ایسا گمان کرسکتا ہے کہ نوع کے وجود کے قائل ہوکر جنس کے عدم کے قائل نہ ہوں۔ پس ضروری ہے کہ وہ لوگ جواز کذب کے قائل ہونگے، اور یہ وہی مضمون ہے کہ ابتداء براھین قاطعہ میں ہے کہ خلف وعید میں علمائے متقدمین کا اختلاف ہوا ہے اور امکان خلف کی امکان کذب فرع ہے۔ یعنی کذب جنس ہے، اور خلف وعید نوع اس کی۔

(۱۴) تقدیس القدیر ص ۲۳:-

شرط نہ ہو تب بھی خداوند کریم خلف پر قادر ہے مثلاً توبہ نہ کرے تب بھی عفو مقدور ہے۔

(۱۵) فتاوی گنگوہی حصہ ۳ ص ۳۱:-

خدا بندوں کو قدرت دے کر فارغ ہو گیا۔

(۱۶) کتاب مذکور حصہ ۱: ص ۵۱:-

خود آپ (یعنی نبی ﷺ) نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو۔

(۱۷) براہین قاطعہ ص ۱۴۸:-

یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں ۔معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ حرام وفسق ہے۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۴۸:-

بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔

(۱۹) کتاب مذکور ص ۷۹ پر فاتحہ کی نسبت کہا:۔

تشبیہ ہنود کا بھی اس میں (فاتحہ میں) مقرر ہے۔ کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے، اور ان کا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید (وید) پڑھواتے ہیں۔ تحفۃ الہنود میں ہے کہ ہر سال جس تاریخ کو کوئی مرا اسی تاریخ کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور اس کو ضرور جانتے ہیں۔ اور پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے۔ انتہی۔ پس اگر اس کو رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے۔

(۲۰) فتاوی حصہ۲ ص ۱۳:۔

رحمۃ للعٰلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلعم کی نہیں ہے۔ انبیا علما بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگر چہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں، لہٰذا دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔

(۲۱) فتاوی گنگوہی ص ۸۳:۔

حصہ اول جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے، تو اندیشہ کفر کا ہے، امام نہ بنانا چاہیے، اگر چہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے۔

(۲۲) براہین قاطعہ ص ۱۸: میں روضہ انور پر جو ہزاروں روپیے کی جھاڑ وفانوس میں اس مبارک روشنی کی متعلق لکھا:۔

موجب ظلمت اور نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے۔

(۲۳) کتاب مذکور ص ۲۲:۔

ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا، آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا: جب سے علمائے مدرسہ دیو بند سے ہمارا معاملہ ہوا، ہم کو یہ زبان آگئی۔

(۲۴) فتاوی گنگوہی حصہ ۳ ص ۱۰۱:۔

تصنیف فرمائیں۔جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

[۲۵](۱) منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین

[۲۶](۲) ازکی الاھلال بابطال مااحدث الناس فی امر الھلال

[۶۸](۳) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح

[۷۸](۴) الصافیۃالموحیہ لحکم جلود الاضحیہ

[۸۸] (۵) سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس

[۱۰۴](۶) المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر

[۱۰۸](۷) وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح

[۱۳۵](۸) القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ

[۱۳۷](۹) الرد الاشد البھی فی ھجر الجماعۃ علی الکنکھی

[۱۶۸](۱۰) انباء المصطفےٰ بحال سر واخفیٰ

[۱۹۴](۱۱) الجزء المھیا لغلمۃ کنھیا

[۲۰۷](۱۲) رامی زاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ

[۱۱۶](۱۳) اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح

[۲۲۱](۱۴) اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین

[۲۳۱](۱۵) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲](۱۶) خلاصہ فوائد فتاوی

[۲۴۳](۱۷) مبین احکام وتصدیقات اعلام

[۲۴۶](۱۸) الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ

[۲۵۳](۱۹) تمھید ایمان بآیات قرآن

[۴۹] رد تھانوی [۹]

یہ فرقہ مولوی اشرف علی تھانوی کی طرف منسوب ہے۔وہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یو پی کے رہنے والے تھے۔مولوی صاحب بھی از ناب وذریات علمائے دیو بند سے ہیں۔لیکن **حفظ الایمان** نامی ایک چھوٹا سا رسالہ لکھنے کی وجہ سے آپ کی ذات بہت ہی مشہور اور ایک مستقل حیثیت کی سمجھی جانے لگی کہ ان کے اکابر نے بھی ایسی بات نہیں لکھی تھی۔

مولوی تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں لکھا ہے:-

آپ (حضور ﷺ) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں،تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ایسا علم غیب تو زید وعمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی ہو، تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو من جملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے؟ اور التزام نہ کیا جائے تو نبی، غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان، ص ۸، مطبوعہ بلالی سٹیم پریس، انبالہ)

حفظ الایمان کی یہ عبارت ایسی صریح اور واضح ہے کہ خود تھانوی صاحب سے اس کے متعلق سوال ہوا تو ایسے قائل کو خارج از اسلام بتایا۔لیکن یہ ان کی

ڈھٹائی اور حیاداری ہے کہ وہ رسالہ چھپا ہوا ہے، چھپا ہوا نہیں ہے۔ پھر بھی صاف انکار کیا۔ بسط البنان میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:- میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہ لکھا۔ لکھنا درکنار، میرے قلب میں کبھی اس کا خطرہ بھی نہ گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحۃ یا اشارۃ کہے، میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم کی۔

رسالہ امداد، صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵ پر ایک مرید کا خواب لکھا کہ:-

خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور [تھانوی صاحب] کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی، تو حضور [تھانوی صاحب] کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے۔ اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی، زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ اتنے میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا۔

بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا، تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرفعلی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ تو دوسرے روز بیداری رقت رہی۔ خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں۔

تھانوی صاحب نے اس کا جواب لکھا:۔

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴؍شوال ۱۳۳۵ھ

رسالہ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہے:۔

ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر [تھانوی] کے گھر میں حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا۔ (کہ اس کم سن شاگردہ و مریدہ سے شادی ہوگی) اس مناسبت سے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔ (ص ۱۳)

اللہ اکبر! کوئی بھنگی چمار بھی ماں کی تعبیر جورو سے نہ کرے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تھانوی صاحب کے رد میں نو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

[۲۲۳] (۱) الدولة المکیة بالمادة الغیبیه

[۲۳۱] (۲) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲] (۳) خلاصة فوائد فتاوی

[۲۴۳] (۴) مبین احکام وتصدیقات اعلام

[۲۴۶] (۵) الفیوض الملکیه لمحب الدولة المکیه

[۲۵۳] (۶) تمہید ایمان بآیات قرآن

[۲۸۵] (۷) فتوائے کرامات غوثیہ

[۳۳۸] (۸) ظفر الدین الجید

[۳۴۵] (۹) چابک لیث براہل حدیث

[۵۰] رد مولوی نذیر حسین [۶]

مولوی نذیر حسین صاحب اگر چہ دہلوی سے مشہور ہیں مگر در حقیقت بہاری ہیں۔ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک موضع بلتھوا میں ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں سورج گڑھا سے ۶/۵ میل کی مسافت پر ہے۔ (دیکھیے تراجم علمائے حدیث ہند: ص ۱۳۳)

یہ غالی قسم کے غیر مقلد تھے۔ تقلید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سخت مخالف تھے۔ مسائل کا جواب بھی کیف یشاء دیتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۲۴] (۱) النذیر الھائل لکل جلب جاھل

مجلس میلاد مبارک میں مولوی نذیر احمد صاحب کے ایک فتوی کا انہیں کے دوسرے فتوے سے رد ہے۔

[۱۳۰] (۲) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ملقب بہ حجة الحین علی نذیر حسین

[۱۵۹] (۳) جزاء اللہ وعدہ بابائہ ختم النبوۃ

[۳۰۱] (۴) تنبیہ الجھال بالھام الباسط المتعال

[۳۰۲] (۵) جوابہائے ترکی بترکی

[۳۰۳] (۶) سیف المصطفی علی ادیان الافتراء

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے بعض رسائل پر تبصرہ

الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب مستطاب الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کی شرح (الفیوضات الملکیہ کے نام سے) تحریر فرمایا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما دوسری مرتبہ حاضر ہوئے ، اور مدینہ طیبہ کی حاضری اصل مقصد قرار دیا، جس کی طرف قصیدہ مبارکہ 'حضور جان نور' میں اشارہ کیا ہے ؎

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مکہ معظّمہ پہنچ کر حضور کو معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے مقصد کے مطابق کچھ فتوی یہاں کے علما سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کی خبر انھیں معلوم ہوئی ، تو بہت گھبرائے ۔سونچا کہ انہیں کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے۔انھیں کی موجودگی میں اس فتوی کا اثر بھی ان پر آسانی سے مرتب ہو جائے گا۔

آخر سوچتے سوچتے حضرت ابوالذکا سراج الدین مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری ارشادی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ اعلام الاذکیا فی علم الغیب للانبیاء یاد آیا کہ انھوں نے اس میں تحریر فرمایا ہے:

وصلی اللہ علی من ھو الاول والاخر والظاھر و الباطن وھوبکل شئ علیم ٥

آیت کریمہ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہے، اس کو حضرت مولانا نے اس رسالہ میں نعت شریف قرار دیا ہے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ خدا بنا دیا ـــــ اور اس پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی تقریظ و تصویب ہے۔ اسی بنا پر علماے مکہ معظّمہ سے استفتا کیا اور یہ بھی کہا کہ مصنف تو نہیں، مگر مقرّ ظ رسالہ یہیں موجود ہے۔ تا کہ ایسے شخص کا جو حکم شرعی ہو اس پر جاری بھی کر دیا جائے۔

خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر دے اور کروٹ کروٹ انوار اور جنت کی خوشبوؤں میں حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب مفتی حنفیہ کو رکھے، کہ انھوں نے فرمایا: پھر کسی دوسرے شخص سے استفتا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خود انھیں سے سوالات کئے جائیں، وہ جو جواب دیں، علما کی مجلس میں پیش کر کے اسے دیکھ لیا جائے۔

یہ بات ایسی معقول تھی کہ علی رغم الوھابیہ سب نے تسلیم کی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں وہ استفتا پیش ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے بے مراجعت کتاب فقط آٹھ گھنٹے میں عربی زبان میں نہایت مدلل و مفصل ایک مستقل کتاب مستطاب اس کے جواب میں تصنیف فرمایا اور اس کا تاریخی نام الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ رکھا۔

جب وہ رسالہ علمائے کرام کے سامنے، شریف مکہ کے سامنے پڑھا گیا تو علمائے کرام متحیرانہ اس کو سن رہے تھے اور قوت دلیل پر عش عش کررہے تھے، کہ وہابیہ کے ایک وکیل نے بیچ میں بات کاٹ کر کچھ اعتراض کرنا چاہا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے فرمایا: پہلے پورا رسالہ سن لو! ممکن ہے کہ تمہارے اس شبہ کا جواب آئندہ موجود ہو۔ پھر تضییع اوقات کا کیا فائدہ؟ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ چند ورق کے بعد بطور دفع دخل اس کا جواب مذکور تھا۔ جب پورا رسالہ پڑھا جاچکا، تو شریف مکہ نے فیصلہ کیا۔ **اللّٰہ یعطی وھولاء یمنعون**

○ یعنی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب دیتا ہے مگر وہابی لوگ اس کو روکتے ہیں۔

جب ہندوستان، حضور اعلیٰ حضرت تشریف لائے، تو بہت ضخیم شرح اس کی تحریر فرمائی، اور اس کا نام **الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ** تجویز فرمایا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے، **اتساع الصغیر للکبیر الکثیر** اور اس ضمن میں اعلیٰ حضرت نے بہت سے واقعات مستند کتابوں سے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں، جن کا ترجمہ کرنا ناظرین سوانح کے لیے میں مناسب خیال کرتا ہوں۔

(۱) انسان کی آنکھوں کی پتلی کیا ہے؟ ایک سیاہ نقطہ ہے، جس میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان سب کی صورتیں ایک آن میں چھپ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ انطباع بقدر اتساع ہے۔ تو اتنے بڑے آسمان کی صورت ایک نقطہ میں بقدر نقطہ ہوگی۔ اسی پر رائی کے دانہ وغیرہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے ان تمام چھوٹی چھوٹی لطیف وصغیر صورتوں کا چھپنا، اور ان کا اکٹھا ہونا۔ لطف یہ کہ آنکھ والا ایک ہی آن میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا،

میدان، رائی سب کو علیحدہ علیحدہ واضح طور پر تمیز کرتا ہے۔ جس میں اصلاً خفا اور پوشیدگی نہیں رہتی۔ ہر چیز اسی کے قدر و جثہ کے مطابق دیکھتا ہے۔ ان چیزوں کے ہجوم و تراکم کی وجہ نہ التباس ہوتا ہے، نہ مقدار میں کوئی فرق ہوتا ہے۔

(۲) ایک چھوٹا بیج کہ ناخنوں کے برابر بھی نہیں اس سے عظیم الشان درخت نکلتا ہے۔ اس کا دَل مثلاً سو گز ہو، اور شاخیں صد در صد گز زمین پر سایہ فگن ہیں۔ اس میں ہزاروں شاخیں ہیں، اور ہر شاخ میں ہزاروں پتے ہیں۔ جیسے املی کا بیج، اس میں یہ سب چیزیں موجود ہیں ـــــــ تو اللہ نے جس کی آنکھیں کھول دی ہیں، وہ قبل ان چیزوں کے ظہور کے اس بیج میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ حالانکہ ظاہر میں پورے اس بیج کو بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ نہ اس کا نصف دیکھتا ہے، نہ ربع، بلکہ صرف پوست کا نصف سطح ظاہر دیکھتا ہے، جو اس کے سامنے ہے۔ **فَهَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۝ ؕ**

(۳) علامہ عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب **الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر** میں فرماتے ہیں کہ دوات کے اندر جو روشنائی ہے۔ اہل کشف اس میں تمام ان حروف والفاظ کو دیکھتے ہیں جو اس سے لکھی جائیں گی۔ تو جس وقت لکھتے لکھتے، وہ روشنائی ختم ہو جائے اور جو کچھ اس سے لکھا گیا ہے، اہل کشف کے علم سے مقابل کیا جائے، تو نہ اس سے ایک حرف زائد ہوگا، نہ ایک لفظ کم۔

(۴) **الابریز فی علوم سیدنا عبد العزیز** میں ہے کہ میں نے

حضرت شیخ ﷺ سے سنا کہ جب جنین ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے، تو عارف باللہ اسی وقت اس کو اس حال میں دیکھتا ہے، جہاں وہ اپنی آخر عمر تک پہنچے گا اور جو کچھ خیر وشر اس کو پہنچے گا اور سب اسی وقت دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عارف کے دیکھنے کے مطابق تمام حالات قلم بند کر کے رکھ چھوڑے، اور روزمرہ کی زندگی میں جو باتیں اس کو پیش آتی جائیں، ان سب کو اس سے مقابلہ کرتا جائے تو سرمو ان دونوں میں تفاوت نہ ہوگا۔

(۵) صوفیہ کرام کا اجماع ہے کہ انسان تمامی مخلوقات کے اوصاف کا نسخہ جامعہ ہے۔ اور یہ عالم صغیر ہے۔ اور جو کچھ عالم کبیر میں ہے، سب اس میں موجود ہے۔ تو جو شخص اس کے باطن میں دیکھے، اور حق معرفت کر کے پہچانے، تو اس عالم صغیر میں وہ سب کچھ پائے گا، جو عالم کبیر میں ہے۔ یعنی صفحات وجود پر جو کچھ مرقوم ہے۔ قال تعالیٰ **سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِى الآفَاقِ وَفِى أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ** ○ ؁ ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ (پ۲۵ع۱)

(۶) تھوڑے سے زمانہ میں بہت بڑی عظیم و کثیر خبر دکھانے کی مثال حضور اقدس ﷺ کا معجزہ معراج شریف ہے کہ محض تھوڑی سے شب میں حضور اقدس ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، وہاں سے سماوات اعلیٰ، وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستویٰ، وہاں سے عرش اعلیٰ، وہاں سے منقطع الجہۃ این والیٰ تشریف لے گئے۔ پھر قریب ہوئے، اور بہت نزدیک ہوئے، **دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْأَدْنٰى** ○ ؁ اور یہ ظاہر ہے کہ زمین سے آسمان دنیا کی مسافت پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور اسی طرح ہر آسمان سے دوسرے

آسمان تک کی مسافت اور ضخامت ہزار برس کی راہ ہوئی۔ تو آمد و رفت میں صرف آسمانوں ہی تک پہنچنے کے لیے چودہ ہزار برس چاہئے۔ اور ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہی، وہاں سے مقام مستوی، وہاں سے عرش اعلیٰ کی مسافت تو سوائے خداوند کسے معلوم؟

البتہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی، جسے امام ابوربیع نے شفاء الصدور میں مرفوعاً نقل فرمایا کہ پھر میں نور میں گیا تو ستر ہزار حجاب طے کئے، جن میں کوئی ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہیں۔ اور ہر حجاب میں ایک فرشتہ موکل تھا، جو دوسرے حجاب تک پہنچایا کرتا تھا۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ تھی۔ اس کے بعد مجھے فرمایا گیا: تقدم یا محمد تو میں آگے بڑھا اور میرے ساتھ فرشتہ چلا۔ وہاں جا کر سبز رفرف حاضر کیا گیا۔ اور ایک روایت میں سات سو، ایک روایت میں اور ستر حجاب کا ذکر ہے۔ تو یہ کل ستر ہزار سات سو ستر حجاب ہوئے۔ اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی مسیرۃ پانچ سو سال کی راہ ہے۔ تو آسمانوں کے ہضم کے اوپر سے عرش اعلیٰ تک کی مسافت آمد و رفت کی سات کروڑ سات لاکھ ستر ہزار سال کی راہ ہوئی۔

پھر یہ تشریف لے جانا محض مرور ذھاب وایاب نہ تھا۔ بلکہ سماوات اور جو ان کے بیچ میں ہے ان کا مطالعہ و مشاہدہ اور کرسی اور جو اس میں ہے؛ اور عرش اور جو اس میں ہے؛ اور جنت اور جو کچھ اس میں ہے؛ اور دوزخ اور جو اس میں ہے، ان سب کا تفصیلی ملاحظہ تھا کہ جملہ حقائق ودقائق سے واقف ہوئے۔ اور یہ سب فقط شب کے ایک تھوڑے سے حصہ میں ہوا۔

(۷) بخاری شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷜ سے مروی کہ حضور اقدس ﷺ ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے، تو ابتدائے آفرینش سے تمام امور کی خبر دے دی۔ اس وقت تک کہ جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی لوگ اپنی منزلوں میں داخل ہوں گے۔ جس نے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا؟ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، شارحین بخاری اور ملا علی قاری صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: یہ حدیث زبردست دلیل اس امر کی ہے کہ رسول ﷺ نے ایک مجلس میں جملہ مخلوقات کی تمام حالتوں کی خبر ابتدائے آفرینش سے فنا ہونے بلکہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کے واقعات، سب بیان فرمادیئے۔ تو یہ اخبار مبدأ، معاش، معاد سب کو شامل ہے۔ اور تمام باتوں کو ایک جلسہ میں بیان فرمادینا، یہ بہت بڑا معجزہ، اور خارق عادت واقعہ ہے۔ اور دوسری حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۸) ترمذی شریف میں حضرت عُبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول ﷺ باہر تشریف لائے، تو آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ اس کتاب کے بارے میں، جو دہنے ہاتھ میں تھی، فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں۔ ان کے ماں باپ کے نام، ان کے قبیلے کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔ تو نہ ایک شخص ہی اس میں زائد ہوگا، اور نہ کوئی اس سے کم ہوگا۔ اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی، اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جہنمیوں اور ان کے باپوں

اوران کے قبیلوں کے نام ہیں۔اور آخر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔تو نہ ایک شخص اس میں زائد ہوگا اور نہ ایک بھی کم ہوگا۔

سرسری نظر میں یہ بات کوئی بہت بڑی اہم نہیں معلوم ہوتی۔لیکن اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس معجزہ اور جرم واسع کثیر کا ایک تنگ ظرف میں بند کر دینے کا حال معلوم ہوگا۔گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دینا اگر ہوسکتا ہے،تو اس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔اس لیے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک کتاب مجلد ہے،جس میں پانچ سو ورق بڑے بڑے ہیں،اور ہر صفحے میں پچاس سطریں ہیں ؛اور ہر سطر میں دس جنتیوں کا نام اس طرح مرقوم ہے۔ابوبکر بن قحافہ تیمی ـــــ عمر بن الخطاب عدوی ـــــ عثمان بن عفان اموی ـــــ علی بن ابی طالب ہاشمی ـــــ طلحہ بن عبید اللہ تیمی ـــــ زبیر بن عوام اسدی ـــــ عبد الرحمٰن بن عوف زہری ـــــ سعد بن ابی وقاص زہری ـــــ سعید بن زید وقاص زہری ـــــ سعید بن زید عدوی ـــــ ابوعبیدہ بن جراح فہری۔تو اگر اس طرح پوری کتاب میں جنتیوں کے نام لکھے جائیں،تو اس مجلد ضخیم کبیر طویل عریض ثقیل میں فقط پانچ لاکھ آدمیوں کے نام آجائیں گے۔

اور جنتی کتنے ہیں؟اس کا کچھ اندازہ ان حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی رسول ﷺ فرماتے ہیں۔میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بلا حساب و کتاب جائیں گے،جو لوگ نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں،نہ فال لیتے ہیں،اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں اتنا اور زائد ہے کہ ان کے منہ چودہویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔

نیز اس میں سے حضرت عکاشہ بھی ہیں۔

صحیحین ہی کی روایت حضرت سہیل بن سعد سے مروی رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار یا ستر لاکھ آدمی ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، وہ سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے۔

امام احمد و ترمذی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ اور تین لپ اللہ کے لپوں سے۔ تو ان کا مجموعہ انچاس لاکھ ستر ہزار ہوتا ہے ــــــــ اور خدا کے تین لپوں میں کتنے آدمی آئیں گے؟ ان کا شمار تو خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔

مسند امام احمد اور حکیم ترمذی ابو یعلی دیلمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ستر ہزار میری امت سے بلا حساب داخل ہوں گی، جن کے منہ چودھویں رات کے مانند ہوں گے اور ان سب کے قلوب ایک شخص کے قلب کی طرح۔ پھر میں نے اپنے رب سے زیادتی چاہی، تو اس نے زیادہ کیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔

تو یہ مجموعہ چار عرب نو کروڑ ہوگا۔ تو اگر فقط انہیں جنتیوں کے نام، جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، اس طریقہ پر لکھے جائیں تو ان کے لیے آٹھ لاکھ نو ہزار مجلدات کی ضرورت ہوگی ــــــــ پھر تمام جنتیوں کے ناموں کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی، اس کو کون بتا سکتا ہے؟

علامہ عبد الوہاب شعرانی کتاب مستطاب الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر کے مبحث بتیس میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دینی بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نیک بختوں کے متعلق اطلاع بخشی۔ جو صلب سیدنا آدم علیہ السلام میں تھے۔ تو ان کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر ان کو اعداد میں لکھنا چاہیں تو اکسٹھ عدد رقم اس کے لیے درکار ہوگی۔ پہلے پانچ صفر، پھر ایک کروڑ بیاسی لاکھ چھیانوے ہزار چھ سو پچاسی۔ پھر انیس صفر، پھر رقم بتیس ہزار نو سو سرسٹھ۔ پھر بیس صفر، ایک ہزار چار سو پچاسی لکھا جائے، تو جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۴۸۵.....................، ۳۲۹۶۷.....................، ۱۸۲۹۶۶۸۵.....

اتنے آدمی کے نام اس قاعدے سے لکھے جائیں، تو اس کے لیے اتنی ضخیم مجلدات کی ضرورت ہوگی، جن کو اعداد میں اس طرح لکھ سکتے ہیں۔ پہلے چھتیس لاکھ انسٹھ ہزار تین سو سینتیس۔ پھر ۱۹ صفر پھر پینسٹھ ہزار نو سو چونتیس۔ پھر اکیس صفر پھر دو سو ستانوے لکھا جائے، جس کی شکل یہ ہوگی۔

۲۹۷.....................، ۶۵۹۳۴.....................، ۳۶۵۹۳۳۷

اور رب العزت جل جلالہ نے حضور اکرم ﷺ کے لیے ان کو ایسی مجلد مین جمع فرما دیا تھا، جس کو ایک ہاتھ میں حضور اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تعداد تو سعداء اور نیک بختوں کی ہے۔

پھر کفار اور بدبختوں کی تعداد کون بتا سکتا ہے؟ اس لیے کہ وہ باختلاف الروایات سعید سو میں ایک، یا ہزار میں ایک، یا کالے بیل کے بدن میں سیاہ بالوں میں ایک آدھ سفید بال کی مثال ہیں۔ علمائے کرام نے ان روایات کی

تطبیق بہت دلچسپ دی ہے کہ سعید بنی آدم سے سو میں ایک ہیں۔اور جب ان کے ساتھ یاجوج اور ماجوج کو بھی ملا لیجیے تو ہزار میں ایک، اور اگر جنوں کو بھی شامل کرلیا جائے، تو سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال کی مثال ہیں۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے راوی کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام بلائے جائیں گے، اوران کی ذریت ان کو دکھائی جائے گی۔ اوران سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا جائے گا کہ اپنی ذریت سے جہنم کا حصہ نکال دیجیے۔

عرض کریں گے: اے رب! کس قدر نکالوں؟

ارشاد ہوگا: ہر سو سے ننانوے۔

یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ننانوے دوزخ میں بھیج دیئے گئے تو باقی کیا رہے؟

حضور نے ارشاد فرمایا: کہ میری امت اور امتوں میں جیسے سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال ہے۔

علامہ بغوی نے **معالم التنزیل** میں حضرت ابو سعید خدری ﷛ سے روایت کیا۔اس میں حضرت آدم کے قول **ومابعث النار** کے جواب میں ہے۔ ہزار سے نو سو ننانوے۔

اس وقت لوگوں نے کہا کہ ہم میں وہ ایک کون ہوگا؟

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: نو سو ننانوے یاجوج ماجوج سے اور ایک تم میں سے۔

امام احمد، بخاری، مسلم ،ابن جریر ،ابن ابی حاتم، ابن ابی مرویہ، بیہقی ، حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت کرتے ہیں، جس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ جب ارشاد ہوگا:

ہر ہزار سے نوسو ننانوے جہنم میں بھیجو۔

یہ سن کر بچے غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے۔

تو جب عدد سعدا جن کا بیان اوپر گزرا، نوسو ننانوے میں ضرب دیا جائے، تو اشقیا کی تعداد اس قدر ہوگی۔ جن کو اس طرح لکھا جا سکتا ہے۔ پانچ صفر اٹھارہ ارب ستائیس کروڑ تراسی لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو پندرہ۔ پھر سولہ صفر پھر تین کروڑ انتیس لاکھ چونتیس ہزار تینتیس۔ پھر سترہ صفر پھر چودہ لاکھ تراسی ہزار پانچ سو پندرہ، جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۴۸۳۵۱۵.................۳۲۹۳۴۰۳۳.................۱۸۲۷۸۳۸۸۳۱۵.....

پھر ان کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی؟ اور سیاہ بیل کے بدن میں کتنے بال ہوں گے؟ اس کی تعبیر ایک سفید بال کے اندازے سے تو ممکن ہی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سُعدا کے عدد پر مطلع فرمایا، نہ کہ اشقیا کی تعداد پر۔

پھر اس کتاب کو بھی ایسی صغیر الحجم بنا دیا کہ حضور نے بے تکلف اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا، اور لوگوں کے پاس اسی حال میں تشریف لائے کہ دونو ں کتابیں حضور کے دونوں دست اقدس میں تھیں۔ تو یہ دونوں کتابیں بتیسر جرم عظیم کبیر کو ظرف تنگ اور صغیر میں کرنے کی بہترین مثال ہے۔ واللہ علیٰ کل شئ قدیر۔

(۹) امام احمد و بخاری حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا داوٗد علیہ السلام سے قرآن یعنی زبور ہلکا کردیا گیا تھا۔تو گھوڑا کسنے کے لیے حکم دیتے تو یہ پوری زبور شریف پڑھ لیتے ،قبل اس کے کہ گھوڑا کسا جائے۔

اور بعض علما نے فرمایا کہ قرآن سے مراد توریت ہے۔ اس لیے کہ زبور کل ایک سو پچاس سورہ ہیں۔ سب مواعظ اور ثنا میں، اور احکام حلال وحرام وغیرہ یہ سب توریت سے لیتے تھے۔

تو اگر توریت مراد لیا جائے تو معجزہ اور بھی بڑا ہوگا۔اس لیے کہ **معالم التنزیل** میں ربیع بن انس ﷜ سے مروی ہے کہ توریت شریف نازل ہوا تو ستر اونٹ کا بوجھ تھا۔ ایک پارہ ایک سال میں پڑھا جاتا تھا، اس کو صرف چار شخصوں نے یاد کیا تھا۔ اور زبانی پڑھتے تھے حضرت موسی علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت عزیز علیہ السلام، حضرت عیسی علیہ السلام۔

(۱۰) ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ اس معجزہ داوٗدی کی مثال اتباعِ آقائے دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی ظاہر ہوا۔ مولائے کائنات حضرت علی مرتضی **کرم اللہ وجہہ** سے مروی کہ گھوڑا کس کر لایا جاتا، اور آپ ایک پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے، تو جب تک دوسرا قدم دوسرے رکاب میں رکھیں، نہایت ٹھہر ٹھہر کر، معنی مطلب سمجھ کر قرآن شریف ختم فرمایا کرتے۔

(۱۱) حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نے **اشعۃ اللمعات** میں انھیں کے متعلق دوسرا واقعہ ذکر فرمایا کہ ملتزم سے دروازہ خانہ کعبہ تک

پہونچنے میں پورا قرآن شریف ختم فرما دیا کرتے۔

(۱۲) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے متعلق جو خبر پہونچی ہے وہ یہ کہ چار ختم دن میں فرماتے، اور چار ختم شب میں۔

(۱۳) علامہ عینی ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں، امام نووی کا کلام نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حافظ کو دیکھا کہ شب قدر کی وتر میں تین ختم قرآن کیا، ہر رکعت میں ایک ختم کیا۔

(۱۴) علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں علامہ نووی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں ۸۶۷ھ میں حضرت ابو طاہر کو دیکھا، اور ان کے بارے میں سنا کہ وہ رات دن میں دس ختم سے زیادہ کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ قسطلانی ہی نے فرمایا کہ مجھ سے شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف ادام اللہ النفع بعلومہ نے ان ہی ابو طاہر کے متعلق فرمایا کہ وہ رات دن میں پندرہ ختم فرماتے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے متعلق یہ فرمایا ہو۔ جیسا کہ علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں حضرت شیخ الاسلام ہی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(۱۶) علامہ عبد الغنی نابلسی نے فرمایا کہ ارشاد میں ہے کہ نجم اصبہانی نے ایک یمنی شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف ایک مرتبہ یا سات مرتبہ کرنے میں پورا قرآن پاک ختم کرلیا، اور یہ بجز مدد ربانی وفیض رحمانی ناممکن ہے۔

(۱۷) نیز علامہ نابلسی نے فرمایا کہ مجھے بعض ثقات نے خبر دی کہ ہمارے شیخ عبد الوہاب شعراوی مغرب اور عشا کے درمیان دو ختم کر لیتے۔

(۱۸) سیدی علامہ جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں شیخ سعید الدین فرغانی سے ناقل کہ میں نے شیخ طلحہ بن عبد اللہ بن طلحہ تستری عراقی سے ۶۶۵ھ میں سنا کہ وہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ﷺ سے راوی کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حج کو گیا ہوا تھا، اور میں طواف کر رہا تھا کہ ایک مغربی شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہے ہیں، اور لوگ ان سے برکت حاصل کر رہے ہیں۔ تو لوگوں نے ان سے میرے متعلق ذکر کیا کہ یہ شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی کے صاحب زادے ہیں۔ تو انھوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے سر کو بوسہ دیا، اور میرے لیے دعائے خیر کیا۔ تو ان کی دعا کی برکتیں میں اپنے میں برابر دیکھتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ان کی دعا کی برکت مجھے آخرت میں بھی شامل حال ہو۔ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ بزرگ حضرت موسی سدرانی اکابر اصحاب سیدی ابومدین مغربی ﷺ ہیں۔

جب میں طواف بیت اللہ سے فارغ ہوا۔ تو حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے انھیں خبر دی کہ میں نے حضرت شیخ موسی سدرانی کو دیکھا اور انھوں نے میرے لیے دعا کی۔ اس سے والد ماجد صاحب بہت خوش ہوئے۔ پھر لوگوں نے حضرت ابوموسی کے اوصاف و کمالات بیان کرنا شروع کیا۔ اور ازاں جملہ یہ بھی کہا کہ وہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ تو میرے والد صاحب خاموش رہے، انکار نہ کیا۔

(۱۹) حضرت شیخ الشیوخ کے صاحب زادے شیخ عماد الدین احمد نے کہا کہ میرے والد ماجد کے اکابر خلفا میں سے ایک شخص نے کہا، اور قسم کھا کر کہا۔

کہ جولوگ حضرت موسی سدرانی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں، وہ سب سچے ہیں، اور ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میرے دل میں کچھ شبہ تھا۔ حسن اتفاق کہ میں نے شیخ موسی سدرانی کو ایک شب طواف کرتے ہوئے پالیا، تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے رکن اسود کو بوسہ دیا، اور ابتدائے سورہ فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا، اور وہ طواف میں عام لوگوں کی طرح چل رہے تھے۔ اور نہایت ہی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے جارہے تھے، جسے میں ایک ایک حرف سمجھ رہا تھا۔ جب حجر سے کعبہ شریف تک پہنچے، جو چار قدم سے زائد نہیں، تو پورا قرآن شریف ختم کرلیا۔ جسے میں نے ایک ایک حرف کر کے سنا۔ تو والد ماجد نے اور تمام اصحاب نے اس کی تصدیق کی۔

(۲۰) امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی **میزان الشریعۃ الکبری** میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انھوں نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم قرآن شریف فرمایا۔ اور سیدی عبد الغنی نابلسی نے بھی **حدیقہ ندیہ** میں تحریر فرمایا کہ انھوں نے اپنے ایام سلوک میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قرآن ختم فرمایا، ہر درجہ میں ہزار ختم۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ بلکہ ہر درجہ میں ہزار ختم سے زائد ہوا۔ اس لیے پانچوں نمازوں کے اوقات کا استثنا تو ضروری ہے۔

(۲۱) علامہ جامی قدس سرہ السامی حضرت شیخ عماد الدین سے تتمۂ روایت مذکور میں ناقل کہ لوگوں نے والد ماجد سے اس کو پوچھا کہ کس طرح اس قدر ختم قرآن فرماتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بسط زمان ہے،

جو اولیا اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی تھوڑا سا وقت ان کے لیے بہت پھیلا دیا جاتا ہے، جس میں بہت سا کام کر سکیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے بیان فرمایا کہ شیخ الشیوخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ کا ایک سنار مرید تھا۔ اس کے متعلق یہ خدمت تھی کہ ہر جمعہ کو صوفیا کی جانمازیں مسجد میں لے جا کر بچھا دیا کریں، اور جب نماز جمعہ ہو جایا کرے تو انھیں لے جا کر خانقاہ میں رکھ دیں۔ کسی ایک جمعہ میں انھوں نے سب جانمازوں کو جمع کیا، اور باندھا کہ جامع مسجد لے جائیں، اور ارادہ کیا کہ دجلہ پر پہونچ کر غسل کر لیں۔ چنانچہ گئے اور دجلہ پہونچ کر کپڑا اتارا، اور نہانے کے لیے دجلہ میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دجلہ نہیں ہے، بلکہ یہ بالکل دوسری جگہ ہے۔ لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مصر ہے۔ تو انھیں بہت تعجب ہوا۔ آخر پانی سے نکلے اور مصر شہر میں داخل ہوئے۔ جاتے جاتے ایک سونار کی دکان کے اوپر جا کر رکے، اور ان کے پاس وہی ایک کپڑا تھا، جس کو پہن کر نہانے کے لیے پانی میں گھسے تھے۔ جب اس دکان پر پہونچے، تو دکان دار نے فراست سے سمجھا کہ یہ بھی سنار ہے۔ اور کچھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اچھا کاریگر ہے۔ اس کی آؤ بھگت کی، اور اپنے گھر لے گیا، اور اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ سات سال تک یہ شخص وہاں رہا۔ اس درمیان میں تین لڑکے ہوئے۔

ایک دن اتفاقاً نہانے کے لیے کسی تالاب پر گئے۔ کپڑے اتار کر ایک کپڑا باندھ کر پانی میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ اب جو سر اٹھاتے ہیں،

تو اپنے کو دجلہ میں پاتے ہیں۔ اسی جگہ جہاں سات سال قبل نہا رہے تھے، اور دیکھا کہ کپڑے سب اسی طرح ساحل پر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو پہنا، اور خانقاہ آئے تو دیکھتے ہیں کہ جانمازیں اسی طرح رکھی ہوئی ہیں۔ تو بعض دوستوں نے کہا جلدی کیجیے۔ لوگ جامع مسجد جا چکے۔ یہ جانمازوں کو لے کر جامع مسجد پہونچے۔ انھیں بچھایا، اور نماز پڑھی۔ پھر جانمازوں کو لے کر خانقاہ پہونچے، پھر مکان آئے، تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کے دوست احباب کہاں ہیں، جن کی دعوت کی ہے؟ اور مچھلی تلنے کو کہا تھا، وہ تیار ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حسب قرار داد آئے، اور مچھلی کھایا۔ پھر اپنے پیر و مرشد حضرت ابن سکینہ ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا، اور مصر میں سات سال رہنے اور تین اولاد ہونے کا ذکر کیا۔ تو شیخ نے حکم دیا کہ جاؤ، اور اپنی بیوی بچوں کو لے آؤ۔ یہ مصر گئے، اور ان سب کو لے آئے۔

جب شیخ نے دیکھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے، سچ ہے۔ تو پوچھا کیا تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ہوا تھا؟ اس پر کہا کہ ہاں! میرے دل میں اس آیت کریمہ کے متعلق خلجان تھا۔ فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ تو شیخ ابن سکینہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہارے اشکال کو دفع کیا، اور تمہارے ایمان کو صحیح رکھا۔ بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے، اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے گا زمانہ وسیع کردے گا۔ اور جس شخص کے لیے چاہے گا، تنگ کردے گا۔ تو بہت بڑی مدت اس کے لیے چھوٹی کردے گا۔

(۲۲) علامہ جامی قدس سرہ السامی نے ذکر کیا کہ اس کے قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

فتوحات مکیہ میں ذکر فرمایا کہ جوہری نے اپنے گھر سے آٹا خمیر کیا ہوا لیا، اور نانبائی کے یہاں پکوانے کو لے گیا۔ اور وہ جنبی تھا، تو دریائے نیل کے کنارے نہانے گیا۔ دریا میں گھسا، اور غوطہ لگایا، تو اپنے نفس سے غائب ہو گیا جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے۔

اس نے دیکھا کہ وہ بغداد میں ہے۔ اس نے وہاں شادی کی۔ چھ سال اس بیوی کے ساتھ رہا، اور اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ پھر اپنے نفس کی طرف پلٹا تو گھر آیا، اور اس واقعہ کو اپنی پہلی بیوی سے بیان کیا۔ جب کئی مہینہ اس کے گزر گئے تو اس کی دوسری بیوی بغداد سے آئی، اولاد اس کے ساتھ تھی، اس جوہری کا مکان پوچھ رہی تھی۔ جب اس کے مکان پر آئی اور اس شخص سے ملاقات ہوئی، تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا، اور اولاد نے بھی باپ کو پہچانا۔ اس بیوی نے اس عورت سے پوچھا کہ کتنے دن تم سے شادی کو ہوئے؟ اس نے کہا کہ چھ سال۔

(۲۳) کتاب مستطاب سبع سنابل شریف حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سے منقول ہے کہ ایک شب مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا، تو مجھ پر بہت بڑے لمبے واردات وارد ہوئے۔ پھر جس وقت میں آپے میں لوٹایا گیا، تو میرے وضو کا پانی بھی خشک نہ ہوا تھا۔

(۲۴) سبع سنابل شریف ہی میں دوسرا واقعہ انھیں سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے مریدوں میں سے ایک شخص ہے کہ ایک گھنٹہ میں سو مرتبہ قرآن شریف پڑھتا ہے، جس کا ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہوتا ہے۔

(۲۵) اسی میں تیسرا واقعہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مرید کا ہے کہ وہ دجلہ غسل کرنے کے لیے گئے۔ کپڑا اتارا، پانی میں گھسے، غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا، تو اپنے کو ہندوستان میں پایا۔ وہاں شادی کی، اور کئی سال رہے۔ اولاد پیدا ہوئی۔ پھر کسی دن وہاں ایک پانی میں غوطہ لگایا، تو اپنے آپ کو دجلہ میں پایا، کپڑے ویسے ہی رکھے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ آئے، اور پیر بھائیوں کو دیکھا کہ وہ سب اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔

جب یہ واقعہ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے بیان کیا، تو انھوں نے ایک آدمی ہندوستان بھیجا، اور اس کے اہل و عیال کو وہیں بلا لیا۔

(۲۶) اسی مبارک کتاب میں سلطان ہند ہمایوں بادشاہ کے عہد کا ایک واقعہ عجیب دلچسپ ذکر کیا کہ شہر شمس آباد میں ایک سیمیاوی، علم سیمیا کا ماہر تھا۔ لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد معروف بہ استاذ، جو اکابر علما سے تھے۔ اس کے یہاں تشریف لے گئے، اور خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں کو عجائبات دکھاؤ۔ اس نے ان دونوں کو بٹھایا، اور گھانس کا ایک جھونپڑا بنایا، اور اس جھونپڑی کو مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا، اور علامہ احمد فرملی سے کہا کہ آپ اس کے اندر تشریف لے جائیں۔ انھوں نے جیسے ہی اس جھونپڑے میں قدم رکھا، ان کے ذہن سے یہ بات جاتی رہی کہ ہم دونوں یہاں عجائبات دیکھنے آئے ہیں۔ اور ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اپنے گھر سے گجرات جا رہے ہیں۔ مراحل اور منازل قطع کر کے بعد مدت گجرات پہونچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا اس میں سے کچھ پھل توڑے۔ دیکھا کہ مالی شور مچا رہا ہے، اور کہہ رہا ہے۔ یہ سلطانی باغ ہے، اس میں سے

آپ نے کس طرح بے اجازت پھل توڑا؟ پھران کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور پیش کیا، اور شکایت کی۔

جب سلطان ہمایوں نے شیخ احمد فرملی کو دیکھا، تو فراست سے سمجھا کہ یہ معززین سے ہیں۔ مالی کو بہت ڈانٹا، اور شیخ احمد فرملی سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، کہاں مکان ہے، کہاں جا رہے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا۔ سلطان ہند! میرا نام احمد فرملی ہے، مکان شہر قنوج ہے۔ یہاں اس لیے حاضر ہوں کہ سرکار میں کوئی نوکری مل جائے۔

ہمایوں بادشاہ نے کہا: مرحبا! میں نے اسے منظور کیا، دو گھوڑے دیے، ایک مکان، اور کھانے پینے کا سب سامان دیا۔ شیخ احمد فرملی وہاں رہنے لگے، وہیں شادی کی، اولادیں پیدا ہوئیں۔ بادشاہ کے پاس رہنے لگے۔ جب سلطان شکار یا گیند کھیلنے جاتا، تو ان کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ یہاں تک کہ پچاس سال ان کو بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے، اور بڑے بوڑھے ہو گئے۔ اتفاقاً انھوں نے ایک جھونپڑا دیکھا، اس میں گھسے، اور چند قدم چلے۔ اس جھونپڑے سے نکلے تو شیخ احمد عرف استاد کو دیکھا۔ ان سے معانقہ کیا، اور پوچھا آپ گجرات کب تشریف لائے؟ استاذ نے کہا: آپ کیا کہتے ہیں، یہاں گجرات کہاں؟ یہ تو شمس آباد ہے۔ ہم دونوں سیمیاوی کے گھر آئے ہیں، اور ابھی آپ اس جھونپڑی میں داخل ہو کر نکلے ہیں۔ اس وقت شیخ احمد فرملی کو آنا، اور اس سے عجائبات کا سوال کرنا سب یاد آ گیا۔ پھر اپنے آپ کو دیکھا تو ابھی نوجوان ہیں۔ شیخ احمد استاذ سے تمام وہ واقعہ بیان کیا ، اور عمر بھر اس سے تعجب کرتے رہے۔

(۲۷) ابریز شریف میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا۔ جو دریا میں اترا، تھوڑی دیر کے بعد نکلا۔ تو اس کے ساتھی نے کہا: بہت دیر کیا، یہاں تک کہ مجھے فوت ہو جانے کا خوف ہوا۔ اس نے کہا کہ میں مصر سے آیا ہوں، اور مصر میں اتنے اتنے مہینہ رہا، وہاں شادی کی، میرے بچے وہاں ہیں۔

اس نے کہا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے؟ جو وقت دونوں پر گزرا، وہ فقط ایک گھنٹہ ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی وقت ایک شخص کے لیے ایک گھنٹہ ہو، اور دوسرے کے لیے کئی مہینے ہوں؟ اس لیے کہ آفتاب جس سے گھنٹہ اور مہینہ ہوتا ہے، دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور یہ مشکل ترین بات ہے، جو مجھے کرامات اولیا سے پہونچی ہے۔ اس لیے کہ طی زمان طے مکان کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ طی زمان میں وہ محذور ہے، جو طی مکان میں نہیں۔ حالانکہ حکایت مذکورہ متعدد شخصوں نے ذکر کیا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات سے عاجز نہیں۔ اللہ قادر ہے کہ صاحب حکایت کے لیے ایک زمانہ بنادے، اور دوسرے لوگوں کے لیے دوسرا زمانہ کرے۔ تو اس قسم کے واقعات کا ہونا کچھ بعید نہیں۔

پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب بات دیکھی۔ میں نے چاشت کے موقت ایک شخص کو دیکھا کہ اس وقت تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور جب میں ظہر کے وقت وہاں پہونچا، تو دیکھا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا اس کی صف میں اس کی جگہ بیٹھا ہوا ہے،

اور لڑکا بالغ ہے۔ تو چاشت کے وقت اس کے باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی، اس کے بعد شادی کی، لڑکا پیدا ہوا، بالغ ہوا، اور یہ سب ظہر کے قبل قبل ہوگیا۔ تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ جن تھا یا انسان؟ فرمایا: نہ جن نہ انسان۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عالم غیر متناہی ہیں۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَؕ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو الگ واقعہ نہیں لکھا۔ اس لیے کہ مدت حمل و بلوغ اختلاف جنس کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حیوانات میں مشاہدہ ہے۔ تو جب وہ دوسری جنس ہیں، تو معلوم نہیں کہ ان کے حمل و بلوغ کا زمانہ کیا معتاد ہے؟ ممکن ہے حمل، ولادت، بلوغ، ان کے یہاں سب ایک ساتھ ہو۔ جیسا کہ احادیث میں جنّیوں کے حق میں وارد ہے۔ واللہ اعلم

(۲۸) مصنف ابریز فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا: میری والدہ کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک عجیب وغریب واقعات کا ظہور رہا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ جو باتیں میرے ساتھ ہونے والی ہیں، اپنے موت تک، ان سب باتوں کو میں نے دیکھ لیا۔ تو جن مشائخ کرام سے ملاقات کرنا ہے، ان سب کو دیکھا۔ جس عورت سے شادی ہونا تھی، اس کو دیکھا۔ اتنی مدت گزری کہ میرا لڑکا عمر پیدا ہوا، اور میں نے ساتویں دن اس کے عقیقہ کے لیے جانور ذبح کیا۔ پھر اس کے بعد جو باتیں ہونے والی ہیں، سب کچھ دیکھا۔ یہاں تک کہ میری لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔ اور جو کچھ فتوحات اس کی ولادت کے بعد ہونے والی ہیں، میں نے ان سب کو دیکھا۔ اور وہ تمام باتیں جو ہونے والی ہیں، سب کو میں نے دیکھا۔ ایک بات بھی پوشیدہ اور غائب نہ رہی۔

اسی طرح وہ سب کچھ جو میری عمر بھر میں ہونا ہے، ان سب کو میں نے دیکھا۔ اور یہ سب ایک مختصر ساعت میں ہوا۔ اور میں سویا ہوا نہ تھا کہ کہا جائے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں۔

(۲۹) حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواھر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم میں تالیف کیا۔ اور اس کے لیے فتوحات مکیہ اس کے مباحث کی تعداد میں دیکھا۔ یعنی ہر مبحث کے لیے کتاب شروع سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا، تاکہ اس باب کے مناسب مضمون وعبارت نقل کرسکوں، اور لوگوں نے اسے میری کرامت میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ فتوحات شریف کی دس جلدیں ضخیم موٹی ہیں۔ اور میں ہرروز ڈھائی مرتبہ کتاب مذکور دیکھا کرتا تھا، تو اس حساب سے میں روزانہ پچیس جلدیں دیکھتا تھا۔

میں نے کرامت کی بحث میں بیان کیا ہے کہ صاحب کرامت پر یہی واجب ہے کہ اپنی کرامت پر ایمان لائے، جس طرح اس پر ضروری ہے کہ جب کوئی کرامت کسی غیر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کی تصدیق کرے۔ اس لیے اس کرامت پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

[۷] نفی الفی عمن بنورہ اضاء کل شیئٍ [۱]

پروپیگنڈا کی تعریف یورپ والے یہ کرتے ہیں کہ ”آدمی غلط بات کو اس طرح اور اس قدر کثرت سے بیان کرے کہ خود بیان کرنے والا اور جاننے والوں کو بھی اس کی صداقت کا یقین ہو جائے“۔

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک رئیس نے ایک گھوڑا بہت ہی قیمتی کا خریدا، جو نہایت ہی حسین اور خوبصورت ہاتھ پاؤں کا بہت اچھا تھا۔ لیکن ایک خاص عیب اس میں یہ تھا کہ جہاں گاڑی میں جوتا گیا، بیٹھ گیا۔ دو قدم چلنے کا نام نہ لیتا۔ ہزار ہا ترکیبیں کی، مگر کسی طرح وہ صحیح نہ ہوا۔ آخر بدرجہ مجبوری اس نے ایک سوار کو بلا کر کہا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اس گھوڑے کو علیحدہ کر دوں، اس میں یہ نقص ہے۔ تم بڑے بڑے لوگوں میں اس کی تعریفیں کرو کہ کوئی خریدار ٹھہر جائے“ اس نے کہا کہ مجھے کیا ملے گا؟ رئیس صاحب نے کہا کہ ”تمہیں دو سو روپیہ انعام دوں گا“۔

چنانچہ اس شخص نے اس کا پروپیگنڈا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن متعدد رؤسا اس کو دیکھنے، اور خریدنے کے لیے آ گئے۔ دیکھنے میں تو ماشاءاللہ چشم بددور، ایک ہی تھا۔ دیکھنے کے ساتھ لوگ ہزار جان سے عاشق ہو گئے، اور ہر ایک نے خریداری کی ٹھان لی کہ جو کچھ بھی قیمت دینی پڑے، مگر ایسے گھوڑے کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اس پر سونے پر سہاگہ اس سوار دلال کی لچھے دار تقریر ہوئی، ایسے ایسے فضائل وصفات گھوڑے کے بیان کیے، کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایسا گھوڑا مجھے مل جائے۔

جس وقت وہ لچھے دار، زوردار تقریر محاسن وکمالات کے کر رہا تھا، وہ رئیس صاحب بھی اس مجمع میں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔ سنتے سنتے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس دلال کو بلا کر چپکے سے کہا ''میں ایسے گھوڑے کو بیچنا نہیں چاہتا، تم کسی ڈھب سے ان سب کو رخصت کردو''

اس نے کہا کہ 'جناب والا! اگر گھوڑا بک جائے گا، تو مجھے دوسو روپے ملیں گے۔ آپ نہیں بیچیں گے تو میں اتنے دنوں سے جو کدوکاوش کر رہا ہوں، مجھے کیا فائدہ؟'' رئیس صاحب نے بکمال مسرت فرمایا کہ 'دوسو روپے میں اپنے پاس سے تم کو دیتا ہوں، لو۔ یہ کہا اور دوسو روپے دلال کے حوالے کیے۔

چنانچہ اس شخص نے باحسن وجوہ سب کو ٹال دیا اور ہر شخص سے یہ خواہش ظاہر کیا کہ رئیس صاحب کی خواہش ہے کہ یہ گھوڑا آپ کو دیں، مگر اس وقت اور حضرات بھی ہیں، ان کی دل شکنی ہوگی۔ بہتر ہے کہ کل تنہا آپ تشریف لے آئیں، اور اس کے متعلق بات چیت طے کرلیں۔

جب وہ دلال اور وہ لوگ چلے گئے، تو رئیس صاحب جو گھوڑے کی تعریف سن کر سب سے زیادہ گرویدہ اور عاشق وشیدا ہو چکے تھے، گھوڑے کو گاڑی میں جوتوایا۔ اور جیسے ہی سوار ہوئے کہ وہ گھوڑا حسب عادت بیٹھ گیا۔ رئیس صاحب بہت پریشان ہوئے کہ اس دلال نے اس گھوڑے کی ایسی تعریف کی کہ اگر چاہے تو ران سواری کے لیے بھی مناسب ہے، اور چاہے تو گاڑی پینڈ وفض میں جوتئے، اتنا عمدہ چلتا ہے کہ آپ عش عش کر جائیں گے۔ اور یہ تو حسب عادت بیٹھ گیا۔

فوراً اس دلال کو بلوایا، اور اس سے شکایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں

ایسی تعریفیں نہ کرتا، تو وہ سب لوگ اس درجہ گرویدہ کیونکر ہوتے۔ اگر میں اصل حال کہہ دیتا، تو کس کو کتے نے کاٹا ہے کہ اپنا روپیہ پھینکتا۔ الغرض وہ رئیس صاحب اپنی حماقت پر سخت نادم ہوئے، اور خاموش ہو گئے۔

یہ پروپیگنڈا انگریزوں سے بنگالیوں نے سیکھا، ان سے عام ہنود نے، ان سے کانگریسی مسلمانوں، اور ان سے دیوبندی مولویوں نے۔ یہ لوگ اگرچہ تلمیذ التلامذہ ہیں۔ مگر اس قدر ترقی کیا کہ استاذ الاساتذہ ہو گئے۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈا تو دنیوی امور، سیاسی باتوں میں ہوا کرتا تھا، یہ لوگ دینی باتوں میں پروپیگنڈا کرنے سے نہ چوکے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جس علم و فضل کے آدمی ہیں، دنیا واقف ہے۔ اور ان کی تصنیفات خصوصاً فتاوی رشیدیہ ان کی کمیت معلومات و کیفیت محصولات پر روشن دلیل ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کے ذکر میں بعض بعض فتاوی اور تحریرات گنگوہی صاحب کی موازنہ کے لیے نقل کی جائیں گی، ان سے واضح ہوگا۔ لیکن مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۴، ۳۵ پر آپ کے علم و فضل کا جو پروپیگنڈا کیا ہے، انھیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔

معقول کے ہر فن میں پوری دست گاہ پا کر لاثانی، اور منقول کے ہر علم میں کامل رسوخ حاصل فرما کر بے نظیر عالم بنے...... خلاصہ یہ ہے کہ صحاح ستہ کے علاوہ معقول میں منطق و فلسفہ ادب و ہیئت و ریاضی اور منقول میں تفسیر و اصول و فقہ و معانی وغیرہا کی اکثر کتابیں آپ نے مولانا الشیخ مملوک العلی صاحب سے پڑھیں، اور صحاح ستہ قریب قریب کل حرفاً حرفاً حضرت عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

پڑھا۔دہلی میں بزمانۂ طالب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا،اس کی
مدت کو دیکھیے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے،اور اس مبلغ علم واستعداد کو
ملاحظہ فرمایئے،جس کا مخالفین کو بھی اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔
دونوں پر نظر ڈال کر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں
یہ سمندر کیونکر پلایا گیا۔

یہ پروپیگنڈا تو دوسروں کے دلوں میں گنگوہی صاحب کا علمی وقار جمانے کو کیا گیا تھا۔مگر کمال پروپیگنڈا ابھی یہ ہے کہ خود بھی اس کو حق سمجھنے لگے۔چنانچہ تذکرۃ الرشید کے اسی حصہ میں آپ نے شبہات وشکوک قرآنیہ وحدیثیہ وفقیہہ کے جوابات اور پچاس فتوی بھی نمونۃً درج کیا ہے۔اور ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی۔اس 'لاثانی معقولی اور بے نظیر منقولی' کے فتاوی تین حصوں میں شائع کیا ہے۔مجھے بھی ایک مرتبہ فتاوی رشیدیہ حصہ اول کے مطالعہ کا موقع ملا۔جیسے ہی ورق لوٹا ہے ص ۷۱ پر ایک استفتا مع جواب نظر پڑا۔جو افادہ ناظرین کے لیے درج کیا جاتا ہے:-

سوال :- سایہ مبارک رسول اللہ ﷺ کا پڑتا تھا یا نہیں۔اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک بن عبداللہ بن وحید سے انھوں نے ذکوان سے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا،سند اس حدیث کی صحیح ہے،یا ضعیف،یا موضوع،ارقام فرمائیں۔

الجواب:- یہ روایت صحاح کتب میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے؟ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے،نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجھے اس جواب کو دیکھ کر جس درجہ حیرت ہوتی ہے،اس سے زیادہ ذہاب علم

وقلت علما پر حسرت ہوتی ہے۔

ع : آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

کا نقشہ نظر آتا ہے۔ سوال و جواب کے موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مجیب صاحب سے علم میں سوا تو سائل ہی معلوم ہوتا ہے۔

اولاً:- اس کو معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

ثانیاً:- وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ دعویٰ بے دلیل نہیں، بلکہ احادیث سے ثابت ہے

ثالثاً:- وہ حدیث ذکوان سے مروی ہے۔

رابعاً:- اس حدیث کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

خامساً:- جس کتاب میں روایت کیا، اس کا نام نوادر الاصول ہے۔

سادساً:- سائل کو یہ بھی معلوم ہے کہ حدیث بلاغ یا تعلیقات سے نہیں ہے بلکہ مسند ہے۔ محدث نے مع اسناد کے ذکر کیا ہے۔

وہ فقط اتنی بات دریافت کرتا ہے کہ اس کی سند کیسی ہے؟

لیکن مجیب صاحب نے اور وہ بھی کیسے مجیب؟ معقول میں لاثانی، منقول میں بے نظیر۔ جن کے مبلغ علم اور استعداد کے نہ صرف تلامذہ وموافقین ہی قائل ہیں، بلکہ چشم بددور مخالفین بھی معترف ہیں اور اعتراف کریں نہیں تو کیا کریں؟ کہ اس کے سوا چارہ ہی نہیں۔ ان کی قابلیت میں، لاثانی استعداد میں، بے نظیر ہونا، تو گویا آفتاب سے بھی اظہر وابین ہے۔ تو اس کا انکار آفتاب نصف النہار بے سحاب کا انکار کرنا ہے۔ جواب میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

اول: یہ روایت صحاح کتب میں نہیں۔

بجا ودرست علی الراس والعین۔ لیکن سائل نے کب اس کا دعویٰ کیا تھا، یا اس کو

پوچھا تھا کہ روایت صحاح کتب میں ہے یا نہیں، یا کب اس کے متعلق سوال کیا تھا؟

دوم: نوادر کا حال بندہ کو معلوم نہیں۔

واقعی لاثانی معقولی، بے نظیر منقولی کی شان یہی ہونی بھی چاہیے۔ اگر اس نے نوادر کو بھی جان لیا، تو لاثانی اور بے نظیری کیا ہوئی؟ یہ تو عام علما بھی جانتے ہیں۔

سوم: نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابوعیسی ترمذی کی۔

دریں چہ شک۔ لیکن اس افادۂ عالیہ کا فائدہ کیا؟ کب سائل نے لکھا تھا کہ ابوعیسی ترمذی صاحب سنن ترمذی و کتاب العلل وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، جو اس گہر افشانی کی ضرورت پڑی۔ اس جواب سے جو الجھن طالب تحقیق کو ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ کیا گول جواب ہے کہ نہ مسئلہ ہی کی تحقیق ہو سکتی ہے، نہ روایت ہی کی توثیق۔

حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مآۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ نفی الفی عمن بنورہ اضاء کل شیئ مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس میں اس مسئلہ کی بروجہ کمال تحقیق فرمائی ہے۔ جزاہ المولیٰ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

یہ رسالہ ۱۲۹۶ھ کی تصنیف ہے۔ جس کی تصنیف کو اکہتر سال ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ باردوم رضوی پریس بریلی میں بفرمائش جناب مولوی تقدس علی خان صاحب قادری رضوی بریلوی باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان

صاحب قادری رضوی نبیرۂ اعلیٰ حضرت، چھ ورق یعنی ۱۲ صفحے پر چھپا ہے ۔ پہلا صفحہ ٹائٹل پیج ہے۔ اور دوسرے صفحہ سے رسالہ شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں ایک خطبۂ بدیعہ ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم نحمده ونصلى على رسوله الكريم الحمد للّٰه الذى خلق قبل الاشياء نور نبينا من نوره ÷ وفتق الانوار جميعا من لمعات ظهوره ÷ فهو صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم نور الانوار ÷ وممد جميع الشموس والاقمار ÷ سماه ربه فى كتابه الكريم نورا وسراجا منيرا فلولا انارته لما استنارت شمس ÷ ولا تبين يوم من امس ÷ ولا تعين وقت للخمس ÷ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وعلى المستنيرين بنوره المحفوظين عن الطمس ÷ جعلنا اللّٰه تعالىٰ منهم فى الدنيا ويوم لا يسمع الاهمس۔

اس خطبۂ بلیغہ کے بعد ایک سطر کا سوال ہے۔

کیا فرماتے ہیں علما اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا

اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا:-

بے شک اس مہر سپہر اصطفا ، ماہ منیر اجتبا، ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا۔ اور یہ امر احادیث واقوال علمائے کرام سے ثابت، اور اکابر ائمہ، اجلہ فاضلین ومقتدان کاملین کہ آج کل کے مدعیان خام کارکوان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفاً عن سلفِ دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے۔ اور مفتیِ عقل وقاضیِ نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تاسیس تشیید کی۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حسب ذیل سولہ اکابر علما کا نام تحریر فرمایا، جنھوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ ہونے کی تصریح فرمائی:-

[۱] حافظ رزین محدث

[۲] علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور

[۳] امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفی

[۴] امام عارف باللہ سیدی جلال الملة والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ

[۵] علامہ حسین بن محمد دیار بکری

[۶] صاحب سیرت شامی

[۷] مصنف سیرت حلبی

[۸] امام علامہ جلال الملة والدین سیوطی

[۹] امام شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی محدث صاحب الوفاء

[۱۰] علامہ شہاب الدین خفاجی صاحب نسیم الریاض

[۱۱] امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب مواھب اللدنیہ ومنح محمدیہ

[۱۲] فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواھب اللدنیہ

[۱۳] شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی

[۱۴] جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی

[۱۵] بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی

[۱۶] شیخ الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی وغیرہم

رحمة اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اس کے بعد ان کتابوں کی عبارتیں تحریر فرمائی، جن میں رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی تصریح ہے۔ مثلاً حکیم ترمذی کی روایت ذکوان سے ـــــ حافظ علامہ ابن جوزی محدث

اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کی روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ـــــ امام جلال الملۃ والدین سیوطی کی کتاب خصائص کبری و الموذج اللبیب فی خصائص الحبیب ـــــ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شفاء شریف ـــــ علامہ شہاب الحق والدین خفاجی کی کتاب نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض ـــــ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کی 'مثنوی شریف' دفتر پنجم ـــــ مولانا بحر العلوم کی 'شرح مثنوی' شریف ـــــ علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی کی مواھب لدنیہ ومنح محمدیہ ـــــ علامہ شامی کی سیرت ـــــ علامہ حلبی کی سیرت ـــــ علامہ زرقانی کی شرح مواھب لدنیہ ـــــ علامہ حسین بن محمد دیار بکری کی کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس ﷺ ـــــ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار ـــــ امام نسفی کی تفسیر مدارک ـــــ امام ابن حجر مکی کی افضل القری ـــــ علامہ سلیمان جمل کی فتوحات احمدیہ شرح ھمزیہ ـــــ فاضل محمد ابن فہمیہ کی اسعاف الراغبین فی سیرت المصطفی واھل بیتہ الطاھرین ـــــ صاحب مجمع البحار کی مجمع البحار ـــــ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ ـــــ جناب شیخ مجدد الف ثانی کی 'مکتوبات' جلد سوم مکتوب یک صد و بست و دوم ـــــ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب شیخ الحدیث دہلوی کی

تفسیر عزیزی سورہ والضحیٰ کی عبارتوں سے اس مسئلہ پر استدلال فرمایا۔

بطور نمونہ علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مواھب کی ایک عبارت پر اکتفا کرتا ہوں۔

〈ولم یکن له صلی اللّٰه علیه وسلم ظل فی شمس ولا قمر〉 لانه کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبة انواره قیل حکمة ذالک صیانة عن ان یطأ کافر علی ظله [رواه الترمذی الحکیم عن ذکوان] ابی السمان الزیات المدنی اوابی عمرو المدنی مولیٰ عائشه رضی اللّٰه تعالیٰ عنها وکل منهما ثقة من التابعین فهو مرسل لکن روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما لم یکن للنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوئه ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوئه ضوء السراج 〈وقال ابن سبع کان صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا یظهر له ظل〉 لان النور لا ظل له 〈وقال غیره ویشهد له قوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی دعائه〉 لما سئل اللّٰه تعالیٰ ان یجعل فی جمیع اعضائه وجهاته نورا ختم بقوله 〈واجعلنی نورا〉 والنور لا ظل له وبه یتم الاستشهاد اه

یعنی حضور اقدس ﷺ کا آفتاب اور ماہتاب میں سایہ نہ پڑتا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا۔ اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں۔ سبب اس کا یہ تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوار عالم پر غالب تھا۔ اور بعض علما نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ ﷺ کو بچانا ہے، اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر پڑے۔ اس حدیث کو

حکیم ترمذی نے ذکوان ابو السمان زیات مدنی یا ابو عمرو مدنی غلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ اور یہ دونوں، ثقہ، طبقہ تابعین سے ہیں۔ تو یہ حدیث مرسل ہوئی۔ اور عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث نے حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا، اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے، مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا۔ اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیا میں مگر یہ کہ حضور کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔ اور ابن سبع نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نور تھے، تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس لیے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرے علما نے فرمایا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تمام اعضاء اور شش جہات کو نور کر دے۔ تو اس دعا کو آپ نے ان لفظوں پر ختم فرمایا۔ ''اور مجھ کو سراپا نور کر دے'' اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے استشہاد تمام ہوتا ہے۔ اھ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ:

فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علما سابقین نے حدیث واجعلنی نوراً سے استشہاد اور علمائے لاحقین اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضحہ ہے۔

دلیل شکل اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب۔

'صغریٰ' یہ کہ 'رسول اللہ ﷺ نور ہیں' ــــــ اور

'کبریٰ' یہ کہ 'نور کے لیے سایہ نہیں'۔

جوان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا۔ نتیجہ یعنی ـــــــ 'رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا' ـــــــ آپ ہی پائے گا۔

مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں، جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو۔

'کبریٰ' تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصر و شہادت و بصیرت سے ثابت۔ سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو، اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب۔ نور کا سایہ پڑے، تو تنویر کون کرے؟ اس لیے دیکھو کہ آفتاب کے لیے سایہ نہیں۔

اور 'صغریٰ' یعنی حضور والا ﷺ کا نور ہونا۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں۔ مگر تبکیت معاندین کے لیے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (سورہ احزاب آیت ۴۵/۴۶)

یعنی اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوش خبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اور خدا کی طرف بلانے والا، اور چراغ چمکتا۔

یہاں 'سراج' سے مراد چراغ ہے، یا ماہ، یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں۔

اس کے بعد حضور کا نور ہونا قرآن شریف کی آیات کریمہ واحادیث بخاری ومسلم واحادیث ابن عباس وابوہریرہ وربیع بنت مسعود اور ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ اور حضور اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ سے ثابت فرمایا۔ پھر علامہ فاسی کی کتاب مستطاب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے عبارت نقل فرمایا۔

کان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یضیئ البیت المظلم من نورہ ۔ نبی ﷺ کے نور سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا۔

اس عبارت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں:

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لیے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا، یا انوار کے لیے سایہ مانے گا؟

پھر حضور کی بشریت کی وجہ سے اپنے اوپر قیاس کا رد بدلائل فرما کر ارشاد فرمایا:

الا ان محمّدا بشر لا کالبشر ھو یاقوت بین الحجر صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔

اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:۔

ہم پر بلاغ مبین تھا اس سے فراغت پائی۔ اور جو اب بھی تیرے دل میں کوئی شک وشبہہ ہمارے کسی دعوے یا دلیل پر، یا کسی اجمال کی تفصیل، درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّی بہ **قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام** جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ بیان شافی پائے گا، اور مرشد کافی۔ ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے ۔وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰینا محمد وآلہ واصحٰبہ واطہارہ وانصارہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین آمین والحمد للّٰہ رب العالمین ☆

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

[۱۴]انفس الفکر فی قربان البقر[۲]

استاذ الاساتذہ جناب مولانا مولوی حاجی حافظ محمد عبدالحی بن مولانا محمد عبدالحلیم صاحب لکھنوی، نہ صرف لکھنو یا یو پی بلکہ ہندوستان کے افاضل علما سے ہیں۔۱۲۶۴ھ اخیر عشرہ ذی قعدہ میں شہر 'باندا' میں عالم وجود میں آئے، جب کہ آپ کے والد صاحب رحمہ اللہ علیہ وہاں مدرس تھے۔پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔اوردس سال کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہو گئے۔اوراسی درمیان میں خوشنویسی سیکھا۔اور بعض کتابیں فارسی کی بھی پڑھ لیں۔جب عمر شریف ۱۱رسال کی ہوئی تو علوم عربیہ پڑھنا شروع کیا،اورسترہ سال کی مدت میں تمامی کتب درسیہ سے فراغت حاصل کرلی۔آپ نے جملہ کتابیں علوم وفنون کی اپنے والد ماجد صاحب ہی سے پڑھیں۔بجز بعض کتب علم ہیئت، کہ اسے مولانا محمد نعمت اللہ مرحوم متوفیٰ ۱۲۹۰ھ سے حاصل کیا،اورسترہ ہی برس کی سن سے تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۲۹۳ھ یعنی زمانہ تصنیف وتالیف رسالہ تاریخیہ مسمیٰ بہ **الفوائدالبھیہ فی تراجم الحنفیہ** اوراس کا حاشیہ مسمیٰ بہ **التعلیقات السنیہ علی الفوئد البھیۃک** جب کہ حضرت ممدوح کی عمر ۲۹رسال کی تھی،منقول معقول من جملہ تصانیف چوالیس کتابیں تھیں۔جن میں اکثر ناتمام تھیں۔ان کے ناموں کی تفصیل رسالہ **النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر** سے معلوم ہوسکتی ہے۔

مولانا موصوف دومرتبہ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد صاحب مرحوم ومغفور کے ساتھ ۱۲۷۹ھ میں ماہ رجب میں حیدرآباد

سے روانہ ہوکر بمبئی پہنچے، اور وہاں سے بذریعہ کشتی ماہ شعبان میں روانہ ہوکر اخیر عشرہ رمضان شریف میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے بعد اخیر ذی الحجہ میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے، اور دوسری محرم ۱۲۸۰ھ کو مدینہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ اور آٹھ دن قیام کر کے عاشورہ محرم کے دن وہاں سے مکہ مکرمہ واپس ہوکر ۱۰ر صفر تک ٹھہرے رہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر جدہ پہنچے، اور پھر کشتی پر سوار ہوکر ربیع الاول شریف کے عشرہ وسطی میں بمبئی اور اوائل جمادی الاولی میں حیدرآباد داخل ہوئے۔ اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ ۱۵ر شوال کو حیدرآباد سے روانہ ہوکر بمبئی پہنچے۔ وہاں سے ۲۱ر شوال کو بذریعہ جہاز روانہ ہوکر ۵ر ذی قعدہ کو جدہ، اور ۱۰ر ذی قعدہ کو مکہ معظّمہ پہنچے۔

میں قیام کر کے جدہ تشریف لائے، اور ۸ر صفر کو جہاز پر سوار ہوئے، اور بخیر وعافیت ۲۱ر صفر کو بمبئی داخل ہوئے۔ بمبئی سے روانہ ہوکر ۵ر ربیع الاول شریف کو وطن مالوف لکھنو پہنچے۔

اگرچہ آپ جامع علوم وفنون تھے، مگر تعلیم وتدریس کی طرف اعتنائے تام فرمایا۔ اور تصنیفات میں درسی کتابوں کی شروح وحواشی بہت زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں۔ یہ احسان آپ کا طلبہ ومدرسین پر ہے کہ آپ کے زمانہ کے طلبہ اور بعد کے مدرسین کسی طرح اس احسان سے عہدہ برآنہیں ہوسکتے۔ جس کتاب کی شرح یا حاشیہ لکھتے، غایت توجہ اور متعدد کتابوں کی مدد سے اس کو پانی کردیتے۔ جیسے **التعلیق الممجد** حاشیہ موطا امام محمد ــــــ **وعمدۃ الرعایہ** حاشیہ شرح وقایہ ــــــ اور حاشیہ ہدایہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

آپ اپنے وقت میں مرجع الفتاوی بھی تھے۔ دور دراز مقامات سے استفتاءات

آیا کرتے، اور آپ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ جن کا مجموعہ $\frac{20\times26}{8}$ تقطیع پر تین حصوں میں طبع ہوا ہے۔ (جلد اول مع فہرست ۸۴۰۰ صفحات، جلد دوم مع فہرست ۴۱۰ صفحات، جلد سوم مع فہرست و اشتہار ۱۶۰ صفحات مجموعہ ۷۰ ۹ صفحات)۔ اگر چہ اس میں کافی حصہ دوسرے علما کے فتاوی و تصدیقات کا ہے۔ کہ کسی عالم نے کوئی فتوی لکھا، دوسرے علما نے تصدیقات لکھیں، آخر میں آپ کے پاس تصحیح و تصدیق کے لیے آیا۔ آپ نے الجواب صحیح یا صح الجواب لکھ کر دستخط کر دیا، وہ پورا فتوی و تصدیقات آپ کے فتاوی میں درج ہو کر اشاعت پذیر ہو گیا۔

جس طرح بعینہ یہی حالت فتاوی رشیدیہ کی بھی ہے کہ دوسروں کے فتاوے بکثرت اس میں داخل ہیں۔ اس زمانہ میں اور علما کے فتاوی کا بھی یہی طریقہ رہا۔ چنانچہ فتاوی نذیریہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڈھی بہاری ثم الدہلوی کے فتاوی کا بھی یہی ڈھنگ ہے۔

اس سے مبرّا اگر ہے تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا فتاوی مسمیٰ بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کہ باوجود بڑی تقطیع یعنی ھدایہ و ترمذی شریف کی تقطیع پر ۱۲ جلد میں ہونے اور ہر جلد تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہونے کے بھی ایک فتوی کسی دوسرے کا داخل کر کے حجم نہیں بڑھایا گیا ہے۔ بلکہ جملہ فتاوی فقط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ہی کے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم.

الغرض اگر چہ آپ (مولانا عبد الحی) کے مجموعہ فتاوی ہر سہ جلد میں بہت سے سوالوں کے جوابات اور عامۂ مسلمین کے لیے کافی افادات ہیں۔ لیکن جو کامیابی اور مقبولیت ایک مدرس اور شارح و محشی کتبِ درسیہ کی حیثیت سے آپ کو ہوئی،

مفتی ومصنف کتبِ دینیہ ہونے کی حیثیت سےنہیں رہی۔ اور ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک شخص جامع علوم وفنون ہو، مدرس بھی ہو، مصنف بھی۔ شارح بھی ہو، محشی بھی۔ محدث بھی ہو، فقیہ بھی۔ واعظ بھی ہو، مفتی بھی۔

علما کے لیے ایک بہت بڑی صفت زبان وقلم پر قابو رکھنا ہے۔ جو شخص جس پایہ کا ہو اس کے لیے ویسا ہی لفظ استعمال کرے۔ نہ چھوٹے کو بڑھا کر بڑوں میں ملادے۔ نہ بڑوں کے لیے، چھوٹوں کے لیے جو لفظ مناسب ہے استعمال کرے۔ اور یہ بات ابتداء مولانا عبد الحي صاحب میں تھی۔ اسی لیے دیگر علمائے معاصرین متدینین کو ان سے سخت شکایت تھی۔ مثلاً

[۱] موطا امام محمد کے حاشیہ میں ایک جگہ لکھا:-

وھٰھنا وھم اٰخر لصاحب ھذاالکتاب

اللہ اکبر! امام محمد، جن کی روایت پر تمام حنفی مذہب کا درومدار، جن کی شاگردی پر امام شافعی، امام احمد بن حنبل کو فخر تھا، ان کا وہم یہ حضرت دکھائیں۔

[۲] اسی طرح ایک جگہ لکھا:-

واستدلوالابی حنیفة بوجوہ کلھا واھیة

[۳] حاشیہ ہدایہ میں:-

وان ماتت فیھا آدمی او شاۃ

پر افادہ فرمایا۔

الظاھر انه عطف علی شاۃ فیلزم تانیث الفعل مع تذکیر فاعله .....

وہ تو خدا کا شکر ہے کہ باوجود حافظ ہونے کے یہ آیہ کریمہ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنَ وَذِی الْأَوْتَادِ اس وقت پیش نظر نہ رہی، ورنہ اس آیت پر بھی اعتراض کر بیٹھتے، اور فرماتے۔

الظاهر انه عطف على قوم فيلزم تانيث الفعل مع تذكير فاعله .....

[۴] حاشیہ شرح وقایہ میں بحث اشارۂ سبابہ وقت تشہد میں فرمایا۔

فتقليد المشائخ الذين افتوا با لكراهة مخالفا لفعل النبى ﷺ ولاقوال امامنا وتلامذته لا سيما بعد وضوح الحق وسطوع الصدق لا يليق بشان الخ

[۵] امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جن کی جلالت شان شمس وامس کی طرح ظاہر، اور حنفیوں پر دینی خدمت اور تقویت مذہب کا احسان باہر، ان کے متعلق فوائد بہیہ کے حاشیہ ص ۱۰ پر فرمایا:۔

قد سلك فيه مسلك الانصاف وتجنب عن طريق الاعتصاب فى بعض المواضع قد عزل النظر فيها عن التحقيق وسلك مسلك الجدل والخلاف غير الانيق ..

[۶] اسی طرح باوجود ادعائے حنفیت قلم میں آزادی تھی۔ جمعہ کے لیے حنفیہ کے یہاں جو جو شرطیں ہیں، کتب حنفیہ ان سے گونج رہی ہیں۔ مگر فاضل لکھنوی کے نزدیک کوئی شرط نہیں تھی۔ جیسے اور پنج وقتہ نمازیں فرض ہیں، ایسا ہی جمعہ بھی، بغیر شروط کے فرض ہے۔ جس جگہ جو چاہے پڑھے۔ فقط دو خطبے اس میں زائد ہیں، وبس۔

مجموعہ فتاوی جلد دوم ص ۸۷ میں ہے:۔

نماز جمعہ مثل نماز پنج گانہ کے فرض ہے، جو شرطیں ان میں ہیں، وہ
اس میں ہیں فقط دو خطبوں کی زیادتی ہے۔ شہر ہو یا دیہات ہر جگہ
بلا شرط شہر و بادشاہ و نائب اس کے، بغیر کراہت صحیح ہے۔

یہ جواب اگر چہ محمد عبد العزیز کا لکھا ہوا ہے۔ اور مولوی نذیر حسین صاحب اور دیگر غیر مقلد مولویوں کی تصدیق و تصویب ہے۔ لیکن سب سے اخیر میں آپ کی رجسٹری ہے۔

صح الجواب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

[۷] اسی طرح صلاۃ جہریہ میں امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت کرنا سکتات امام میں، جس سے استماع میں خلل نہ ہو، مستحسن لکھا۔

حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:-

وعلیٰ هذا فلا يستنكر استحسانها فی الجهرية ايضا أثناء سكتات الامام بشرط ان لا يخل بالاستماع ....

یہ دونوں مسئلے فاضل لکھنوی کے چاروں ائمہ کے خلاف ہیں۔

[۸] پھر لطف یہ کہ جس طرح بعض بعض تحقیقات خاصہ مخالف مذہب سنی ہیں، اسی طرح بعض بعض تدقیقات موافق مسلک وہابیہ بھی ہیں۔ مثلاً

یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ سنیوں میں بلا نکیر دائر و سائر ہے۔ رسالہ ھدیہ مجددیہ کے حاشیہ میں بذکر حوالہ خواجگان خواجہ بزرگوار حضرت بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے لکھا ہے کہ:

وصیت کردہ بودند کہ پیش جنازہ ما ایں بیت خوانند ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ÷ شیئاً للہ از جمال روئے تو

مجموعہ فتاوی (مولانا عبدالحی) میں ہے۔

از یں چنین وظیفہ احتراز لازم وواجب۔ اولاً: از یں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن شیئاً للہ ست وبعض فقہا از ہم چو لفظ حکم کفر کردہ اند۔ ثانیاً: از یں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن ست نداء اموات از امکنہ بعیدہ وشرعاً ثابت نیست کہ اولیا را قدرتے ہست کہ از امکنہ بعیدہ ندارا بشنوند۔ الخ

[۹] اسی طرح دوسرا مسئلہ مولوی صاحب موصوف کا مخالف اہل سنت وجماعت ومطابق وہابیہ یہ ہے کہ قیام جو بوقت بیان ذکر ولادت شریف مجلس میلاد میں کیا جاتا ہے، اس کو بدعت سیئہ ومکروہ لکھا ہے۔

مجموعة الفتاوی ہی میں ہے:-

قیام جو بوقت بیان ولادت نبویہ ﷺ کیا جاتا ہے اس کی کوئی اصل معتد بہ شرعاً نہیں ہے اور یہ گمان کہ یہ قیام تعظیم نبوی ہے فاسد ہے۔

[۱۰] تعجب خیز یہ امر ہے کہ صاحب ھدایہ کی تغلیط فرماتے ہیں۔ امام طحاوی پر طعن کرتے ہیں۔ مگر ابن تیمیہ جیسے بدمذہب مطعونِ علما، جس کے شاکی علمائے اہل سنت وجماعت ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی جوھر منظم میں تحریر فرماتے ہیں:-

قلت من هو ابن تيميه حتى ينظر اليه او يعول فى شئ من امور الدين عليه وقد تصدى شيخ الاسلام عالم الانام المجمع على جلالته واجتهاده وصلاحه وورعه وامامته التقى السبكى قدس الله روحه ونور ضريحه للرد عليه فى تصنيف مستقل۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رسالہ مکاتیب میں فرماتے ہیں:-

کلام ابن تیمیه فی منهاج السنه وغیره من الکتب موحش جدا فی بعض المواضع لاسیما فی تفریط حق اهل البیت وفی منع زیارة النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وفی انکار الغوث و القطب والابدال وتحقیر الصوفیه وامثال ذالک وهذه المواضع منقولة موجودة عندی وقد تصدی لرد کلامه فی زمانه جها بذة علماء الشام والعرب ومصر.....

اس ابن تیمیہ کے متعلق فوائد بہیّہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

تفقه وتمهر وتقدم وصنف ودرس وافتی وفاق الاقران وصار عجبا فی سرعة الاستحضار وقوة الجنان والتوسع فی المعقول والمنقول والاطلاع علی مذاهب السلف والخلف

مولانا کی آزادی اور خیالِ اجتہادی صرف فروع وجزئیات فقہیّہ ہی تک منحصر نہیں تھی، بلکہ عقائد میں اجتہاد سے کام لیتے تھے۔اور اہل سنت کے خلاف تحریر فرمایا کرتے تھے۔(۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ کو تمام اہل سنت، جہت ومکان سے پاک جانتے ہیں۔مگر آپ نے باتباع ابن تیمیہ اللہ جل شانہٗ کے لیے جہت ثابت کردی تھی۔اور اس کو بزور زبان صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا مذہب قرار دیا تھا۔

رسالہ ابراز الغی صفحہ ۳۶ میں ہے:۔

انی ماوافقت ابن تیمیه فی الاستواء الا لانه قد وافق فیه جماعات الصحابة والتابعین والائمة المجتهدین الخ

حالانکہ علمائے اسلام اہل سنت وجماعت، ہمیشہ اپنی کتابوں میں اس کارد

---

(۱): وہابیوں نے مولانا مرحوم کی کتابوں میں جابجا تحریف والحاق کردیا ہے ورنہ موصوف اگرچہ ابتداءً مسائل فرعیہ میں آزادرو تھے مگر عقیدۃً سنی ہی تھے،اور بعد میں تو مسائل فرعیہ میں بھی آزادروی ختم ہو چکی تھی ۱۲رضوی

فرماتے آئے۔

عصام حاشیہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

قوله لا يتمكن فى مكان انما ذكر قوله فى مكان تصريحا لعموم النفى رادا على المجسمة القائلين بالمكان العلوى النافين عنه كل مكان الخ

[۱۲] دوسرا عقیدہ خلاف اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ آپ نے حضور اقدس ﷺ کے سوا اور چھ خاتم نبوت حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت میں شریک لکھ دیا ہے۔ لکھا ہے:-

> اب سمجھنا چاہیے کہ لفظ نبی کنبیکم سے اگرچہ ایک ایک خاتم النبیین ﷺ ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے۔ لیکن اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ الخ (مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص ۱۱۰)۔
>
> آرے اس قدر میں دونوں شریک ہیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہوئے، اور طبقات باقیہ کے خاتم، اپنے اپنے طبقات کے ہوئے۔ (ایضاص ۱۱۱)

اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ وہ تو خدا کو اچھا کرنا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی شوہر والیہ ریاست بھوپال شاہ جہاں بیگم سے مولانا کی چل گئی۔ فریقین کی طرف سے ایک دوسرے کی مخالفت اور رد میں رسائل لکھے گئے۔ مولانا کو اپنے علم و فضل پر تقویت تھی، تو نواب صاحب علم و فضل کے علاوہ علما، فضلا، خدم و حشم حوالی موالی بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ خوب خوب رسائل بازیاں فریقین کی طرف سے ہوئیں۔ اس سے ایک بہت بڑا

مذہبی فائدہ ہوا کہ حضرت مولانا عبد الحی صاحب اپنی آزادی واجتہادی خیال سے متنفر ہو کر جادۂ اعتدال پر آ گئے۔ چنانچہ فتاوی کی تیسری جلد میں اکثر مسائل اپنے پہلے خیالات کے خلاف اور اہل سنت کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

بہر حال مولانا جس پایہ کے مدرس اور شارح ومحشی کتب درسیہ تھے، اس مرتبے کے فقیہہ نہ تھے۔ اسی لیے سوالوں کے جوابات میں فقاہت سے کام نہ لیتے۔ اکثر پاؤں تلے کا جواب اٹھا کر لکھ دیتے۔ مگر خاندانی عالم ہونے کے علاوہ طبیعت حق پسند واقع ہوئی تھی، اسی لیے متنبہ کرنے سے فوراً متنبہ ہو جاتے۔ چنانچہ شوال ۱۲۹۸ھ میں ہنود نے چند سوالات کا ایک استفتا قائم کر کے مختلف شہروں سے مختلف علما کے پاس بھیجا۔

مولانا موصوف کے پاس مرزا پور سے آیا۔ جو مجموعة الفتاوی جلد دوم صفحہ ۱۲۱ پر درج ہے۔ صورت سوال یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے مذہب حنفیہ اس بارہ میں کہ:

[۱] گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے، جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

[۲] اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گاؤ کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں فرق نہ آئیگا اور وہ کامل مسلمان رہے گا؟

[۳] گاؤکشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہ گار ہوتا ہے؟

[۴] یا اگر کوئی شخص گاؤکشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہ گار نہ ہوگا؟

[۵] جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہو اور مورث ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عمل داری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بلا وجہ اگر اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارت فتنہ وفساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہے؟

اس سوال کے تیور خود ہی بتا رہے ہیں کہ یہ کسی ہندو کا ساختہ پرداختہ ہے۔ اگرچہ مرزا پور سے مولوی اسمٰعیل کے نام سے سوال آیا ہے۔ مگر طرز سوال کہ 'اضحیہ بقر' یا 'قربانی گاؤ' نہیں لکھتا بلکہ ہر جگہ 'گاؤ کشی' لکھتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے سیدھا سادہ جواب تحریر فرمادیا:۔

ھو المصوب : گاؤ کشی واجب نہیں۔ تارک اس کا گنہ گار نہ ہوگا۔ اور جو شخص معتقد اباحت ہو اور گوشت اس کا نہ کھاتا ہو، اور ذبح نہ کرتا ہو، اس کے اسلام میں فرق نہ آئیگا۔ ہاں جو گاؤ کو معظم سمجھ کر ذبح نہ کرتا ہو یا اس کے ذبح کو برا سمجھتا ہو اس کے اسلام میں فتور ہوگا۔ اور بقصد اثارت فتنہ گاؤ کشی نہیں چاہیے۔ بلکہ ایسے مقام پر کہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو باوجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولیٰ ہے۔

پھر ایک سوال کہ:

قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گاؤ کی؟

اس کا جواب دیا۔

"ھو المصوب: اونٹ کی بہتر ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی

عفوربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله
عن ذنبه الجلی والخفی۔

اس جواب پر بعض حضرات نے متنبہ کیا، اور ایک سوال کیا، جس سے توجیہ کلام کی رہنمائی تھی۔ فوراً متنبہ ہوئے، اور اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

گائے ذبح کرنا شرعاً اگرچہ مباح فعل ہے واجب نہیں مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ خاص یا کسی بلدۂ خاص میں اس کا رواج ہو، یا دوسرے زمانہ یا دوسرے بلدہ میں نہ ہو۔ بلکہ یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے زمان آنحضرت ﷺ و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار میں۔ اور اس کی اباحت پر اجماع و اتفاق ہے تمام اہل اسلام کا۔ ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں، اور بنظر تعصب مذہبی منع کریں، تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے۔ بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجراء میں سعی کریں۔ اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے، تو گنہ گار ہونگے۔ اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں مرقوم ہے، یہ ہے کہ بقصد برانگیختہ کرنے فتنہ و فساد کے گاو کشی نہ چاہئے۔ مثلاً جہاں عمل داری ہنود کی ہووے، اور گائے وہاں ذبح نہ ہوتی ہو، وہاں مسلمان بقصد مردم آزاری خواہ مخواہ گائے ذبح کریں، یا عید اضحیٰ میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جا کے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو، ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہئے۔ بلکہ ایسی حالت میں ترک اولیٰ ہے۔ اور بلاد ہندوستان وغیرہ جہاں ہمیشہ سے گائے ذبح ہوتی ہو، اور مقصود اہل اسلام اس سے فتنہ انگیزی نہیں ہے، بلکہ ابقائے شریعت قدیمہ ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہنود منع کریں، تو ترک اس کا اولیٰ نہیں۔ بلکہ اس کی ابقا میں سعی واجب و لازم ہے۔ واللہ اعلم

اتفاق وقت دیکھیے کہ یہی سوال اسی زمانہ میں مرادآباد سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے پاس پہنچا۔آپ نے طرز سوال ہی سے بھانپ لیا کہ ایسا سوال کس کا ہوسکتا ہے، اور کس غرض سے کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس زمانہ میں اپنے گاؤں موضع 'کرتولی' میں تشریف فرما تھے، وہیں سوال پہنچا۔ آپ نے جواب میں ایک مستقل رسالہ مسمیٰ بہ **انفس الفکر فی قربان البقر** تصنیف فرمائی۔حمد ونعت کے بعد لکھا:۔

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دوامر ذہن نشیں کرنا لازم۔

اول: یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے۔اور جوحکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے، انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے۔اور اعصار وامصار میں ان کے تبدل سے تبدل ہوجاتا ہے۔ مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم ﷺ میں بوجہ کثرت خیرونایابی فتنہ، وشدت تقویٰ، وقوت خوف خدا، عورتوں پر (چہرے کا) ستر واجب تھا نہ حجاب۔ اور زنان مسلمین پنج گانہ مساجد میں جماعتوں کے لیے حاضر ہوتیں۔ پھر حضور ﷺ کے بعد جب رنگ زمانہ کا متغیر ہوا، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: 'رسول اللہ ﷺ ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے، تو انہیں مساجد میں جانے سے ممانعت کرتے، جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کردیا تھا'۔

جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا، ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا، علما نے جوان، وغیر جوان، کسی کے لیے اجازت نہ رکھی۔ حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ''جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے''۔ پھر ان ائمہ وعلما کے احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف

نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ حاملانِ شریعت اور حکمائے امت نے حکم حجاب اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا، واجب کردیا۔

دوم: محرمات و واجبات، ہماری شریعت میں دو قسم ہیں۔

ایک لعینہٖ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے۔ جیسے عبادت خدا کی فرضیت، اور بت پرستی کی حرمت۔

دوسری لغیرہٖ یعنی وہ کہ امور خارجیہ کا لحاظ ان کے ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے۔ جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب، کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی کریم ﷺ کا کلام زبان عربی میں ہے، اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر۔ لہٰذا واجب کیا گیا۔ اور افیون و بھنگ وغیرہما مسکرات کی حرمت، کہ اس کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے، جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ وشر سے بچانے والی ہے۔

اسی طرح بوجہ عرف و قرار دادِ امصار و بلاد، جس مباح کا فعل، عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے، اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین، اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعد شرعیہ بالیقین اس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں۔

جب یہ امور منقح ہوئے تو اصل مسئلہ کا جواب لیجیے۔

گاؤ کشی اگر چہ بالتخصیص اپنی ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفسِ ذاتِ فعل، گنہ گار۔ نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئ کا کھانا بالتعیین فرض۔ مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہٖ اور اس کا ترک حرام لعینہٖ نہیں۔ لیکن ہمارے مذہبی احکام صرف اسی قسم کے واجبات ومحرمات میں منحصر نہیں۔ بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری حتمی ہے۔ یوں ہی

واجبات ومحرمات لغیرہا میں بھی امتثال واجتناب اشد ضروری۔ اوران سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے۔ جسے حکام وقت بھی روانہیں رکھ سکتے۔

سائل لفظ 'ترک' لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے۔ اس نے 'ترک' اور 'کف' میں فرق نہ کیا۔ کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے، اوراس سے بالقصد باز رہنا اور بات ہے۔

ہم اہل اسلام کی، ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب، اوراس میں ہمارے لیے ہزاروں منافع ۔اس سے ہمارے خالق تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔ اور بے شک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر وفقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم، اورافلاس غالب ہے۔ غریبوں کی گذر بے گوشت گاؤ کے نہیں۔ معہٰذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے، اوران منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں۔ اور چند اقوام کی تجارتیں اوران کے رزق کے سامان اسی گاؤ کشی کا نتیجہ ہیں۔تو سائل کا یہ قول کہ کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو، محض تصویر غلط ہے۔ معہٰذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز، اور ہنود کے یہاں ممانعت، ایک پلہ میں نہیں۔ ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود۔

قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (سورہ بقرہ/٦٧)

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایانِ ہنود بھی گائے کا مزا چکھنے سے محروم نہ گئے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ: 'اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ وفساد ہو'

ہم کہتے ہیں۔جن مواضع میں مثل بازار وشارع عام وغیرہما گاؤ کشی کی قانوناً ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا، البتہ اثارت فتنہ وفساد اس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے، اور وہ قانونا مجرم قرار پائے گا۔اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں، وہاں اگر ثوران فتنہ وفساد ہوگا، تو لا جرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انھیں کا ہوگا۔کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے، وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے۔

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار وشارع عام میں جہاں قانونا ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بے شک مسلمان کو توہین وذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام ہے۔اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی باز رہنا، اور ہنود کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لیے یکلخت اس رسم کو اٹھادینا، ہرگز جائز نہیں۔بلکہ انھیں مضرات ومذلات کا باعث ہے۔جن کا ذکر ہم اول کر آئے ہیں، جنھیں شرع مطہر ہرگز روا نہیں فرماتی، اور نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کر سکے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمد ن المصطفی النبی الامی ﷺ

[۱۷] اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تهامه [۳]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت اور مذہب وہابیت میں اصل فرق ایک ہی ہے، اور مسائل کا اختلاف اسی پر متفرع ہے۔ اہل سنت و جماعت اللہ و رسول و اولیائے کرام کی محبت میں مست و سرشار ہیں، اسی لیے تحریر و تقریر، قول و فعل جو کچھ ہوتا ہے سب سے تعظیم و تکریم ثابت ہوتی ہے۔ اور وہابیت کا پورا فوٹو یہ شعر ہے

همسری با انبیا بر داشتند ÷ اولیا را هم چوں خود پنداشتند

اسی لیے ہر تعظیم و تکریم کی بات میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ شرک و بدعت کا سہارا ان کو ایسا مل گیا ہے، کہ ہر بات کو کھینچ کر شرک و بدعت بنا دیتے ہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر فتاوی رشیدیہ کی تینوں جلدیں، اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اقامة القیامہ ہے۔ اور مقصود مجلس میلاد شریف اور قیام کی تحقیق ہے۔ وہابیہ خصوصاً دیوبندیوں نے شرک و کفر کے مٹانے کے لیے شاید اس کا دسواں حصہ بھی جد و جہد نہ کیا ہوگا، جس درجہ ذکر رسول مجلس میلاد شریف و قیام کے خلاف جہاد کرنے میں قوت آزمائی کی ہے۔ بلکہ شرک کے ساتھ تو یہ وسعت اخلاق کہ

شرک کلی مشکک ہے، اسکے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں۔

(لطائف رشیدیہ ص ۱۶)۔

جب شرک مباح ہی ہوا، تو جی چاہا تو مسلمان رہے، یا خواہش ہوئی تو مشرک ہو گئے کہ مباح کا کرنا، نہ کرنا، دونوں اختیار میں ہوتا ہے۔ بخلاف مجلس میلاد

کے کہ یہ کسی صورت سے جائز نہیں، اگر چہ روایت صحیحہ ہی سے مولود شریف کیا جائے۔

۲ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم مطبع قاسمی صفحہ ۱۳۱ پر ہے:-

سوال :- محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں، اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ وکاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب:- ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

سبحان تیری قدرت! عداوت رسول کی حد بھی ہے۔

نیز اسی حصہ کے صفحہ ۹۲ پر ایک سوال ہے۔

انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیا۔

انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔

نیز حصہ سوم مطبع آرمی پریس دہلی ص ۱۱۲ پر ایک سوال ہے:-

جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے، اور تقسیم شیرینی ہو، شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا۔

کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود شریف درست نہیں"

یہ پیوندی جواب بھی قابل ملاحظہ ہے۔ سوال میں صرف عرس تھا اور وہ بھی جس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے۔ جواب میں مولود بھی بڑھا دیا۔

نیز فتاوی رشیدیہ حصہ اول مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی ص ۴۸ / پر

ایک سوال ہے۔

جس مولود میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا:

عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

نیز حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال ہے:

سوم چہلم وغیرہ کی مجلسیں بہ تخصیص دن کے منع ہے، یا بالکل ہی نہ کرنا چاہئے۔ اور اس مجلس میں جانا چاہئے، یا نہیں؟

اس کا جواب یہ لکھا:

مجالس مروجہ زمانہ ھذا میلاد و عرس و سوم و چہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے۔

کھل گیا کہ اس ذکر خیر ہی سے عداوت ہے، اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور جو بعض جگہ عذر بے معنی لکھ دیتے ہیں، وہ محض برائے نام ہاتھی کے دانت دکھانے کے ہیں۔ ورنہ اگر درحقیقت وہی سبب ناجوازی ہوتا، تو جہاں پایا جاتا، حکم ممانعت ہوتا۔ جیسے شراب کے لیے سُکر کہ جس چیز میں سُکر ہوگا، وہ چیز حرام ہوگی ـــــــ حالانکہ دوسری جگہ وہ سبب موجود، مگر حکم ممانعت مفقود ہے۔ مثلاً حصہ اول میں وجہ ناجوازی اہتمام و تداعی بتایا۔ اگر واقعی یہ سبب نادرست ہونے کا ہے، تو چاہیے کہ مدرسہ دیوبند و سہارنپور و دیگر مدارس وہابیہ کے سالانہ جلسے دستار بندی کے بھی نادرست ہوں۔ کیوں کہ ان میں اہتمام اور تداعی اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے، جس قدر لوگ مجلس مولود شریف میں اہتمام کرتے ہیں۔ مگر

کیا کسی دیوبندی مولوی خواہ مولوی رشید احمد صاحب، یا اور کسی نے ان جلسوں کو روکا؟ ان کی ممانعت کا فتوی دیا؟ نہیں دیا تو کیوں؟ جب کہ سبب ممانعت یعنی اہتمام وتداعی موجود ہے۔

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۸۴ پر ایک سوال کے جواب میں ہے۔

یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہ تھی لہٰذا یہ مجلس بدعت ضلالت ہے۔

معلوم ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو وہ بدعت وضلالت ہوتی ہے۔ مگر بہت چیزوں کے لیے یہ تسلیم ہے کہ خیر القرون میں نہیں، پھر بھی بدعت ضلالہ نہیں کہتے۔ مثلاً

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ۱۰۱ پر ہے۔

سوال :- صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا، اور ذکر ارہ اور حلقہ بر قبور نہیں بلکہ ویسی ہی، اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں؟

اس کا جواب مجلس میلاد کے جواب کے طریقے پر بعینہٖ یہی ہونا چاہئے ——— یہ اذکار واشغال چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین نہ تھے۔ لہٰذا یہ اذکار واشغال بدعت ضلالت ہیں۔

مگر اس میں مشیخیت آبی ہی ختم ہو جاتی تھی، اس لیے اس کا جواب لکھا:

جواب :- اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں۔ سب کی اصل نصوص سے ثابت۔ جیسا اصل علاج ثابت ہے، مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں۔ ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے۔

کیا اس اصول پر مجلس میلاد شریف کا جواب نہیں ہوسکتا تھا ؟ کہ مجلس میلاد شریف ذکر خدا ورسول ہے۔اوراس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کرنا چاہیے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱ پر تیسواں سوال ہے۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جو جواب مجلس مولود شریف کا دیا بعینہٖ، اس سوال کا بھی جواب ہوسکتا ہے کہ مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا،قرون ثلثہ میں نہ تھا۔ بلکہ بخاری شریف بھی قرون ثلثہ میں نہ لکھی گئی۔اس لیے اس کی جمع وترتیب اوراس کا ختم سب بدعت ضلالت ہے۔

مگراس کا جواب لکھا۔

قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں تھی مگراس کا ختم درست ہے۔

معلوم ہوا کہ قرون ثلثہ میں نہ ہونا بدعت ضلالت کا سبب صرف مجلس مولود کے لیے ہے ، کہ ذکر رسول کو روکا جائے۔ورنہ بخاری کا ختم بھی بدعت ہوتا۔بلکہ حدیث شریف میں قرآن شریف کے سوا احادیث لکھنے کی ممانعت وارد ہے،اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے بخاری کی جمع وترتیب ہی کو بدعت ضلالت ،ھادم ومخالف سنت بتاتے۔مگر یہ ساری بدعت مجلس مولود کے لیے ہے ؎

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کبھی کسی ہیات کذائی کا عذر گڑھتے ہیں کہ ذکر رسول تو خیر القرون میں تھا،

مگراس ہیات کذائی کے ساتھ نہ تھا۔اس لیے بدعت ضلالت ہے۔یہ عذر بھی محض ننگ ہے۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۸ پرایک سوال ہے۔

اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ میں نہیں تھا بلکہ محض یہ نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب؟

خدا اگر حیا دیتا تو ان کے اصول پر جواب صاف تھا، کہ مساجد ومدارس کی یہ صورت اور طرز تعلیم موجود قرون ثلثہ میں نہ تھا۔اس لیے بدعت ضلالت ہے۔

مگراس کا جواب لکھا کہ:

مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں، جیسی چاہے، بنائے۔علی ھٰذا مدرسہ کی کوئی صورت معین نہیں، مکان ہو، اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جاننا بدعت ہوگا۔

حالانکہ ہر آنکھ والا دیکھ کر جان سکتا ہے کہ مساجد تمام ایک ہی ہیأت وصورت کی بنتی ہیں۔اور مجلس مولود شریف کی ہرگز کوئی ہیأت نہیں۔مگر مجلس مولود شریف کو تو ہیأت کذائی کا الزام لگا کر بدعت وضلالت قرار دیا۔اور جس کی ہیأت کذائی پر تعامل بلاد وامصار، وہ جائز رہی۔اس لیے کہ مکان ہے۔اسی طرح قیام میلاد کی ممانعت اور اس کی مخالفت پر ساری قوت علمی صرف کردی جاتی ہے۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۳۹، ۳۸ پر ہے۔

اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔

نیز ص ۱۲ پر ہے۔

وقت میلاد شریف کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

پس یہی حجت اس کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے۔

یہ زور قلم اور علم کا سارا نچوڑ ان بزرگ کا ہے، جن کی صفت میں تذکرۃ الرشید حصہ اول ۸۷ پر مولوی عاشق الٰہی صاحب یوں نغمہ سرا ہیں۔

حجت اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلہ روحانی کا سچا جانشین، جس وقت مسند خلافت کا صدر نشین ہوا، حق تعالیٰ کے غیبی فرشتوں نے منادی پھیر دی، اور اطراف ہند برہما و سندھ، یورپ و بنگال، پچھم و پنجاب، مدراس و دکن، برار و ممالک متوسطہ کابل و افغانستان کے بلاد متفرقہ میں ایک کھل بل مچ گئی۔ گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔آپ کے پاس پندرہ بیس سے لے کر ستر اسی تک کا ہر برس مجمع ہوتا تھا۔اور یہ کوئی دو چار سال تک کا تدریسی تجربہ نہیں، بلکہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ کے شروع تک جس کی مدت ایک کم پچاس سال ہوتی ہے، علمی خدمتوں کا ذخیرہ ہے۔

پھر ص ۸۹ پر آپ کے جملہ کمالات کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

آپ کی قوت اجتہاد، قابلیت استنباط، خوبی تطبیق وارتباط، جودت ذہن، اتقان وعدالت، حافظہ وثقاہت، تقدس وتبحر، تقاری وسلاست بیانی فراست وہمہ دانی، حلم ورفق، لطف وشفقت، خندہ روی وکرم گستری، مسکین نوازی اور طلبہ کی گستاخ و بے جا حرکات پر صبر تحمل، غرض جواد اتھی، وہ حق بینی کے بارآور درخت کا پھل، اور بخاری وقت ہونے کی حیثیت سے تحدیث کے سدا بہار گلاب کا پھول تھی۔

ص ۹۰ پر طلبہ کے ساتھ اخلاق اور ایک چیز کو بار بار سمجھانے کا ایک واقعہ یہاں لکھا ہے:۔

ایک مرتبہ درس ہورہا تھا قاری قرأت کررہا تھا کہ کسی مقام پر عطارہ کا

لفظ آیا، چونکہ قرأت کرنے والا لفظ کے معنے سمجھے ہوئے اور مادہ
اشتقاق یعنی عطر جانے ہوئے تھا، اس لیے بے تکان پڑھتا چلا گیا۔
برابر میں ایک طالب علم ولایتی بیٹھا ہوا تھا جو اس لفظ کے معنی نہ
سمجھا اس نے بے چارے قرأت کنندہ ہم جماعت طالب علم کے زور
سے کہنی ماری، اور کہا ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا۔ اور حضرت کی طرف مخاطب
ہو کر پوچھا۔ عطارہ معنی چہ؟ آپ نے فرمایا: زوجہ عطر فرشندہ۔ حضرت
کی زبان سے جواب کا ختم ہونا تھا کہ قاری نے پھر قرأت شروع
کردی۔ بے چارہ ولایتی اب بھی نہ سمجھا، دوبارہ پھر کہنی ماری، اور
حضرت سے دریافت کیا۔ مولانا عطارہ معنی چہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ
نے فرمایا: عطر فروش کی بیوی۔ پھر قاری نے قرأت شروع کی۔ تیسری
مرتبہ پھر ولایتی نے کہنی ماری، اور تیز نظر سے دیکھ کر کہا۔ ٹھہرو، ہم نہیں
سمجھا عطارہ کا معنی۔ اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے
جواب دیا 'عطر بیچنے والا کا جورو' اس وقت ولایتی خوش ہوا اور کہا ہاں
سمجھا۔ ہاں بھائی چلو۔

میں 'تذکرۃ الرشید' کا ایک دن یہ صفحہ دیکھ رہا تھا کہ میرے ایک دوست تشریف لائے، اور اس جگہ دیکھنے لگے۔ بولے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ولایتی جس کی مادری زبان فارسی ہے، وہ 'زوجہ عطر فروشندہ' نہیں سمجھا اور 'عطر بیچنے والے کا جورو' سمجھ گیا۔ میں نے کہا: اتنے بڑے مولوی نے لکھا، اور وہ بھی اپنے استاد اور پیر کے متعلق، اس میں شک کرنے کی کیا گنجائش؟ رہی مادری زبان، تو اگر اس کی مادری زبان میں سمجھایا جاتا تو وہ ضرور سمجھ جاتا۔ اس کے یہاں تو 'زوجہ عطر فروش' بولا جاتا ہوگا وہ تو 'زوجہ عطر فروشندہ' سن کر گھبرایا ہوگا، کہ اسم فاعل پر پھر یہ ڈبل علامت کیسی؟ جس طرح قتیل نے ایران میں ایک شخص کو

گھوڑے پر آتے ہوئے دیکھ کر کمال فارسی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ 'شخصے بر اسپ سوار می آید'۔ ان لوگوں کو حیرت ہوئی، اور منہ تکنے لگے۔ جب کسی ایرانی لڑکے نے کہا، 'سوارے می آید'۔ وہ لوگ مسرور ہو گئے۔

خیر! بہر کیف بات بہت دور جا پہنچی۔ اصل غرض تھی کہ ان کے یہاں قیام میلاد کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیے بدعت ہے۔ حالانکہ مدارس اسلامیہ کا ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ جب آیہ کریمہ **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** نازل ہوئی۔ جبریل امین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدائے تعالیٰ بعد سلام فرماتا ہے: اے میرے پیارے! تم جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا؟ ارشاد ہوا: **اللّٰہ اعلم** اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبریل امین نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فکانما ذکرنی** ٥ میں نے تمہارے ذِکر کو اپنا ذِکر قرار دیا ہے، تو جس نے تمہارا تذکرہ کیا اس نے میرا ذِکر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے تین طریقے قرآن شریف میں ذکر فرمائے ہیں۔ **اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ** یعنی اولوا الالباب، عقل والے، وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر، اور لیٹ کر۔

اور ظاہر ہے کہ لیٹ کر ذِکر دو ہی وقت ہے۔ یا تو انسان بیمار ہو، یا وہ اذکار جو سونے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ باقی حالتوں میں ذِکر کی دو ہی صورت ہے۔ **قیاماً وقعوداً** ـــــ ہوسکتا ہے کہ مولود شریف یعنی ذِکر رسول کہ ذِکر الٰہی ہے، پورا کا پورا کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ لیکن اس وقت صرف **قیاما** پر عمل ہوگا، **قعود** اپر عمل نہ ہوگا ـــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف بیٹھ کر ہی تمام ذِکر کیا جائے، ایک منٹ کے لیے قیام نہ کیا جائے۔ مگر اس صورت میں صرف **قعوداً**

پرعمل ہوگا، قیاماً پرعمل نہ ہوگا۔ اور مقصود دونوں پرعمل ہے۔ اس لیے بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ تاکہ قیاماً قعوداً دونوں پرعمل ہو۔

بات بہت صاف اور واضح ہے۔ لیکن وہمی حضرات نے اس صاف اور سیدھی بات کو ایک چیستاں اور معمہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے علمائے کرام اہل سنت اپنے اپنے زمانوں میں مسئلہ مولود شریف وقیام پر روشنی ڈالتے آئے، اور کتابیں تصنیف کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے بھی ایک ضخیم رسالہ بنام **اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام** تصنیف فرمایا۔ جس پر اعلیٰ حضرت نے ایک نہایت ہی نفیس حاشیہ بنام **رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام** تحریر فرمایا۔ جس پر کلام بعد کو آئے گا۔ اور خاص مسئلہ قیام میلاد میں زیر تبصرہ رسالہ **اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ** تصنیف فرمایا۔

یہ رسالہ ۴۶ صفحات کا ہے۔ رام پور سے ۱۲۹۹ھ میں ایک استفتاء آیا تھا، جس میں بہت سے سوالات تھے۔ اور انھیں سوالات کثیرہ کے ضمن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

> مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کیسا ہے؟ بعض لوگ اس قیام سے انکار بحت رکھتے ہیں، اور اسے بدیں وجہ کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا، بدعت سیئہ وحرام سمجھتے، اور کہتے ہیں۔ ہمیں صحابہ وتابعین کی سند چاہئے، ورنہ ہم نہیں

مانتے۔ان کے ان اقوال کا کیا حال ہے؟ بینوا توجروا۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں پہلے حمد ونعت تحریر فرمایا، جو براعت استہلال پر مشتمل ہے۔ پھر تحریر فرمایا کہ:

دومقام واجب الاعلام ہیں۔

اولاً:- اس قیام مبارک کا اپنے طور پر کتب وفتاوی علما قدست اسرارھم سے حکم بیان کرنا، جس سے بعونہ تعالیٰ موافقین کے لیے ایضاح حق وازاحت باطل ہو، اور منصب فتوی اپنے حق کو واصل ہو۔

ثانیاً:- اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقاربہ تمام اصاغر واکابر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرون ثلثہ میں نہ تھا، تو بدعت ضلالت ہوا۔ اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے۔ اس فعل اور اس کے امثال امور نزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے۔ جس کی بنا پر اہل سنت وسواد اعظم ملت وہزاراں ائمہ شریعت وطریقت کو معاذ اللہ بدعتی، گمراہ ٹھہراتے ہیں، اور مطلقاً خوف خدا وترس روز جزادل میں نہیں لاتے۔

مقام اول:- اللہ عزوجل نے شریعت غرا، بیضا، زہرا، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاری۔ اور بحمدہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارا دین کامل فرمادیا۔ اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پرنور سید عالم ﷺ کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔

قال اللہ تعالیٰ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (سورہ مائدہ، آیت ۳) آج میں نے تمھارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

الحمدللہ! ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں۔ امیر المو منین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حسبنا کتاب اللّٰہ ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔ مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا، اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا، عام کو نامقدور ہے۔ اس لیے قرآن عظیم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے۔

اول: مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۝ (سورہ حشر، آیت ۷) جو کچھ رسول تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ خذوا صیغہ امر کا ہے۔ اور امر وجوب کے لیے ہے۔ تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی ــــ اور فانتھوا نہی ہے۔ اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی۔ ولہٰذا فرمایا: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ ۝ (سورہ نحل، آیت ۴۴) اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لیے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔

دوم: فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ انبیاء، آیت ۷) علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

حوادث غیر متناہی ہیں۔ احادیث میں ہر جزئیہ کے لیے نام بنام تصریح اگر فرمائی بھی جاتی، ان کا حفظ وضبط نامقدور ہوتا۔ پھر جو مدارج عالیہ مجتہدان امت کے لیے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے، وہ نہ ملتے۔ نیز اختلاف ائمہ کی رحمت ووسعت نصیب نہ ہوتی۔ لہٰذا احدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف اشعار فرمایا۔ اس کی تفصیل وتفریع وتاصیل مجتہدین کرام نے فرمائی۔ اور احاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح

مشکل و تفصیل مجمل و تقیید مرسل باقی تھی، جو قرناً فقرناً طبقۃً فطبقۃً مشائخ کرام وعلمائے اعلام کرتے چلے آئے۔ ہر زمانہ کے حوادث تازہ کے احکام اس زمانہ کے علمائے کرام، حاملان فقہ، حامیان اسلام نے بیان فرمائے۔اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے، اور ہوتے رہیں گے۔ عن النبی ﷺ لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق حتی یأتی امر الله رواه البخاری صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الہٰی آئے۔

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے، وہ اسی نور سے ہے، جو صاحب شریعت ﷺ سے اسے ملا ہے۔تو حقیقۃً اس میں رسول اللہ ﷺ ہی کا احسان امت پر ہے کہ علما کو یہ استعداد عطا فرمائی، جس سے انہوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یوں ہی ہر طبقہ ائمہ کا بعد والوں پر احسان ہے۔اب یہیں دیکھیے کہ کتب ظاہر الروایہ اور نوادر ائمہ تھیں۔پھر کتب نوازل وواقعات تصنیف فرمائی گئیں۔پھر متون وشروح وحواشی وفتاوی وقتاً فوقتاً تصنیف ہوتے رہے۔اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے کیے، اور مقبول ہوتے رہے۔کہ سب اسی اجمال قرآن وسنت کی تفصیل ہے۔

نصاب الانتساب، وفتاوی عالمگیریہ زمانہ سلطان عالمگیر انار الله تعالیٰ برهانه کی تصنیف ہیں۔ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی، جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے۔اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ وتابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ، خاص امام اعظم وصاحبین کا نص لاؤ، تو وہ یا احمق ومجنون ہے، یا گمراہ مفتون۔پھر عالمگیری کے بہت بعد اب

قریب زمانہ کی کتابیں: فتاوی اسعدیہ، وفتاوی حامدیہ، وطحطاوی علی الدر، وطحطاوی علی مراقی الفلاح، وعقود الدریہ، ورد المحتار، ورسائل شامی وغیرھا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے۔

دو اول کے سوا، یہ سب تیرہویں صدی کی تصنیف ہیں۔ مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں۔ ان میں صدہا وہ بیان ملیں گے، جو پہلے نہ تھے۔ اور مانعین کے یہاں تو فتاوی شاہ عبدالعزیز صاحب، بلکہ مأۃ مسائل واربعین تک پر اعتماد ہو رہا ہے۔ کیا 'مأۃ مسائل' و'اربعین' کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ وتابعین وائمہ تو بہت بالا ہیں، عالمگیری ورد المحتار تک کہیں دکھا سکتے ہیں؟

اب ان کے بعد ریل، تار برقی، نوٹ، منی آرڈر، فونوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ وتابعین یا امام ابوحنیفہ یا نہ سہی، ہدایہ ودر مختار، یا بھی نہ سہی، عالمگیری وطحطاوی وردالمحتار، یا سب جانے دو، شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاوے میں دکھاؤ۔ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جا سکتا ہے؟۔

خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے۔ مگر جب سے حادث ہے، علما نے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔

درمختار میں ہے: یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین...

اذان کے بعد حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام عرض کرنا جس طرح حرمین طیبین میں رائج ہے۔

درمختار میں فرمایا: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة

سبع مائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة للاثنین ثم یوم الجمعةبعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین فهو بدعة حسنة ...

کتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے۔ اُس وقت کے علمائے دین معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے؟

مجلس میلاد مبارک وقیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے۔ مگر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی، اسی جنون پہنچی ہوگی۔ ان پر انھیں علمائے کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا، جن کے زمانہ میں ان کا وجود تھا۔ جیسے مجلس مبارک کے لیے امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی، وامام خاتم الحفاظ جلال الدین السیوطی، وامام احمد خطیب قسطلانی وغیرہم اکابر رحمهم الله تعالیٰ، جن کے نام وکلام کی تصریح بارہا کردی گئی۔

یوہیں مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے گی، جن کا ذکر شریف آتا ہے۔ وبالله التوفیق - بحمد الله تعالیٰ موافقین اہل حق وانصاف ودین کے لیے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا انکار، ان کی کیا پرواہ؟ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علمائے کرام کو مانیں۔ مولیٰ عزوجل توفیق دے۔ تو یہاں منصف غیر متعصب کے لیے اسی قدر کافی کہ:

یہ فعل مبارک یعنی قیام وقت ذِکر ولادت حضور خیر الانام علیه وعلیٰ آله افضل الصلاة والسلام صدہا سال سے بلاد اسلامیہ میں رائج ومعمول، اور اکابر ائمہ دین میں مقرر ومقبول۔ شرع میں اس سے منع مفقود، اور بے منع شرع منع مردود۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۞ وانما الحرام ما حرم الله وماسکت

عنه فهو عفو من الله۔ علی الخصوص حرمین طیبین مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علی منورھما وبارک وسلم کہ مبدء ومرجع دین وایمان ہیں۔ وہاں کے اکابر علما ومفتیان مذاہب اربعہ، مدتہا مدت سے اس فعل کے فاعل وعامل وقائل ہیں۔ ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا۔ بلکہ بلاشبہہ مستحسن ومستحب ٹھہرایا۔

علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے، اور ارشاد فرماتے ہیں۔

قد وجد القیام عند ذکر اسمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من عالم الامة ومقتدی الائمة دینا وورعا تقی الدین السبکی رحمةالله تعالیٰ علیه وتابعه علی ذالک مشائخ الاسلام فی عصره فقد حکی بعضهم ان الامام السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علما عصره فانشد فیه قول الصرصری فی مدحه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ؎

قیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذهب
علی فضة من خط احسن من کتب
وان ینهض للاشراف عند سماعه
قیاما صفوفا او جثیا علی الرکب

فعند ذالک قام الامام السبکی وجمیع من فی المجلس فحصل انس کثیر بذالک المجلس وکفی بذالک فی الاقتداء.. بے شک وقت ذکر نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام قیام کرنا، امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ سے پایا گیا، جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین وتقوی میں اماموں کے امام ہیں۔ اور

اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ شیخ الاسلام ابونصر عبد الوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانہ کے علما کی مجتمع ہوئی، اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار ﷺ میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفےٰ ﷺ کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ جو سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتھر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے۔ اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سر وقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں۔ ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اسی قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اھ۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے گیارہ علمائے کرام اور عارف باللہ سید سند مولانا جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز کی کتاب عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر ـــــ فاضل اجل سیدی جعفر بن اسمٰعیل علوی مدنی کی کتاب شرح الکوکب علی عقد الجوہر ـــــ فقیہہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی جو رسالہ اثبات قیام میں دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

فاستفید من مجموع ما ذکرنا استحباب القیام له صلی اللّٰه تعالیٰ وسلم یعنی ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی ﷺ کی تعظیم ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: قد اجتمعت الامـة المحمّدیة من اهـل السنة والجماعة علیٰ استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللّٰه تعالیٰ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالة بے شک امت مصطفیٰ ﷺ سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے۔ اور بے شک نبی ﷺ فرماتے ہیں: 'میری امت

گمراہی پر جمع نہیں ہوتی' ـــــ امام علامہ مدالقی، علامہ زید کے رسالہ میلاد ـــــ خاتمۃ المحدثین زین الحرم، عین الکرم، مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی کی کتاب مستطاب الدر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ ـــــ شیخ مشائخنا، خاتمۃ المحققین، امام العلما، سید المدرسین، مفتی الحنفیہ بمکۃ الحمیہ سیدنا علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی کے فتاوے ـــــ اور علامہ انباری کی کتاب مورد الظمأن کی عبارتیں ثبوت قیام وقت ذکر ولادت رسول ﷺ میں نقل فرمائیں، جن میں سے تین عبارتیں بطور نمونہ اس جگہ نقل کی گئیں۔

اس کے بعد گیارہ فتاوے علمائے کرام کے، ثبوتِ قیامِ میلاد شریف میں نقل فرمایا۔

اول: فتویٰ مولانا جمال عمر حنفی، جس پر مولانا صدیق بن عبد الرحمٰن کمال حنفی، اور علامہ الوری علم الہدی مولانا سید سند زین دحلان شافعی نے بھی موافقت فرمائی۔

دوسرا: فتویٰ مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ کا۔

تیسرا: فتویٰ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ کا ذکر فرمایا۔ جس میں فرماتے ہیں: **نعم یجب القیام عند ذکر ولادته صلی اللّٰه تعالیٰ وسلم اذ یحضر روحانیته صلی اللّٰه تعالیٰ وسلم فعند ذالک یجب التعظیم والقیام** ہاں ذکرِ ولادت حضور اقدس ﷺ کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام لازم ہوا۔

چوتھا: فتویٰ مفتی حنفیہ مولانا عبد اللہ بن محمد حنفی کا۔

پانچواں: فتوی شیخ مشائخنا مولانا الامام سراج العلما عبد اللہ سراج مکی مفتی حنفیہ کا۔

چھٹا: فتوی عمر بن ابی بکر شافعی کا۔

ساتواں: فتوی علمائے حرمین محترمین، جس پر مفتی مکہ معظّمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی، اور رئیس العلما شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی، اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی، اور سید المحققین مولانا احمد بن زین شافعی، اور مدرس مسجد نبویہ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی، اور مولانا عبد الکریم بن عبد الحکیم حنفی مدنی، اور فقیہ جلیل مولانا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ، اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اصل فتوی مزین بخطوط و مواہیر علما ممدوحین فقیر نے بچشم خود دیکھا۔ اور مدتوں فقیر کے پاس رہا، جس میں کثیر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے، اور بدلائل باہرہ مذہب وہابیت کو سراسر مردود و باطل ٹھہرایا ہے۔

آٹھواں: فتوی حضرات علمائے مدینہ منورہ کا، آخر روضۃ النعیم میں طبع ہوا ہے۔ اس فتوی پر مولانا عبد الجبار، اور ابراہیم بن خیار وغیرہما تمیں علمائے کرام کی مہریں ہیں۔

نواں: فتوی علمائے مکہ معظّمہ، جس میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں: **فالمنکر لھٰذا مبتدع بدعۃ سیئۃ منمومۃ لانکارہ علی شیٔ حسن عند اللہ والمسلمین** ۔یعنی پس مجلس میلاد و قیام کا منکر بدعتی ہے، اور اس منکر کی بدعت سیئہ مذمومہ ہے کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا و اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی۔

اس فتویٰ پر حضرت سید العلما احمد دحلان مفتی شافعیہ، وجناب مستطاب شیخنا وبرکتنا سراج الفضلا مولانا عبد الرحمٰن سراج مفتی حنفیہ، مولانا حسن مفتی حنابلہ، ومولانا محمد شرفی مفتی مالکیہ، وغیرہم پینتالیس علما کی مہریں ہیں۔

دسواں: فتویٰ علمائے جدہ میں، مجیب اول مولانا باصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اوراس میں قیام وتعیین یوم وتزئین مکان واستعمال خوشبو وقرأت قرآن واظہار سرور واطعام طعام کی نسبت فرماتے ہیں: **بهذه الصورة المجموعة من الاشياء المذكورة بدعة حسنة مستحبة شرعاً لا ينكرها الامن فى قلبه شعبة من شعب النفاق والبغض له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وكيف يسوغ له ذالك مع قوله تعالىٰ: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْب** ۞ جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعا بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی ﷺ کی عداوت ہے۔ اور یہ انکار اسے کیوں کر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے 'جو خدا کے شعائروں کی تعظیم کرے، تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے'۔

اس پر مولانا عیاض بن جعفر صدیق، مولانا احمد فتاح، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا احمد جلیس، مولانا محمد صالح رحمة الله تعالىٰ عليهم کی تصدیقات وتحریرات ہیں۔ **ونص عبارة مولانا احمد جليس هكذا "الحمد لله وكفى والصلاة على المصطفى نعم ذكر ولادة النبى ﷺ ومعجزاته وحليته والحضور لسماعه وتزيين المكان ورش ماء الورد والبخور بالعود وتعيين اليوم والقيامة عند ذكر ولادته ﷺ واطعام الطعام وتقسيم التمر وقراء شئ من القرآن كلها مستحبة بلا شك وريب**

واللہ تعالیٰ اعلم بالغیب۔ خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ ﷺ پر درود۔ ہاں معجزات وحلیہ شریفہ نبی ﷺ کا ذکر کرنا، اور اس کے سننے کو حاضر ہونا، اور مکان سجانا، اور گلاب چھڑکنا، اور اگربتی سلگانا، اور دن مقرر کرنا، اور ولادت نبی ﷺ کے وقت قیام کرنا، اور کھانا کھلانا، اور خرمے بانٹنا، اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا، بلاشک وشبہ مستحب ہے۔

مولانا محمد صالح نے لکھا: **امة النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم من العرب والمصر والشام والروم والاندلس وجمیع بلاد الاسلام مجتمع ومتفق علی استحبابه واستحسانه ،** یعنی نبی ﷺ کی امت عرب ومصر وشام وروم واندلس وتمام بلاد اسلام سے اس کے استحباب واستحسان پر اجماع واتفاق کیے ہوئے ہیں۔

گیارہواں فتوی: علمائے جدہ کا ہے جس میں مولانا یحییٰ بن اکرم تحریر فرماتے ہیں: **الف فی ذالک العلما وحثوا علی فعله فقالوا لاینکرها الا مبتدع فعلی حاکم الشریعة ان یعزروه ..** یعنی علما نے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس فعل پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی تو حاکم شرع پر اس کی تعزیر لازم۔

اس فتوی پر مولانا علی شامی بن عبداللہ، مولانا علی طحان، مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن، مولانا محمد بن عبداللہ، مولانا احمد بن محمد خلیل، مولانا عبدالرحمٰن بن علی حضرمی کی تصحیحات وتصدیقات ہیں۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: بالجملہ سردست اس قدر کتب وفتاوی وافعال واقوال علما وائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان واستحباب کی سند صریح حاضر ہے۔ جس میں سو سے زائد ائمہ وعلما کی تحقیق وتصدیق روشن وظاہر۔ اور رسالہ غایة المرام میں علمائے ہند

کے بھی فتوے چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔

اب منصف انصاف کرے۔ آیا اس قدر علمائے مکہ معظّمہ، و مدینہ منورہ، و جدہ، و حدیدہ، و روم، و شام، و مصر، و دمیاط، و یمن، و زبید، و بصرہ و حضر موت، و حلب، و حبش، و برزنج، و برغ، و کرد، و داغستان، و اندلس، و ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا؟ یا معاذ اللہ! یہ عمائد شریعت صدہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع و بد مذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے؟

تعصب نہ کیجیے تو ہم ایک تدبیر بتائیں۔ ذرا اپنے دل کو خیالاتِ این و آں سے رہائی دیجیے۔ اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجیے کہ گویا یہ سیکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں، اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالیشان میں جمع ہوئے ہیں۔ اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے۔ اور ان سب عمائد نے یک زباں ہو کر باآواز بلند فرمایا ہے: بیشک مستحب ہے۔ بے شک مستحب ہے۔ وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے ——— اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجیے، اور مشت چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھیے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالیشان مجمع میں جا کر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے۔ اور یوں تو

چو شیراں برفتند از مرغزار ÷ زند روبہ لنگ لاف شکار

جسے چاہے کہہ دیجیے وہ کیا تھے، ہم ان کی کب مانتے ہیں، انکا قول کیا حجت ہو سکتا ہے؟ نعوذ باللہ منہ -

مقام دوم:- اس مقام کی شرح و تفصیل مفضی نہایت اطناب و تطویل۔ معہذا ہمارے علمائے عرب و عجم بحمد اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہو چکے کہ کوئی دقیقہ

احقاق حق وابطال باطل کا اٹھا نہ رکھا۔علی الخصوص حضرت حامی السنن ماحی الفتن سیدی ومولائی والدی روح اللہ روحہ نے کتاب مستطاب **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** میں وہ تحقیقات بدیعہ وتدقیقات منیعہ ارشادفرمائیں،جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ حق کے لیے نہیں،مگر غایت انجلا وبیان،اور باطل کو نصیب نہیں،مگرموت بے امان۔**والحمد للہ رب العالمین**۔لہٰذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر بسبیل اشارہ وایما اکتفا کرتا ہے۔

نکتہ اول:- اصل اشیامیں اباحت ہے۔یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت ،اوراس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق،وہی تو مذموم وممنوع ہے۔باقی سب چیزیں جائز ومباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن وحدیث میں منصوص ہو،یاان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔

توشخص جس فعل کو ناجائز یاحرام یامکروہ کہے،اس پرواجب کہ اپنے دعوی پردلیل قائم کرے۔۔۔۔۔ اور جائز ومباح کہنے والے کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں۔کہ ممانعت پرکوئی دلیل نہ ہوناہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

جامع ترمذی،وسنن ابن ماجہ،ومستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: **الحلال ماحل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو عفا** یعنی حلال وہ ہے ،جوخدانے اپنی کتاب میں حلال کیا۔اورحرام وہ ہے، جسے خدانے اپنی کتاب میں حرام کیا۔اورجس کا کچھ ذکر نہ فرمایاوہ اللہ کی طرف سے معاف ہے۔یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

ملاعلی قاری مرقات میں فرماتے ہیں: **فیہ ان الاصل فی الاشیاء**

الاباحة اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔

لطف یہ کہ مولوی نذیرحسین صاحب سورج گڑھی دہلوی نے بھی فتوائے متصدقہ مہری دستخطی میں تصریح کی کہ:

> او مدہوش، بے عقل! خدا اور سول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے، اور ناجائز کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا اور سول نے ناجائز کہاں کہا ہے؟ ملخصاً

نکتہ دوم:- عموم واطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک علما میں شائع وذائع ہے۔ یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا، تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے گی۔ تاوقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ مسلم التبوت میں ہے: **شاع وذاع احتجاجهم سلفاوخلفا بالعموما ت من غير نكير..**

یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ مولوی نذیرحسین صاحب میں ہے۔

> جب عام ومطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم واطلاق پر رہے گا عموم واطلاق سے استدلال برابر زمانہ صحابہ کرام سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔

اب سنیے! ذکرالٰہی کی خوبی شرع سے مطلقا ثابت۔ قال اللہ تعالیٰ: **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا** ۝ خدا کو بہت یاد کرو۔

اور نبی کریم ﷺ بلکہ تمام انبیاء واولیاء اللہ علیہم الصلاۃ والسلام کی یاد عین خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد تو اسی لیے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ معہذا نبی کریم ﷺ کی یاد مجالس ومحافل میں یونہی ہوتی ہے کہ

حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انھیں یہ مراتب بخشے، یہ کمال عطا فرمایا ـــــ
اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی آقا ﷺ ایسے ہیں، جنھیں حق تعالیٰ نے ایسے ایسے درجے دیے۔ اس وقت یہ کلام آیہ کریمہ: وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ کے قبیل سے ہوگا ـــــ چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے۔ اس وقت یہ کلام آیۂ کریمہ: سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ؕ وآیۂ کریمہ: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی ؕ کے طور پر ہو جائے گا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے فرماتا ہے:
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ؕ اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذِکر۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا سے یوں نقل فرماتے ہیں:
جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی یعنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذِکر کرے اس نے میرا ذِکر کیا۔
بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی، حسن ومحمود ہی رہے گی۔ اور مجلس میلاد وصلاۃ بعد الاذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لیے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں! جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے، وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔
اسی طرح نعمت الٰہیہ کے بیان واظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا۔ قال تعالیٰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ؕ ـــــ اور ولادت اقدس ﷺ تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا۔

علیٰ ہذا القیاس نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے۔ اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے ثابت۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نکتہ سوم: ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لیے رخصت یا ممانعت ماننا، اس پر موقوف کہ قرآن وحدیث میں خاص اس کا نام لے کر جائز کہا ہو، یا منع کیا ہو۔ یا اس کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے۔

بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس وقیام مجلس کے نام قرآن وحدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔

بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت کے ساتھ ثبوت مانگتے ہو، اور باآنکہ یہ افعال اطلاقاتِ ذکر وتحدیثِ نعمت وتعظیم وتوقیرِ نبی کے تحت میں داخل ہیں، جائز نہیں مانتے۔

نکتہ چہارم: حضرات مانعین سب کے سب اس مرض میں گرفتار کہ قرن وزمانہ کو حاکم شرع بنایا ہے۔ جوئی بات کہ قرآن وحدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں، جب فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ بری نہیں، اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت وگمرہی۔ حالانکہ شرعاً وعقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین وتقبیح پر قابو نہیں۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے۔ اور برا کام کسی زمانہ میں ہو، برا ہے۔ آخر بلوائے مصر، وواقعہ کربلا، وحادثہ حُرہ، وبدعات خوارج، وشناعات روافض، وخباثات نواصب،

وخرافات معتزلہ وغیرہا امور شنیعہ، زمانۂ صحابہ وتابعین میں حادث ہوئے، مگر معاذ اللہ وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ اور بنائے تصنیف کتب، وتدوین علوم، ورد مبتدعین، وتعلیم وتعلم نحو وصرف، وطرق اذکار، وصور اشغال اولیائے سلاسل قدست اسرارھم وغیرہا امور حسنہ، ان کے بعد شائع ہوئے، مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بد نہیں قرار پاسکتے۔ بلکہ اس کا مدار نفس فعل کے حسن وقبح پہ ہے۔ جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن وحدیث سے ثابت، وہ بے شک حسن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو۔ اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا، خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

والبدعة ان كانت مما تندرج تحت مستحسن فهى حسنة وان كانت تندرج تحت مستقبح فهى مستقبحة والا فمن قسم المباح ..

یعنی بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔

اب مجلس قیام وغیرہما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں نہ تھے، لہٰذا ممنوع ہیں، محض باطل ہوگیا۔

نکتہ پنجم: بڑی مستند، ان حضرات کی حدیث: **خير القرون قرنى** ہے، اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بو بھی نہیں۔ حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ اس کے بعد

جھوٹ، خیانت، اورتن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہوجائے گا۔

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت میں داخل ہو، شنیع و مذموم ٹھہرے گا۔ جواس کے ثبوت کا دعوی رکھتا ہو، بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

نکتہ ششم: اگر کسی زمانہ کی تعریف اوراس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا، اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں، اور مابعد کے شرتو اکثر صحابہ وتابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔ اخرج ابو نعیم ان **رسول اللّٰہ ﷺ قال اذا اتیٰ علیٰ ابی بکر اجلہ وعمر اجلہ وعثمٰن اجلہ فان استطعت ان تموت فمت** ○ یعنی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جب انتقال کرجائیں ابو بکر وعمر وعثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مرجائے تو مرجانا۔ اب تمہارے طور پر چاہیے کہ زمانہ پاک حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم بلکہ صرف زمانہ شیخین (کہ طبرانی کی روایت کی وارد" اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت جب عمر مرجائے تو اگر مرسکے تومرجانا) رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے۔ پھر جو کچھ حادث ہوا، اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللّٰہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں، وہ معاذ اللہ سبب شر وقبیح ومذموم وبدعت ضلالت قرار پائے۔ خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

نکتہ ھفتم: اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اس کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں، تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے

بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نے **اشعة اللمعات** میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینھ، کہ نہیں کہہ سکتے اس کا اگلا بہتر ہے، یا پچھلا۔

شیخ محقق لکھتے ہیں: کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافع ست کہیے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص؟ اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور، جو علماً و عرفا مابعد میں بلحاظ اصول و عموم و اطلاق شائع ہوئے؟۔

نکتہ ہشتم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاورات و مکالمات کو یکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت و شریت نہیں۔ دیکھیے بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور ﷺ میں نہ تھیں، ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں، اور وہ انھیں برا کہتے، اور نہایت تشدد و انکار فرماتے۔ اور بہت تازہ باتیں کہ حادث ہوئیں ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے، اور لوگوں کو اجازت دیتے، اور خیر و حسن بتاتے۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: نعمة البدعة ھذہ کیا اچھی بدعت ہے یہ۔ اور سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ بآواز پڑھتے سنکر فرمایا: ای بنی محدث ایاك والحدث اے میرے بیٹے یہ نو پیدا بات ہے بچ نئی باتوں سے۔ فاروق اعظم نے بدعت مان کر حسن کہا۔ اور عبد اللہ بن مغفل نے اُس فعل کو کہ ان کے زمانہ میں واقع ہوا بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی ان کے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفس فعل کو دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، اجازت دیتے، ورنہ منع فرمادیتے۔ اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانۂ تابعین وتبع تابعین میں رائج رہا۔ تو باتفاق صحابہ وتابعین وتبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن، حسن ہے، اگرچہ نیا ہو۔ اور قبیح، قبیح ہے، اگرچہ پرانا ہو۔ پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے۔

نکتہ نہم: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں۔ زمانہ صحابہ میں پیش ہوکر رد ہوچکا۔ اور بفرمان جلیل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ وسیدنا فاروق اعظم وغیرہما صحابہ کرام ﷺ قرار پاچکا کہ بات، فی نفسہ نیک ہونا چاہیے، اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب جنگ یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید ہوئے، تو حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے، تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں۔ صدیق اکبر ﷺ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیوں کر کروگے؟ فاروق اعظم ﷺ نے جواب دیا: اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا۔ مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر ﷺ فرماتے ہیں: پھر عمر ﷺ مجھ سے اس معاملہ میں بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ خداتعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا، اور میری رائے عمر کی رائے کے موافق ہوگئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر ﷺ نے جناب زید بن ثابت ﷺ کو

بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا۔ انھیں بھی وہی شبہہ گذرا، اور عرض کی: بھلا آپ ایسی بات کیوں کر کرتے ہیں، جو حضور اقدس ﷺ نے نہ کی؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم بات تو بھلائی کی ہے۔ پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی، یہانتک کہ ان کی رائے بھی شیخین کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی، اور انھوں نے قرآن عظیم جمع کیا۔

دیکھو! جب زید بن ثابت نے صدیق اکبر، اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا، تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں، ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے۔ بلکہ یہی جواب فرمایا کہ اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا، پر کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے۔ پس کیوں کر ممنوع ہوسکتا ہے؟ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی۔ اور قرآن عظیم باتفاق صحابہ جمع ہوا۔

اب غضب کی بات ہے کہ ان حضرات کو سودا، اچھلے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہوچکی، پھر اکھیڑیں۔

نکتہ دھم: جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انھوں نے نہ کیا، تم کرتے ہو؟ لطف یہ ہے کہ بعینہٖ وہی اعتراض اگر قابل تسلیم ہو، تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین، اور تابعین پر باعتبار صحابہ، اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ ﷺ وارد۔ مثلاً جس فعل کو حضور اقدس ﷺ و صحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا، اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا، تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔

ہم کہیں گے اس کام میں بھلائی ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ و تابعین

کرتے۔ تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں، جوانھوں نے نہ کیا یہ کریں گے؟ اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا، اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ وصحابہ کیوں نہ کرتے۔ تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے؟

علی ہذا القیاس جونئی باتیں صحابہ نے کیں، ان میں بھی تمہاری طرح کہا جائے گا ؎

بزہد وورع کوش وصدق وصفا ÷ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

کیا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ ان کی خوبی معلوم نہ ہوئی؟ یا صحابہ کو افعال خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی؟

غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بنا پر عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ تمام صحابہ وتابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں۔

نکتہ یازدھم: امام احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: **الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع** یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب مغفور **تحفہ اثنا عشریہ** میں فرماتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگرست منع فرمودن چیزے دیگر۔ نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز۔

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

نکتہ دوازدھم: ع: سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ وتابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ ونشر دین متین،

وقتل کافرین ، واشاعت فرائض ، وحدود الٰہیہ، ومحافظت اصول ایمان، وحفظ وروایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی ۔لہٰذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی؟ تاسیس قواعد واصول، وتفریع جزئیات وفروع، وتصنیف وتدوین علوم، ونظم دلائل حق ، ورد شبہات اہل بدعت، وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرماسکے۔جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دین الٰہی کی بنیاد مستحکم کردی، اور مشارق ومغارب میں ملّتِ حنفیہ کی جڑ جم گئی ۔اس وقت ائمہ وعلمائے مابعد نے تخت وبخت سازگار پاکر بیخ وبُن جمانے والوں کی ہمتِ بلند کے قدم لیے ،اور باغبانِ حقیقی کے فضل پرتکیہ کر کے الاھم فالاھم کاموں میں مشغول ہوئے ۔ یہاں تک کہ یہ مصطفیٰ ﷺ کا باغ ہرا ابھرا پھلا پھولا لہلہایا، اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم وکام ودماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔والحمد للہ رب العالمین۔

اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ ٹہنیاں جواب پھوٹیں، جب کہاں تھیں؟ یہ پتیاں جواب نکلیں، پہلے کیوں نہاں تھیں؟ اگر ان میں کوئی خوبی پاتے، تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے ؟اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل !ان اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی ،وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے۔

نکتہ سیزدھم: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرون ثلثہ میں نہ تھا، سب منع ہے ــــ اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا، اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا، اور طلبہ کے لیے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپے کمیشن لے کر کتابیں منگانا، اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں

وعظ کہنے جائیں، نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لیے جلسے، اور پنچ مقرر کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر شہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا، اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ سب اکابر و اصاغر میں بلانکیر رائج ہیں۔ قرون ثلثہ میں کب تھیں؟ کیا تمہارے لیے پروانۂ معافی آگیا ہے کہ جو چاہو کرو، تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیاں انھیں باتوں میں ہیں، جن میں تعظیم و محبت حضور سرور عالم ﷺ سے علاقہ ہو، باقی حلال شیر مادر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاکبر۔

نکتہ چہار دہم: افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے۔ امور تعظیم و ادب میں سلف صالح سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی طریقہ رہا کہ ورود، وعدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی، بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بتایا۔ **کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا** جس بات کو نبی کریم ﷺ کی ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ اسی لیے سلفاً وخلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس ﷺ کا ادب کیا، اس ایجاد کو علما نے اس کے مدائح میں شمار کیا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا۔

مثلاً سیدنا امام مالک، صاحب المذہب، عالم المدینہ رضی اللہ عنہ نے ادب حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں، جو صحابہ و تابعین سے ہرگز منقول نہیں۔ اور وہ ایجاد تمام علما کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا۔ اور ان کے غایت محبت پر دلیل قرار پایا۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں: جس کا ترجمہ یہ ہے: جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آکر کہتی: شیخ تم سے پوچھتے ہیں:

تم حدیث سیکھنے آئے ہو، یا فقہ و مسائل؟ اگر انھوں نے جواب دیا: فقہ و مسائل۔ جب تو آپ تشریف لے آتے۔ اور اگر کہا: حدیث۔ تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے، اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے، اور بنہایت خشوع و خضوع اس پر جلوس فرماتے، اور جب تک حدیث بیان کرتے، اگر سلگائے رہتے، اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے، جب نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔

حضرت سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا: میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کروں، اور میں حدیث بیان نہیں کرتا، جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔

دوسری مثال: انھیں کی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے، اور فرماتے: مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور سرور عالم ﷺ جلوہ فرما ہوں، اسے جانور کی سُم سے روندوں۔

تیسری مثال: احمد غازی تیر انداز سے شفا شریف میں نقل کیا ہے کہ میں نے کمان کبھی بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی، جب سے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔

چوتھی مثال: امام بن حاج مالکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ بعض صالحین چالیس برس مکہ معظّمہ کے مجاور رہے، اور کبھی حرم محترم میں پیشاب نہ کیا، نہ لیٹے۔ ابن حاج کہتے ہیں: ایسے شخص کو مجاورت مستحب ہے۔ یا یوں کہیے: اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

یہ ابن حاج مستندین مانعین سے ہیں۔ اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں۔ مگر اس پر نکیر نہیں فرماتے، بلکہ تعریف کرتے ہیں۔

پانچویں مثال: اسی میں ہے۔ بعض صالحین زیارت نبی ﷺ کو حاضر ہوئے، تو شہر میں نہ گئے، بلکہ باہر سے زیارت کر لی۔ اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا، نبی ﷺ کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے؟ کہا: کیا مجھ جیسا شخص داخل ہو سید الکونین ﷺ کے شہر میں؟ میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

چھٹی مثال: اسی میں ہے: میرے سردار ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، تو جب تک رہا، مسجد شریف میں قعدہ نماز کے سوا نہ بیٹھا۔ اور برابر حضور میں کھڑا رہا، جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

ساتویں مثال: اس کے متصل انہیں امام سے نقل کرتے ہیں: میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا، نہ کہیں اور گیا۔ نہ حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی کی زیارت کی۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں۔ پھر میں نے کہا: کہاں جاؤں گا؟ یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا، سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بے چاروں اور مسکینوں کے لیے۔ اور وہاں حضور اقدس ﷺ کے سوا کون ہے، جس کا قصد کیا جائے؟ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا۔ اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اب فقیر سرکار قادریہ غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس فتوی کو انہیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا، اور مراد و مطلب ہاتھ آئے

گا۔ اور اپنے رب کریم تبارک وتعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف مسئلہ قیام نبی میں بیان کافی وبرہان شافی ہو، بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل قرار پائے۔ اور جسے خدا چاہے اس کے لیے شاہراہ تحقیق پر مشعل ہدایت ہوجائے۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسراج اُفُقِہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی ﷺ

اس فتوی پر علمائے رامپور سے حضرت مولانا ارشاد حسین، ومولانا گوہر علی، ومولانا عبد اللہ قریشی، ومولانا شاہ سلامت اللہ ـــــــ اور علمائے بدایوں سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر، ومولانا عبد المقتدر، ومولانا امداد حسین، ومولانا حافظ محمد بخش، ومولانا عبد الرزاق بن عبد الصمد ـــــــ اور علمائے بریلی سے مولانا محمد شاہ خان صاحب، ومولانا سلطان احمد خان صاحب۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصدیقات ومواہیر ہیں۔

(۲۵) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (٤)

گنگوہی صاحب اور نہ صرف گنگوہی ومولوی اسماعیل دہلوی، بلکہ وہابیہ مطلقاً مقلدین ہوں یعنی دیوبندیہ یا غیر مقلدین ہوں یعنی دہلویہ۔ایک وصف خاص ان کا یہی ہے کہ ہر مسئلہ میں اسی پہلو کو اختیار کریں، جس میں انبیاورسل کی بے قدری وتوہین ہو، یا کم ازکم عزت وقدر ثابت نہ ہو۔ اعتقادیات سے عملیات، مستحبات سے لے کر فضائل تک سب میں یہ بات ضروری ہے۔اور جس مولوی کی تحریرات وتقریرات ایسی نہ ہوں، وہ وہابی نہیں ۔اس وقت میرے پیش نظر تقبیل ابہامین ہے۔یعنی اذان سنتے وقت جب نام نامی حضور اقدس ﷺ کا آئے،اور موذن أشهد أن محمّدا رسول الله کہے،اس وقت سننے والے کو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی رخ سوائے تعظیم وتوقیر حضور اقدس ﷺ کے دوسری طرف نہیں ۔تو اگر کوئی اور وجہ وثبوت اس کے کرنے کا نہ ہوتا،تو صرف تعظیم وتوقیر ہی وجہ وجیہ جواز کے لیے کافی تھی۔ نہ کہ ایک، حدیث بھی اس مضمون کی مروی۔جسے امام سخاوی نے رسالۂ مبارکہ المقاصد الحسنه فی الاحادیث الدائره علی الالسنة میں ذکر فرمایا۔مگر ان بدعت پرستوں کے یہاں یہ کب گوارہ ہو، ان کے یہاں بدعت ومنع ہے۔

جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا، تو حضور نے ایک ضخیم کتاب ۱۳۲ صفحات کی اس کے جواب میں تحریر فرمائی۔اور اس کا تاریخی نام منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین تجویز رکھا۔

یہ رسالہ اگرچہ بظاہر اس ایک مسئلہ کا جواب ہے، لیکن درحقیقت وہابیہ کی ساری عمارت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا، اور اہل سنت کے ہاتھ میں ایک زبردست اوزار ردوہابیہ کا دینا ہے۔ اور علم اصول حدیث کے بہت سے مسائل کی توضیح وتشریح ہے۔ اور روہابیہ، دیوبندیہ کے سارے اِدّعائے حدیث دانی کی تقبیح و تفضیح ہے۔

یہ رسالہ پہلے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں طبع ہوا، اور تمام شائقین کی خدمت میں تحفۃً بھیجا گیا۔ پھر دوبارہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔ تیسری بار فتاوی رضویہ جلد دوم میں ص ۵۱۷ سے ص ۶۴۸ تک چھپا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی دوسرے رسالوں کی طرح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ ابتدائے جواب ان لفظوں سے ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للّٰہ الذی نور عیون المسلمین ○ بنور عین اعیان المرسلین ○ والصلاۃ والسلام علی نور العیون ○ سرور القلب المحزون ○ محمدن الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان ○ والحبیب اسمہ عند اھل الایمان ○ الخ

خطبہ کے بعد جواب ان مبارک لفظوں میں تحریر فرمایا ہے۔

حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے، یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز۔ جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم۔ اور اگر خود کوئی دلیل خاص نہ ہوتی، تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جو ناجائز بتائے، ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے۔ اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔

پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما وعمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔

پھر حدیث شریف سے سیدنا صدیق اکبر، وسیدنا امام حسن، وسیدنا ابو العباس خضر وغیرھم اکابر دین کے کرنے کا ثبوت کتاب مستطاب مقاصد حسنہ سے ذکر فرمایا۔اور کتب فقہ جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ وفتاوی صوفیہ وکنز العباد ورد المحتار حاشیہ در مختار وغیرہا کتب فقہ کے حوالہ سے اس فعل کا استحباب واستحسان ثابت فرمایا۔

رہا محدثین کا اس حدیث کو لا یصح فرمانا، جس سے ان متحدث صاحبوں کو اردو محاورہ کا دھوکا ہوا کہ 'یہ بات صحیح نہیں' اس کے معنی یہ ہیں کہ 'غلط ہے'۔ حالانکہ یہ اصطلاح فنی ہے کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کہ نفی صلاح تماسک وصلوح تمسک، نہ کہ دعوی وضع وکذب۔ تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں، یوں ہی حکم کذب ووضع بھی ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور۔ وعمل علما وقبول قدما، حدیث کے لیے قوی دیگر۔ اور نہ سہی، تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول۔ اور اس سے بھی گذریے تو بلا شبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی ومنقول، اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر وروشنائی چشم کے لیے مجرب ،اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو، تو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو، تو صرف تجربہ وافی۔ کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں۔ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف۔ اور نفع حاصل ہو، تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے؟

ولہٰذا مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعه البتة قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاۃ والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ۰

تو صدیق اکبر سے کسی شی کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم ﷺ سے ثبوت ہے، اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہیں۔

امام سخاوی المقاصد الحسنه فی الحدیث الدائره علی الالسنة میں فرماتے ہیں:-

حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قو ل الموذن اشهد ان محمدا رسول اللّٰه مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت باللّٰه ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکرن الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لما سمع قول الموذن اشهدان محمدا رسول اللّٰه قال هذا وقبل بباطن الانملتی السبابتین ومسح عینیه فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی ولا یصح ۰ یعنی موذن سے اشهدان محمدا رسول الله سن کر انگشتان شہادت کے پورے، جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا، اور یہ دعا پڑھنا اشهدان محمدا عبده ورسوله رضیت باللّٰه ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا اس حدیث کو دیلمی نے مسندالفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے موذن کو اشهدان محمدا رسول الله کہتے سنا، یہ دعا پڑھی، اور دونوں کلمہ کی انگلیوں کے پورے، جانب زیرین سے چوم کر

آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جوایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس پر میری شفاعت حلال ہوجائے۔ اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہونچی، جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:-

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی اما مها وخطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من المصر یین انه سمعه یقول من صلی علی النبی ﷺ اذا سمع ذکره فی الاذان وجمع اصبعیه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهماعینیه لم یرمد ابدا ٥ یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے، نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سنا کہ جوشخص نبی ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے، اورانھیں بوسہ دیکر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر شرح نقایہ سے نقل فرمایا:-

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانیه صلی الله تعالیٰ علیک یارسول الله عند الثانیة منها قرة عینی بک یارسول الله ثم یقال اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه ﷺ یکون له قائدا الی الجنة کذا فی کنز العباد ٥ یعنی خبردار رہو! بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشهدان محمّدا رسول الله سنے صلی الله علیك یارسول الله کہے۔ اور دوسری بار قرة عینی بك یارسول الله، پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے:

اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر، تو نبی ﷺ اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:-

ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ ۔ یعنی ایسا ہی سیدی فضل اللہ سہروردی نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے بہت نفیس اعلیٰ درجہ کے قیمتی اکتیس فائدے بحوالہ کتب مستندہ تحریر فرمائے ہیں، جن کو بطور اختصار لکھنا فوائد سے خالی نہیں۔

افادہ اول:-

(الف) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ 'صحیح نہیں' اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے۔ بلکہ 'صحیح' ان کی اصطلاح میں ایک اعلی درجہ کی حدیث ہے، جس کے شرائط سخت و دشوار، اور موانع و عوائق کثیر و بسیار۔ حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔

حلیہ شرح منیہ میں ہے:-

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیث لا یلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن ۔ یعنی اصطلاح علم حدیث لی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

(ب) یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار، نفی حسن میں بھی نص نہیں، جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو۔ نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا، نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا، جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا وانتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح۔

اور سب سے بدتر موضوع۔ اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں، درجہ بدرجہ مرتب۔ صحیح کے بعد حسن لذاتہ، بلکہ صحیح لغیرہٖ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب، اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔

اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے۔ اور وہ سب حجج بہا ہیں۔ اور آخر کی قسم، صالح۔ یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے۔ اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ، بلکہ صحیح لغیرہٖ ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور پہنا کرتی ہے۔ ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول، وتنہا کافی ہے۔

پھر درجہ ششم میں ضعف قوی ووہن شدید ہے۔ جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا، بشرطیکہ ہنوز کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث، احکام میں احتجاج درکنار، اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں! فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً، اور بعض کے طور پر بعد انجبار بہ تعدد مخارج وتنوعِ طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے۔ کما سنبینہ انشاء اللہ تعالیٰ

پھر درجہ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے۔ جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد۔ یعنی جس کا مدار کذب پر ہو، عین موضوع۔ یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے۔

حقیقۃً حدیث نہیں، محض مجعول وافترا ہے۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح ـــــــ پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعة ـــــــ پھر علی ابن محمد کنانی تنزیه شریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة ـــــــ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:-

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم وانما هواخبارعن عدم الثبوت وفرق بین الامرین ○ (ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ 'یہ صحیح نہیں' اور 'موضوع' کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کہ 'موضوع' کہنا، تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے۔ اور 'غیرصحیح' کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں۔ بلکہ اس کا حاصل تو نفی ثبوت ہے۔ اوران دونوں میں بڑا فرق ہے۔ رضوی)

افادہ دوم:-

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا، اگر اثر کرتا ہے، تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے، نہ کہ باطل وموضوع۔ بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت، قادح صحت ومانع حجت بھی ہے یا نہیں؟ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں۔

اول مستور: جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں۔

دوم مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

سوم مجہول الحال: جس کی عدالت ظاہری وباطنی کچھ ثابت نہیں۔

قسم اول: یعنی مستور، تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ اور دو قسم باقی کو

بعض اکابر حجت جانتے، جمہور محدثین ضعف مانتے ہیں۔ بلکہ امام نووی مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجھول اقسام مجھول العدالة ظاھراً وباطنا ومجھولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا وھو المستور ومجھول العین فاما الاول فالجمھور علی انه لا یحتج به واما الآخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین ...

افادہ سوم:-

اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علما کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجت میں بھی کچھ خلل نہیں آتا۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:-

لا یضر ذالک فان المنقطع کالمرسل فی القبول من الثقات ٥

افادہ چہارم:-

انقطاع تو ایک امر سہل ہے، جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علما فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب ہونا، بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔

تعقبات میں ہے:-

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع ٥

افادہ پنجم:-

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک، یا عدالت مشکوک،

شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہوتا۔ جیسے: **حدثنی رجل** ○
مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ یا **بعض اصحابنا** ○ ایک رفیق نے خبر دی۔
پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے، نہ یہ کہ موجب وضع۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ **قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج**
میں فرماتے ہیں:-

لایستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم ○

ولہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے۔

افادہ ششم:-

بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے۔ اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد۔ مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو؟ اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ لہٰذا درباره مجہول ردوقبول میں مختلف، اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل:-

الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولة وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها ﴿الیٰ قوله﴾ السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم ووقفهم آخرون ○

افادہ ہفتم:-

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں، جن کا ہر ایک، جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں۔ مثلاً راوی کی اپنی مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی

تلقین قبول کرلے۔یعنی دوسرا جو بتادے کہ تونے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی۔اور غفلت کا طعن، فسق کے طعن سے بھی بدتر، اور جہالت سے چار درجہ سخت ہے۔

امام احمد بن حجر عسقلانی نے نخبة الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں۔کذب، تہمت کذب، کثرت غلط، غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوء حفظ ——— اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔ پھر علما فرماتے ہیں: ایسے غافل، شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔

اواخر تعقبات میں ہے:-

فیه یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن قلت هذا لایقتضی الحکم بوضع حدیثه ○

افادہ ہشتم:-

یوں ہی منکر الحدیث۔اگرچہ یہ جرح امام بخاری نے فرمائی ہو۔حالانکہ وہ فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔بایں ہمہ علما نے فرمایا: ایسی حدیث بھی موضوع نہیں۔

تعقبات میں ہے۔

قال البخاری منکر الحدیث فغایة امر حدیثه ان یکون ضعیفا ○

افادہ نہم:-

ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے۔جس کے بعد صرف متہم بالوضع، یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے۔اس پر بھی علما نے تصریح فرمائی کہ متروک

کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے، موضوع نہیں۔

امام ابن حجر اطراف العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:-

زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع ولیس کما قال فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب الیٰ الوضع ٥

افادہ دھم:-

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا، محض ہوس ہے۔ ہاں! موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم ـــــ یا سنت متواترہ ـــــ یا اجماع قطعی، قطعیات الدلالۃ ـــــ یا عقل صریح ـــــ یا حس صحیح ـــــ یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے ۔یا معنی شنیع و قبیح ہوں، جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معقول نہ ہو ـــــ یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہونچے، اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے ـــــ یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا، تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں ـــــ یا کسی حقیر فعل کی مدحت، اور اس پر وعدہ بشارت ـــــ یا صغیر امر کی مذمت، اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں، جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں، جنہیں سمع، دفع۔

اور طبع، منع کرے ــــــ یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے، جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث **لحمک لحمی ودمک دمی** ــــــ یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے، یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کردی ہے۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال ــــــ یا تمام کتب تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے، اور اس کا کہیں پتا نہ چلے ــــــ یا راوی خود اقرار وضع کردے، خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے، جو بمنزلہ اقرار ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔

رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو، اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے؟

اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں۔

اول:- انکار محض، یعنی بے امور مذکورہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔

دوم:- کذاب وضاع، جس سے عمداً نبی پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے۔ وہ بھی بطریق ظن، نہ بروجہ یقین۔ کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ اور قصداً افترا اس سے ثابت نہیں۔ تو اس کی حدیث موضوع نہیں، اگرچہ متہم بہ کذب ووضع ہو۔

سوم:- بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں، وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کر موضوع ہوسکتی

ہے؟ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے، نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں: موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا، یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔

افادہ یازدھم:-

جو حدیث فی نفسہٖ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو، محدث اگر اس پر حکم وضع کرے، تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں۔ بلکہ صرف اس سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہٖ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل۔ اور نہ صرف موضوع، بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہی حاصل۔ ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں۔ تو کسی عالم کا حکم وضع، یا ضعف دیکھ کر خواہی نہ خواہی سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل، یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے۔

نتیجۃ الافادات:-

بحمد اللہ! فقیر آستان قادری غفرہ اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا، تو بدیہی۔ اور یہ بھی ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب، یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع۔ ولہٰذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اختصار کیا۔ اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔

اور اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو، تو وہ صرف کسی

خاص سند کی نسبت ہوگا، نہ اصل حدیث پر۔ جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں۔ جنھیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں۔ کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع۔

افادہ دوازدہم:-

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے، اور وہ بہت ضعف رکھتے ہوں، تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہو، تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہونچتی، اور مثل صحیح، خود احکام حلال وحرام میں حجت ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں:-

تعدد الطرق يبلغ الحديث الضعيف الىٰ حد الحسن ٥

ميزان الشريعة الكبرىٰ ٥ میں ہے:-

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة وبالحسن اخرىٰ ٥

افادہ سیزدہم:-

جہالت راوی، بلکہ ابہام بھی انھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے۔ جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں، اور حدیث کو رتبہ حسن تک پہونچا دیتے ہیں۔ یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کی صالح ہیں۔

علامہ مناوی **تیسیر شرح جامع صغیر** میں فرماتے ہیں:

فی اسناده جهالة لكنه اعتضد فصار حسنا...

افادہ چہار دہم:-

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں، صرف دو مل کر بھی قوت پاجاتے ہیں۔

تیسیر میں فرمایا:-

ضعیف بضعف عمرو بن واقد لکنه یقوی بوروده من طرقین ○

افادہ پانزدہم:-

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے، اگر چہ سند ضعیف ہو۔

مرقات میں ہے:-

رواہ الترمذی وقال غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم قال النووی واسناده ضعیف نقله میرک فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم والعلم عندالله تعالیٰ ○

امام جلال الدین سیوطی نے تعقبات میں فرمایا:-

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله ○

یہ ارشادات علما، احادیثِ احکام کے بارے میں ہیں۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم:-

جن باتوں کا ثبوت احادیث سے چاہا جائے، وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں۔ بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو، اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ آحاد اگر چہ کیسی ہی قوت سند ونہایت

صحت پر ہوں، ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں، جن میں خاص یقین درکار۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:-

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علی جمیع الشرائط المذکورة فی اصول الفقه لایفید الا الظن ولاعبرة بالظن فی باب الاعتقادیات ○

ملاعلی قاری منح الروض الازهر میں فرماتے ہیں:-

الآحاد لاتفید الاعتماد فی الاعتقاد ○

دوسرا درجہ احکام کا ہے۔ کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ، یا حسن لذاتہ، یا کم سے کم لغیرہ، ہونا چاہیے۔ جمہور علما یہاں ضعیف نہیں سنتے۔

تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا، اتنا ثواب پائے گا۔ یا کسی نبی یا صحابی کی خوبیاں بیان ہوئیں کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا۔ تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔

حضرت سیدی ابوطالب مکی اپنی مبارک کتاب قوت القلوب فی معاملة المحبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب مقبولة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لاتعارض ولا ترد کذالک کان السلف یفعلون ○

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔

مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں:-

ضعاف در فضائل اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است، الخ

(نواب قطب الدین نے) مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا، امام بخاری سے نقل کر کے لکھا۔

اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے۔

افادہ ہفدہم:-

ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔

شیخ الاسلام ابوزکریا کتاب الاذکار میں تحریر فرماتے ہیں:-

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا ٥

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:-

الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة ٥

افادہ ہیژدہم:-

اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو تصریحات علما درکنار، خود حضور پرنور ﷺ سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے،

اور تحقیق صحت و جودت سند میں تعمق و تدقق راہ نہ پائے۔ حسن بن ارفع اپنے 'جزء حدیثی'۔۔۔۔ اور ابو الشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری۔۔۔۔ اور قطنی، اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:-

من بلغه عن الله عزوجل شيئ فيه فضيلة فاخذ به ايمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله ذالک وان لم يكن كذالک ولفظ الدار قطنی اعطاه الله ذالک الثواب وان لم يكن مابلغه حقا ۝

افادہ نوزدھم:-

عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر، اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں، آخر بطلان پر یقین تو نہیں۔ **فان الكذوب قد يصدق** تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو؟

مقدمہ امام عمر تقی الدین شہر زوری میں ہے:-

اذا قالوا فی حديث انه غير صحيح فليس ذالک قطعا بانه كذب فی نفس الامر اذقد يكون صدقا فی نفس الامر وانما المراد به لم يصح اسناده على الشرط المذكور ۝

تقریب وتدریب میں ہے:-

اذاقيل حديث ضعيف فمعناه لم يصح اسناده على الشرط المذكور لا انه كذب فی نفس الامر لجواز صدق الكاذب ۝

یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر نامعتبر و ضعیف

ٹھہرا چکے۔ علمائے قلب، عرفائے رب انھیں مقبول ومعتمد بتاتے، اور بصیغہ جزم وقطع حضور پرنور ﷺ کی طرف نسبت فرماتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے، جنھیں علما اپنے زُبرودفاتر میں کہیں نہیں پاتے۔ ان کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار، الٹے طعن وجرح، واہانت کا باعث ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ انعنعمۃ للہ وہ عباداللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ، واللہ باللہ، واشدتوقیا فی القول عن رسول اللہ ﷺ تھے۔

میزان الشریعۃ الکبری، میں حدیث **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** کی نسبت فرماتے ہیں:-

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین فھو صحیح عند اھل الکشف ○

کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا:-

کان صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علیّ طھر اللّٰہ قلبہ من النفاق کما یطھر الثوب بالماء وکان صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من قال صلی اللّٰہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ والقی اللّٰہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الامن فی قلبہ نفاق قال شیخنا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ روینا ھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ السلام عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم ○

بالجملہ اولیائے کرام کے لیے سوائے اس ظاہری سند کے دوسرا طریقہ ارفع واعلیٰ ہے۔ ولہٰذا سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:-

قد اخذ تم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت ٥

افادہ بستم:-

مقاصد شرع کا عارف، اور کلمات علما کا واقف، جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل، مذکورہ بالا عبارات امام ابن حجر وقوت القلوب امام مکی، ونیز تقریر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ ان انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس، بے تکلف اس کے آئینہ دل میں ترسم ہوگا۔ کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں، بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط ونفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی، بلا شبہہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا ورود، استحباب کی راہ بتائے گا، جانب ترک میں تنزہ وتورع کی طرف بلائے گا۔ کہ آخر مصطفیٰ ﷺ نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: **کیف وقد قیل** کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **دع مایریبک الی مالا یریبک ٥** جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں دغدغہ نہیں۔ رواہ الامام احمد والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہہ سے تو کم نہیں۔

تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع ﷺ کے مطابق ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:-

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیه احتیاط ۝ حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اسی میں احتیاط ہو۔

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے۔ ایک صاحب محمد بن جعفر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، فصد لے لی۔ فوراً برص ہوگئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا: **ایاک والاستهانه بحدیثی** ۝ انہوں نے توبہ کی۔ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں، کہ ابو معین حسین طبری نے پچھنے لگانے چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا: حجام بلا لاؤ۔ وہ چلا، حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہا: حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگائے۔ برص ہوگئی۔ خواب میں حضور سے فریاد کی، حضور نے فرمایا: **ایاک والاستهانة بحدیثی** ۝ دیکھ! میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔ انھوں نے منت مانی۔ اللہ تعالی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو، یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علما نے کتروائے۔ کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا: حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہوگئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب رب ذی الجلال ﷺ سے مشرف ہوئے۔ اپنے حال کی شکایت عرض کی۔

حضور نے ارشاد فرمایا: تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی: حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہونچی تھی۔ حضور نے فرمایا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہونچی۔ یہ فرما کر حضور نے اپنا دست اقدس ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے۔

سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں۔

افادہ بست ویکم:-

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے، زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث بھی وارد ہوئی ہو۔ بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعف ہی کا ورود، ان احکام استحباب وتنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بگوش ہوش استماع کیا ہے، اس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن۔

افادہ بست و دوم:-

جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر وقلب حاضر سے دیکھا سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب، یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہہ، یا امر مباح کی تائید، اباحت پر استناد کرنا، اسے احکام میں حجت بنانا، اور حرام وحلال کا مثبت ٹھہرانا نہیں۔ کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت، اور استحباب وتنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ، وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت۔ جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعاں ہوئی۔

حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں، ممکن کہ واقع میں صحیح ہو، صرف امید واحتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب وکراہت ان قواعد صحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا، ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا۔ تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت، جو کچھ ثابت کی، دلائل شرعیہ ہی سے ثابت کی، نہ حدیث ضعیف سے۔

افادہ بست وسوم:-

جمہور علما کے عامہ کلمات مطالعہ کیجیے، تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کرتے۔ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔

زرقانی شرح مواھب میں ہے:-

عادۃ المصنفین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا ۰

کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا، کسے معلوم نہیں؟ اس کے بعد صرف کذاب ووضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اسے متروک، بلکہ منسوب الٰی الکذب تک کیا۔ بایں ہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اس کی، اور اس کے امثال کی روایات سے مالامال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انھیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں: **قال ابن عدی وقد حدث عن الکعبی سفیان وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ بالتفسیر اما فی الحدیث فعندہ مناکیر ۰**

امام واقدی کو جمہور علما اہل اثر نے چنیں وچناں کہا۔ جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب میں مسطور۔ اگرچہ ہمارے علما کے نزدیک ان کی توثیق ہی

راجح ہے۔ کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر۔ بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انھیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے، اور سلفاً خلفاً ان کی مرویات سِیَر میں ذکر تے ہیں۔ وعلی ھذا القیاس۔

افادہ بست وچہارم:۔

کسی حدیث کا کتب طبقہ رُابعہ سے ہونا، موضوعیت بالائے طاق، ضعف شدید در کنار، مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن، صحیح، صالح ضعیف، باطل، ہرقسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں! بوجہ اختلاط وعدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے، ہر حدیث میں احتمال ضعف قائم۔ لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین، ان سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب 'ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود' کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ ان کتابوں کی جتنی حدیثیں ہیں، سب واہی ساقط ہیں، یا موضوع وباطل۔ اور اصلاً در بارۂ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل۔ کوئی ادنی ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا۔ نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ عمل کا انکار فرما رہے ہیں۔ اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔

نیز تصانیف خطیب وابونعیم بھی طبقہ رُابعہ میں ہیں۔ اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:۔

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء ہست کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ۔

اسی میں ہے:۔

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب ست بسیار خوب کتابے ست۔

افادہ بست پنجم:۔

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں، دو قسم ہیں۔

ایک: وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا۔ جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صغانی ـــــ ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو۔ ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے، تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے؟ پھر اس سے بھی صرف اتنا ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بنظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا۔ نہ کہ ضعف، نہ کہ سقوط، نہ کہ بطلان ۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسان وصحاح بھر دی ہیں۔ اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے۔ جسے ائمہ محققین و نقاد محسنین نے بدلائل قاہرہ باطل کیا۔

دوم: وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح، جیسے لآلی امام سیوطی ۔یا نظر و تنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کردینا، جن پر کسی نے حکم وضع کیا۔ جیسے انھیں کا ذیل اللآلی ـــــ پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں۔ کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں، بلکہ اگر کچھ حکم دیا، یا سند، یا متن پر کلام کیا ہے، تو اسے دیکھا جائے گا۔

کہ صحت یا حسن یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے؟

نتیجة الافادات :-

الحمدللہ! کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہونچا، اور احقاق حق حد اقصی کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں، تو انتہا درجہ، ضعیف بہ ضعف خفیف۔ اور فضائل اعمال میں باجماع علما محدثین وفقہا مقبول وکافی، اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید ووافی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین

افادہ بست وششم:-

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے۔ مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی، وہ علما وصلحا کے تجربہ میں آچکی۔ تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔

حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قضائے حاجات کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی، جس کے آخر میں ہے: **ولا تعلمونها السفهاء فانه يدعون بها فيستجا بون** ٥ یعنی بے وقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن، متروک، بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ بایں ہمہ ازاں جا کہ مستدرک میں تھا۔

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا وقال ابراهيم بن على الد بيلى قد جربته فوجدته حقا وقال الحاكم قال لنا ابو زكريا قد جربته فوجد ته حقا قال الحاكم قد جربته فوجد ته حقا ٥ (ا)

امام حافظ منذری نے فرمایا:-

الاعتماد فی مثل ھٰذا علی التجربة لاعلیٰ الاسناد ○

افادہ بست وھفتم:-

بھلا، یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام ونشان نہ ہو۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے" حضور اقدس ﷺ کو ندا کر کے بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ کہہ کر حضور کے فضائل جمیلہ عرض کیے۔

یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ لخمی اندلسی نے اپنی کتاب **اقتباس الانوار والتماس الازھار** اور ابو عبد اللہ محمد محمد بن الحاج عبدری مالکی نے اپنی کتاب **مدخل** میں ذکر کی، دونوں نے محض بلا سند ـــــ ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا۔ مگر ازانجا کہ مقام، مقام فضائل تھا، اسی قدر کو کافی سمجھا۔ علامہ ابو العباس قصاری نے اسے **شرح قصیدہ بردہ** میں ذکر کیا، اور انھیں اندلسی کا حوالہ دیا۔ پھر علامہ قسطلانی نے **مواھب لدنیہ** میں بصیغۂ جزم ذکر کی، اور اسی طرح قصار ومدخل کی سند دی۔ اسی مواھب شریف و نسیم الریاض علامہ خفاجی ومدارج النبوۃ شیخ محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ: لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدْ ۙ محل استناد میں ذکر کیا۔ کہ قرآن عظیم نے حضور پرنور سید المحبوبین ﷺ کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ:

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ فِی سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ط اور حضور کے شہر مکہ معظّمہ کی بھی قسم کھائی کہ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ مگر اس قسم میں، اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ہے۔ جس کی طرف امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اشارۃ فرمایا کہ عرض کرتے ہیں:

قد قالوا ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه ﷺ من القسم بذاته وبحیاته کما اشار الیه عمر رضی الله تعالیٰ عنه بقوله بابی انت وامی یارسول الله قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیک فقال لااقسم بهذا البلد ط (نسیم الریاض)

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا، کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علما میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجیے، یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں، جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل، نہ اس میں سند کا نام ونشان۔ قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواھد النبوۃ مولانا جامی سے استناد موجود۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شفا شریف میں اسی حدیث مذکور فاروقی بابی انت وامی یارسول اللہ کا ایک پارہ یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام جلال الدین سیوطی نے مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالے سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا۔

لم اجده فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکراه فی ضمن حدیث طویل وکفی بذالک

سند المثله فانه لیس مما یتعلق بالاحکام۔

افادہ بست وہشتم:-

بالفرض حدیث موضوع وباطل ہی ہو، تاہم موضوعیت، عدم حدیث ہے، نہ حدیث عدم۔ یعنی اس بارے میں کچھ وارد نہ ہوا، نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا، اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا۔ اور بہ نیت حسن، حسن ومستحسن ہو جائے گا۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں موضوع ہونے لگا؟ موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے، یا نہی وممانعت کا پروانہ؟

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیر قول رملی اما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال فرماتے ہیں:-

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشرعیة واما اذا کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منه لا لجعله حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام ○

یہ تو تصریح کلی تھی۔ اب چند جزئیات پر نظر کیجیے، تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت دے رہے ہیں کہ ورود موضوعات واباطیل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا۔ بلکہ باوصف اظہار و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:-

حدیث لبس الخرقة الصوفیة وکون الحسن البصری لبسها من علی قال ابن دحیه وابن صلاح انه باطل وکذا قال شیخنا انه لیس فی شئ من طرقها مایثبت...ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا من ان یلبسه الخرقة ولم ینفرد شیخنا بهذا بل

سبقه اليه جماعة حتى من لبسها والبسها........هذا مع الباسی ایاها لجماعة من اعيان الصوفيه امتثالا لالالزامهم لی بذالک حتی تجاه الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصالحين واقتفاء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدين ملخصا

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے، اور وہ اس میں معذور۔ مگر حق، اثبات سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقة تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:-

اثبته جماعة وهو الراجح عندى لوجوه وقد رجحه ايضا الحافظ ضياء الدين المقدسى فى المختاره وتبعه الحافظ ابن حجر فى اطراف المختاره

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح وصحیح ہے۔ اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی یقینی ہے۔ جس کے بعد حصول سماع ولبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں۔ وللہ الحمد

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:-

من شم الورد ولم يصل على فقد جفانى وهو باطل وكذب...... وقد قال الشيخ على المتقى عن شيخه الشيخ ابن حجر قدس سره و غيره اما الصلاة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عند ذالک ونحوه فلا اصل لها ومع ذالک فلا كراهة عندنا اه ملخصا

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام، ہے۔

یشبهها ماتید اوله النسادة الصوفية من قول لااله الاالله سبعين الف مرة يذكرون ان الله تعالیٰ يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار ويحافظون عليها لانفسهم ولمن مات من اها ليهم واخوانهم وقد ذكرها الامام اليافعى والعارف الكبير المحى بن العربى واوصى بالمحافظة عليها وذكروا انه قد ورد فيها خبر نبوى لكن قال بعض المشائخ لم ترد به السنة فيما اعلم وقد وقفت على صورة سوال للحافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ عن هذا الحديث وهومن قال لااله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع اھ هكذا قال ابن النجم الضبطى وعقبه بقوله لكن ينبغى للشخص ان يفعل ذالک اقتداء بالسيادة وامتثالا بقول من اوصى بها تبركا بافعالهم اھ ملخصا

یہ علامہ نجم الدین ضبطی، شاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ سلسلۂ حدیث ہیں۔ دیکھو! انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل وموضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت کی، کہ اولیائے کرام کا اتباع ہو۔ اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق۔

(۴) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلة ٭

بایں ہمہ فرمایا۔

ثم اعلم انه لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ان تکون مکروهة اوبدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام ٭

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت ۔موضوعیت حدیث ،استحباب فعل کے بھی منافی نہیں ۔اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت، عدم حدیث ہے۔ اور ورود حدیث بخصوصِ فعل لازمِ استحباب نہیں، کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفالازم آئے۔

افادہ بست ونہم:-

بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ۔ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت ؟ صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں ۔کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتب ائمہ وعلماومشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز، اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں ۔انھیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے ؟

عزیزو! خدارا انصاف ۔ ذرا شاہ ولی اللہ کی **قول الجمیل** دیکھو۔ اوراُن کے والدو مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو۔

(الف) دردسر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا، کیل سے ابجد، ہوز لکھنا۔
(ب) چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنا کر پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔
(ج) اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انھیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا۔
(د) دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا۔
(ہ) دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا۔
(و) عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا۔
(ز) اسقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کرنو گرہیں لگانا۔
(ح) دردزہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔
(ط) فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال۔
(ی) بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا۔
(ک) لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا۔
(ل) دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن وساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا، اس پر شھت "بھت" کیا کنیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قطاع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا۔
(م) چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا۔
(ن) بخار کو عیسی وموسی ومحمد علیہم السلام کی قسمیں دینا۔

(ص) مصروع کوتا بنے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو، ساعت بھی خاص اول ہی ہو، اس کے سوا صد ہا باتیں ہیں۔

ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے؟ اور یہ ترکیبیں قرون ثلثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں، تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزندار جمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بعتی کیوں نہ قرار پائیں؟

یہ سب تو بے سند، حلال و نفائس اعمال۔ مگر از ان میں حضور اقدس ﷺ کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا، کہ اکابر سلف سے ماثور، علما و صلحا کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال۔ تو کیا بات ہے؟ یہاں نام پاک حضور سید المحبوبین ﷺ درمیان ہے، لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلہ شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ÷ من انداز قدت را می شناسم

افادہ سیم:-

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ تعالیٰ باحسن وجوہ، نقش مراد، کرسی نشیں، اور عرش تحقیق مستقر و مکیں۔ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا؟ مستحب کیسا؟ خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے۔ اس کا منکر سنت مصطفیٰ ﷺ کا منکر ہے، بلکہ رد کرنے والا۔

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وہ عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدث کے تماشے،

ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے، اپنی جانیں واریں۔ عقل و ہوش و چشم و گوش، اپنے عدم ملکہ کو صدقہ اتاریں۔ خادمان شریعت چاکران ملت، مالم تسمعوا انتم و لا آبائکم پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل کا حاصل بے حاصل یہ کہ:

ارشادات علما کی مراد یہ کہ صرف وہ حدیث ضعیف مقبول، جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور، اگر چہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو۔ جیسے روزۂ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگر چہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے، جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو، مقبول نہیں۔ کہ یہ تو عمل کی حدیث ہوئی، نہ فضائل کی۔ پھر بشرط مذکور حدیث اگر چہ مقبول ہوگی، مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہوجائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلاف اجماع ہے۔ علما نے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا، ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔

یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں، اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں، وہ اگر چہ سِیَر ہوں، خواہ مواعظ، خواہ معجزات، خواہ فضائل صحابہ واہل بیت، وسائر رجال، جن میں قبول ضعاف، کی علما برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان، جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو، اگر چہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلا داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے۔ میں ضعاف درکنار، بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی مردود ہیں، جب تک متواتر وقطعی الدلالہ نہ ہوں۔ مثلاً جیسے حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی، اور صدقات چاہتی ہیں، باب عقائد سے ہے۔ اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو، تو باب عمل سے۔ کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور

نہ ہوئی ـــــــ خلاصہ یہ ہے کہ جو متعلق بجوارح ہیں، ان میں صحاح احاد بھی بے اعتبار، اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار۔ ہاں! ثواب بھی مذکور ہو، تو ضعاف مقبول۔ اور یہی مراد علما۔ مگر مستحب نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔

شروع ص۸۱ سے وسط ص۸۹ تک ان مُحدِّثِ مُحدِث نے یہی قاعدہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات کے رد کی کیا حاجت؟ ہمارے افادات سابقہ سے حرف حرف ان کا مردود۔ مگر یہاں ہمیں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی۔ اگر بنظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے، فبہا۔ ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے۔ کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے، اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور۔ تو احادیث، مفید استحباب نہیں، جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے، کہ جو حدیث جس باب میں مقبول، لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علما سے، کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ۔ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل وحدیث صحیح ارتقائے شبہات واحادیث مذکورہ افادہ [۱۸] وغیرہا سے، کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے۔ ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم۔ اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو، اگرچہ وہ فعل خاص، بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلثہ میں نہ پایا گیا ہو، سب سنت ہے۔ تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا؟!

افادہ سی ویکم :-

اذہانِ اکثر قاصرین زمان میں، سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگر چہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں، مطلقا باطل ومردود وعاطل۔ کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل، کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل۔

حالانکہ یہ محض اختراع، بیّن الاندفاع، مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم ﷺ کی طرف بے سند متصل نسبت کرے، محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل منقطع، معضل ہے۔ اور فقہا واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل۔ اصطلاحات حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں، کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں۔ بلکہ تمام وسائط حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ ﷺ وامثال ذالك کہتے ہیں، وہ بھی معضل ومرسل ہے۔

امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان وفصاعدا

مسلم الثبوت میں ہے: المرسل قول العدل قال علیه السلام كذا

پھر باجماع علما محدثین وفقہا یہ سب انواع، نوع موضوع سے بیگانہ ہیں، اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں سلفاً خلفاً ماخوذ ومقبول۔ جملہ مصنفینِ علوم، حدیث موضوع کو شر الانواع

بتاتے، اور انھیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے۔ اور تمام مولفینِ سیر، بلانکیر منکر، مراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے۔

علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں: لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمة اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا و اذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا...

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

الحمدللہ! کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس ﷺ کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی، اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولی عز وجل اس نام کریم و صلاۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے، اور انارت عیون، وتنویر قلوب، وتکفیر ذنوب، وسلامت ایمان، وامن وامان، وتنعیم قبر، ونجات فی الحشر، کا باعث بنائے۔

فانه تعالیٰ بکرمه یقبل الصلاتین وهو اکرم من ان یدع ما بینهما وكان ذالك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخر شهر ربيع آخرت من شهور السنة

الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب سيد البشر

صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعلى آله وصحبه واوليائه اجمعين

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين سبحانك اللهم

وبحمدك اشهد ان لااله الا الله انت استغفرك واتوب اليك

والله سبحانه وتعالىٰ اعلم وعلمه مجده اتم واحكم۔

(۳۰) الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر (۵)

علمائے وہابیہ عموماً، خصوصاً گنگوہی صاحب بات بات میں شرک وکفرو بدعت وگمراہی کا فتوی دیا کرتے ہیں۔ کہ طبیعت کی افتادہی اس قسم کی ہوگئی ہے کہ الدین یسر کو خواہ مخواہ عسر بنادیا ہے۔ جو فتوی ہے، عجیب وغریب ہے۔ مولود، فاتحہ، عرس، کو ناجائز کہتے کہتے ناجواز ہی زبان پر چڑھ گیا، گویا تکیہ کلام ہوگیا۔ منی آرڈر کرنا ناجائز ہے، سود ہے۔ نوٹ کی بیع کم وبیش درکنار برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ پوڑیہ کا رنگ نجس، ناپاک ہے۔ روسر کی شکر جائز نہیں۔ وعلی ھذا القیاس۔

اسی کا ایک استفتاء ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ میں نواب گنج بارہ بنکی سے شیخ عبد الجلیل پنجابی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وجماعت کی خدمت بابرکت میں بھیجا۔ سوال یہ تھا:۔

> روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے۔ اور اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ کل چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے۔ شرعا کیا حکم رکھتی ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ ۴۸ صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلے مطبع حنفیہ پٹنہ میں رسالہ 'مخزن تحقیق تحفہ حنفیہ' کے ضمن میں چھپا۔ پھر دوسری مرتبہ فتاوی رضویہ جلد دوم میں صفحہ ۹۵ سے صفحہ ۱۴۳ تک چھپا۔ اعلیٰ حضرت نے تحریر جواب سے قبل حسب عادت کریمہ خطبہ 'عربی تحریر

فرمایا۔ابتدا اس طرح فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمع المولی و شکر ÷ لمن حمد العلی الاکبر ÷ شکرك ربنا الذ واحلی ÷ من کل ما یلذ ویستحلی ÷ والصلوٰۃ و السلام علی سید الا نام ÷ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ÷ عذب الریق حلو الکلام ÷ منبع شھد یزیل السقام ÷ والہ وصحبہ العظام الفخام ÷ مااشتفی بالعسل مریض سقیم ÷ واجب الحلو مسلم سلیم .....

اس رسالہ کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت نے **الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر** رکھا۔اور قبل تحریر جواب دس مقدمہ اور ایک ضابطہ کلیہ تحریر فرمایا۔جس سے مسئلہ کا جواب صاف اور روشن ہو جائے۔

مقدمہ اولیٰ:-

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول ونامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں، جب تک ان پر ناپاک دسومت نہ ہو۔سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے،اور اس کا ہر جزء بدن ایسا ناپاک کہ اصلا صلاحیت طہارت نہیں رکھتا۔اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے،ان کی ہڈیاں بہر حال پاک ہیں،اگر چہ دسومت آمیز ہوں۔کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے۔تو اس کی آمیزش سے استخوان کیوں کر ناپاک ہو سکتے ہیں؟ فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار: شعر المیتة غیر الخنزیر وعظمھا وعصبھا وحافرھا وقرنھا الخالیه عن الدسومة (قید للجمع

كمافى القهستانى فخرج الشعر المنتوف ومابعده اذاكان فيه دسومة) ودم سمك طاهر انتهت ملخصة

مگر حلال و جائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی، یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں ——— حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی مرجائے، یا کاٹا جائے، بجميع اجزائه حرام ہے۔ اگرچہ طاہر ہو، کہ طہارت مستلزم حلت نہیں۔ جیسے سنکھیا بقدر مضرت، اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت، اور مچھلی کے سوا جانورانِ دریائی کا گوشت وغیرہ ذٰلک۔ کہ یہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

مقدمه ثانيه:-

شریعت مطہرہ میں طہارت وحلت اصل ہیں۔ اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اور حرمت ونجاست عارضی، کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار۔ اور محض شکوک وظنون سے ان کا اثبات ناممکن۔ کہ طہارت وحلت پر بوجہِ اصالت، جو یقین تھا، اس کا زوال بھی اس کے یقین کے مثل ہی سے متصور۔ نہ ظن لاحق، یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا۔

یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے، جس پر ہزارہا احکام متفرع۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی۔ اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا، وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔ جب کسی کو کسی شئ پر انکار ومنع کرتے، اور اسے مکروہ، حرام، ناجائز، کہتے سنو۔ جان لو کہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک دلیل واضح سے ثابت نہ کرے، اس کا دعوی اسی پر مردود، اور جائز ومباح کہنے والا،

بالکل سبکدوش۔ کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے: (الاصل فی الاشیاء الطهارة) لقوله تعالیٰ: هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً ۚ والیقین لا یزول بالشك والظن بل یزول بیقین مثله (وهذا اصل مقدر فی الشرع منصوص علیه)

مقدمہ ثالثہ:-

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ، وثبوت کامل، کسی شئ کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے۔ بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے۔ کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجت مبین خود مبیّن۔

سیدی عبد الغنی بن سیدی اسمٰعیل فرماتے ہیں: لیس ا لاحتیاط فی الافتراء علی الله باثبات الحرمة او الکراهة الذین لابدلهما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل

مقدمہ رابعہ:-

بازاری افواہ قابل اعتبار، اور احکام شرع کی مناط ومدار نہیں ہوسکتی۔ بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں، جن کی کچھ اصل نہیں۔ یا ہے تو، بہزار تفاوت۔ اکثر دیکھا ہے کہ ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی، اور قائلوں سے تحقیق کیا، تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے۔ نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے، نہ اس کی سند کا پتہ چلے، کہ اصل قائل کون تھا؟ جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی۔ یا ثابت ہوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق منتہائے سند تھا۔ پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے، خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں۔ حدیث موقوف

میں ہے کہ شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کر دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں، نام نہیں جانتا۔

مقدمہ مسلم شریف میں ہے۔ان الشیطان یتمثل فی صورة الرجل فیاتی القوم فیحدثهم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منهم سمعت رجلا اعرف وجهه ولاادری مااسمه یحدث۔

مقدمہ خامسہ:-

حلت، حرمت، طہارت، نجاست، احکام دینیہ ہیں۔ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔قال تعالیٰ: لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا۝ بلکہ مسلمان فاسق، بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں۔ چہ جائے کافر۔قال تعالیٰ: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا۝ الآیہ درمختار میں ہے: شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اه ملخصا

مقدمہ سادسہ:-

کسی شی کا محل احتیاط سے دور، یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور، اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا، اسے مستلزم نہیں کہ وہ شی یا اس قوم کی استعمالی، خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں۔کہ اس سے اگر یقین ہوا تو ان کی بے احتیاطی پر۔اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں۔پھر نفس شی میں سوائے ظنون وخیالات کے کیا باقی رہا؟ جنھیں امثال مقام میں شرح مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی۔کما ذکرناہ فی المقدمة الثانیه اور

توضیحا للمرام چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب۔

(۱) دیکھو! کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی، جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، بچے، نادان، بے تمیز عورتیں، سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں۔ پھر شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی، اور شُرب و وضو روا فرماتی ہے، جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التتار خانیه ثم رد المحتار: من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو طاهر مالم یتیقن وكذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار۔

(۲) خیال کرو! اس سے زیادہ ظنون وخیالات ہیں ان جوتوں کے بارے میں، جنھیں گلی، کوچوں ہر قسم کی جگہوں پر پہنے پھریے۔ پھر بھی علما فرماتے ہیں: جوتا، کنویں سے نکلے، اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو، تو کنواں طاہر اگرچہ تطییبا للقلوب دس بیس ڈول تجویز کیے گئے۔ فی التتار خانیه سئل الامام الخجندی عن ركیة وهی البئر وجد فیها خف ای نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لایدری متی وقع فیها ولیس علیه اثر النجاسة هل یحكم بنجاسة الماء قال لا اه ملخصا

(۳) غور کرو! کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم وجامہ میں؟ کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مگر فقہا حکم دیتے ہیں کہ جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، پاک ہے، جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے: كذالك حكم

الماء الذی ادخل الصبی یده فیه لان الصبیان لا یتوقون النجاسة لکن لا یحکم بها بالشك حتی لو ظهرت عین النجاسة او اثرها حکم بالنجاسة اه ملخصا

(٤) لحاظ کرو! کس قدر مجال وسیع ہے روغن کتان میں، جس سے صابون بنتا ہے۔ اس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں، اور چوہا اس کی بو پر دوڑتا، اور جیسے بن پڑے، پیتا، اور اکثر اس میں گر بھی جاتا ہے۔ پھر ائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ فقط ظن ہیں۔ کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہوا ہے۔ فی المحیط البرهانی وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یوخذ من دهن الکتان ودهن الکتان نجس لان اوعیته تکون مفتوحة الراس عادة والفارة تقصد شربها وتقع فیها غالبا ولکنا معشر الحنفیه لا نفتی بنجاسة الصابون لانا لا نفتی بنجاسة الدهن لا ن الوقوع الفارة مظنون ولا نجاسة بالظن الخ ملخصا

(٥) نظر کرو! کتنی ردی حالت ہے ان کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں۔ کیا ہمیں ان کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں؟ کیا ہم نہیں کہہ سکتے؟ کہ ان کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاست سے خالی نہیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم؟ کہ ان کے نزدیک گائے کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف وطاہر بلکہ طہور، مطہر بلکہ نہایت مبارک ومقدس ہے۔ کہ جب طہارت ونظافت میں اہتمام تام منظور رکھتے ہیں، تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شی سے حاصل نہیں جانتے۔ پھر علما ان چیزوں کا کھانا جائز جانتے ہیں۔ فی ردالمحتار طاهر ما

یتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب ملخصا

(٦) نگاہ کرو! مشرکین کے برتن، کون نہیں جانتا، جیسے وہ ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ظروف میں شرابیں پیئیں، سور چکھیں، جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں۔ پھر شرع فرماتی ہے۔ جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔ فی الحدیقه اوعية اليهود والنصارىٰ والمجوس لا تخلو عن نجاسة لكن لا يحكم بها بالاحتمال والشك ملخصا

(٧) تامل کرو! کس قدر معدن بے احتیاطی، بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار۔ خصوصاً ان کے شراب خوار کے کپڑے، علی الخصوص پاجامے، کہ وہ ہرگز استنجا کا لحاظ رکھیں، نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاست سے احتراز کریں۔ پھر علما حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں، اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز، جب تک تلوث واضح نہ ہو۔ فی الدر المختار ثیاب الفسقة واهل الذمة طاهرة اه

والہذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنی احتمال کافی سمجھتے ہیں، اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو! گائے بکری وغیرہ اگر کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئیں، قطعاً حکم طہارت ہے۔ قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانهم قالوا فی البقر ونحوه یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاهر اشتمال بولها علی افخاذها لکن یحتمل طهارتها بان سقطت عقب دخولها ماء کثیرا مع ان الاصل الطهارة اه

مقدمہ سابعہ:-

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبہٗ وقوع وکثرت شیوع ہو، بیشک باعث غلبہ ظن۔ اور ظن غالب شرعاً معتبر، اور فقہ میں مبنائے احکام۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے، اور محض نا قابل التفات سمجھے۔ گویا اس کا وجود وعدم یکساں ہو۔ ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بہ یقین، کہ ہر جگہ کار یقین دے گا، اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم ورافع ہوگا۔ اور غالباً اصطلاح علما میں غالب ظن واکبر رائے اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے: الشك لغة مطلق التردد وفی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشئ وهو الوقوف بين الشيئين بحيث لايميل القلب الى احدهما فان ترجح احدهما ولم يطرح الآخر فهو ظن فان طرحه فهو غالب الظن وهو بمنزلة اليقين وان لم يترجح فهو وهم ولبعض متاخرى الاصوليين عبارة اخرى اوجزء مما ذكرناه مع زيادة على ذالك وهى ان اليقين جزم القلب مع الاستناد الى الدليل القطعى والاعتقاد جزم القلب من غير استناد الى الدليل القطعى كاعتقاد العامى والظن تجويز امرين احدهما اقوى من الآخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الآخر والشك تجويز امرين لا مزية لاحدهما على الآخر اه ملخصا.

دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک نہ جمے۔ اور جانب مرجوح

کو محض مضمحل نہ سمجھے۔ بلکہ ادھر بھی ذہن جائے۔ اگر چہ بضعف وقلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے، نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے۔ بلکہ مرتبہ شک وتردد ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ کلمات علما میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں۔ اگر چہ حقیقتاً یہ مجرد ظن ہے، نہ غلبہ ظن۔ فی الحدیقة الندیة ، غالب الظن اذا لم یاخذ به القلب فهو بمنزلة الشك والیقین لایزول بالشك اه ہاں! اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو افضل وبہتر جانتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل واجب ومتحتم ہو جائے۔

مقدمہ ثامنہ:-

کسی شی کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس، یا اختلاط حرام، نجاست وحرمت کا تیقن، اس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اسی وقت ہوسکتا ہے، جب معلوم ومحقق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے۔ مثلاً جب شی کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا تحم خنزیر پڑتی ہے، اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے۔ تو اس کا التزام کلیۃً ناجائز وحرام ہے۔ وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے نہ دیکھی، نہ خاص اس نسبت معتبر خبر پائی۔ ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو۔ کہ علی العموم التزام معلوم، تو یہ احتمال اسی قبیل سے ہے، جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا، اور بالکل متزائل مضمحل ومحل مانتا ہے۔ اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں۔ نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے۔ تو اصل طہارت کا یقین، اس غلبہ ظن سے ذاہب وزائل ہو گیا۔ مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہو جائے۔ تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

ولہٰذا علما نے فرمایا: 'دیبائے فارسی' ناپاک ہے اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں۔ اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔ فی الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلهم فيه البول لبريقه اه اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے، نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے، جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں۔ تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم وتنجیس علی الاطلاق روانہیں۔ اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں، تو جس فرد کا اہم استعمال چاہتے ہیں، ممکن کہ افراد محفوظہ سے ہو۔ اور اصل متیقن طہارت وحلت۔ تو شکوک وظنون ناقابل عبرت۔

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں، بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقدمہ تاسعہ :-

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں، اور کوئی ممیّز وعلامت فارقہ نہ ملے، تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی۔ کہ آخران میں حلال بھی ہے۔ تو ہر شئی میں احتمال حلت قائم، اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی۔ یہ دعویٰ بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح۔ اور خود ملاذِ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر روایت سے ہے، اس پر نص فرمایا: فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال والحرام فی البلد فانه يجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالة على انه من الحرام اه

مقدمہ عاشرہ :-

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں، جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو۔ کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا ۝ نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شئ برتیں، جسے ہم اپنے علم ویقین کے رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حرج عظیم۔ اور حرج مدفوع بالنص۔ قال تعالیٰ: مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۝

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ تعالیٰ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا۔ جو اسے اس کے طور پر لے گا، اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے۔ اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا، یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا۔ اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا واقاربو وبشروا الحدیث رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں، جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو۔ اسے مانع ونجاست کا عارض ہونا، ہمارے علم میں نہ ہو۔ ولہٰذا جب تک خاص اس شئ میں، جسے استعمال کرنا چاہتا ہے، کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے، تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے۔ ویمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔ فی الحدیقۃ: لا حرمۃ الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمہ السوال عن شئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بھا فیحرم علیہ ح اھ ملخصا

ہاں! اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے، جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے۔ یہ بھی اس وقت تک ہے، جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم واکد کا خلاف نہ لازم آئے۔ کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی۔ یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے لایا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے؟ کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں۔ اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو۔ جیسے عالم دین، سچا مرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذی عزت مسلمان سردار قوم، تو اس نے اور بیجا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترک ادب۔

ایک قاعدہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق مقدم سمجھے۔ اور ان امور میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں، اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو، ان میں اپنے ترفع وتنزہ کے لیے خلاف وجدائی نہ کرے۔ کہ یہ سب امور ائتلاف وموانست کے معارض، اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں! ہوشیار وگوش دار کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکوچۂ سلامت وجادۂ کرامت ہے، جس سے بہت زاہدان خشک واہل تقشّف غافل وجاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں، اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ خبردار ومحکوم گیر قال الامام الغزالی: لیس له ان یسأله بل ان کان

یتورع فلیتلطف فی الترك وان کان لابد له فلیاکل بغیر سوال اذ السوال ایذاء وهتك ستر وایحاش وهو حرام بلا شك۔

وضع ضابطه کلیه دریں باب وتفرقه در حکم عظام وشراب:

واضح ہو کہ کسی شئ حرام خواہ نجس کے، دوسرے چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے۔

شخصی: یعنی ایک فردِ خاص کی نسبت تیقن۔ مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کوئیں میں نجاست گری ہے۔

نوعی: یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین۔

اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک اجمالی: یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے، نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو۔ جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کوئیں۔

دوسرا کلی: یعنی نوع کی نسبت بروجہِ شمول وعموم و دوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو۔ مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیزیں اس ترکیب کا جز و خاص ہے، کہ جب بناتے ہیں، اسے شریک کرتے ہیں۔ اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو۔ ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہوسکتا۔ جیسے پانی وغیرہ کسی شئ کو ہڈیوں سے صاف کریں، کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخوان کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جو مقصود ان سے حاصل وپاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر۔ کمالا یخفی

اور وہ اشیا بھی جن کا کسی ماکول ومشروب، یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجب ترددو تشویش وباعث سوال وتفتیش ہو، دو قسم ہیں۔

ایک مامنہ محذور : یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود۔ بعض ان میں حرام و نجس بھی ہیں۔ اور بعض حلال و طاہر۔ جیسے عظام کہ یہاں منشاء تو ہم صرف ان لوگوں کا بے باک و نامحتاط ہونا ہے، جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے۔ کہ جب ان اشیاء میں حرام و نجس بھی موجود، اوران کو پرواہ واحتیاط مفقود۔ تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے؟ اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں سے متعلق ہو، تو خاطر پر اصلا تردد نہ آئے گا۔ اور صدورِ محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

دوسرے ماھو محذور : یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں۔ جن کی کوئی فرد حلال و طاہر نہیں۔ جیسے شراب بجمیع اقسامہا علی مذھب محمد الماخوذ للفتویٰ۔ یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اسی شئ کی نفس حالت ہے، نہ بنانے والوں کی جرأت و جسارت۔ یہاں تک کہ ابتداء اہل کارخانہ کی وثاقت و عدالت معلوم ہونا، اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی۔ بلکہ یہ سن کر ان کی وثاقت واحتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ہنگام نظر و تنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صورت اولیٰ میں مجرد اسی شئ مثلا استخوان کے پڑنے پر تیقن، عام ازاں کہ شخصی ہونا یا نوعی، اجمالی ہو یا کلی، خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں ـــــ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں۔ کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر و حلال کا احتمال قائم۔ ولہذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط

مانع اشتراو تناول نہیں۔ کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کر سکتے۔

بخلاف صورت ثانیہ کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین تشخصی خواہ نوعی کلی اس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے۔ جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا۔ اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد، صورت اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے، یہاں قطعاً منقطع۔ کمالا یخفی۔ اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام وناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین تشخصی یا نوعی کلی ہو، تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ، صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی ــــــ البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں، کہ جب علی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں، تو ہر فرد کی محفوظی محتمل۔ جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین، یقین تشخصی کی طرف رجوع کر جائے گا۔ وھو مانع کما ذکرنا۔

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں۔ جب تک ماھو محذور کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور ماھو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی۔ مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے، جب تک یقین تشخصی کی طرف آئل نہ ہو۔

الشروع فی الجواب:-

کُل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور وواجب النظر۔ اب مقدمہ ۴ و ۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر، لحاظ درکار۔

اگر یہ اخبار، افواہ بازار، یا منتہائے سند، بعض مشرکین وکفار، تو بالکل مردود محض بے اعتبار۔ ہاں! صورت اخیرہ میں ــــــ اگر ان کا صدق دل پر جمے،

تو احتیاط بہتر، تاہم گناہ نہیں ــــــ اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں۔

اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نا معلوم الحال کی خبر، تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر ــــــ اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے، تو کچھ باک نہیں، مگر احتراز افضل۔ کہ آخر مسلمان ہیں۔ عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں۔ خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں، تو فسق بھی تو ثابت نہیں ــــــ اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے، تو بے شک احتراز چاہئے۔ کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے۔ اگر چہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی۔ مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا، اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل اس کی صدق کی طرف جائے۔ پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے، اس کے لیے وہی پہلا حکم ہے، کہ احتراز بہتر، ورنہ اجازت۔

ہاں! اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو، جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے، تو بے شک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اگر چہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگر چہ ایک ہی ہو، جب بھی احتراز واجب، اور برف حرام و نجس ــــــ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے۔ ورنہ سنی سنائی کہنے میں، اس کا قول، خود اس کا قول نہیں۔ اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معائنہ سے بیان کرے، نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں، مگر جس سے پوچھیے، وہی سننا بیان کرتا ہے۔ کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتہ نہیں، تو وہی افواہ بازاری،

ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی۔اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے۔ صرف نظر اس اصل کے حال پر اقتضاء کرے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔حالانکہ عندالتحقیق تواتر کی بو نہیں۔

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جزء ہے، تو برف کی حرمت ونجاست میں کلام نہیں۔اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع ومخذور ــــــــ اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو، محض مہمل ومہجور۔ کہ ماھو معذور میں یقین نوعی کلی ہے۔اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل وغیر کافی۔ یہاں تک کہ ایسی شئ کا دوا میں بھی استعمال ناروا۔مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو۔اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی۔ جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا، یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا۔

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں، تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے۔مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی، ہرگز روا نہیں ــــــ یہ تو اصل حکم فقہی ہے۔اور واقع پر نظر کیجیے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتی۔ نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں، شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔تو برف پر حکم جواز ہی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیشک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔مگر

اولاً: غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر صرف شکر کا عبور ومرور

ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے کچھ اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں۔ جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں، کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے۔ اور انکشت واستخوان کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ جب تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے۔ اگر چہ حلال وماکول نہ ہوں ——— اور درصورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے، اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالۂ کثافت کی ظاہراً یہی صورت۔ ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا، غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا۔ تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخوان، نجاست عصیر وحرمت شکر میں شک نہیں۔ ورنہ بلا ریب طیب وحلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے، اور وہ مخلوط وغیر ممیز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں، تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور۔ صرف طہارت کفایت نہ کرے گی۔ اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوئے، تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے۔ اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں، حرام۔ تو شکر بھی حرام ہو جائے گی۔

روسر کی جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے، اور اس کی تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر۔ اور استخوان کی طہارت، نجاست، حلت، حرمت، کا حکم پہلے معلوم ہو چکا۔ (دیکھو مقدمہ ۱)

ثانیاً: کیف ماکان ان خیالات پر مطلقا شکر روسر کو نجس وحرام کہہ دینا صحیح نہیں، بلکہ مقام حلال میں طہارت وحلت ہی پر فتوی دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو۔ کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست وحرمت

پر یقین نہیں، صرف ظنون وخیالات ہیں جنھیں شرع اعتبار نہیں فرماتی۔ (دیکھو۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں۔ مانا کہ انھیں نجس وطاہر وحرام وحلال کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں، جن کے اختلاط سے شئ حرام یا نجس ہوجائے۔ مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں، بلکہ حلال وطاہر بھی بکثرت۔ نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں، جو موجب تحریم وتنجیس ہو۔ نہ کہ کچھ ناپاک وحرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت، کہ انھیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو، جس کے سبب وہ لوگ انھیں کو اختیار کریں۔

اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں؟ ——— یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں۔ پھر نفس شکر میں سوائے ظنون کے کیا حاصل؟ اس سے بدرجہا زیادہ وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق۔ (دیکھو مقدمہ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت ووفور وشدت بے احتیاطی، غلبہ ظن غیر ملحق بالیقین حاصل ہو، وہاں بھی علما تنجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں۔ (دیکھو مقدمہ ۷) پھر مانحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے، اور طیب وطاہر شاذ ونادر؟ ——— یا اتنا یقین ہو کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں۔ پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں، جو نجس وحرام کردے۔ اور جب یوں بھی ہے، اور یوں بھی۔ تو ہر شکر میں احتمال محفوظی۔ تو ہرگز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے۔

(دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہہ ریب وشبہ کی نہ پائی جائے، تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ، یا ایذائے اہل ایمان، یا ترک ادب بزرگان، یا پردہ دری مسلمان، یا اور کوئی محذور سمجھے، وہاں تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے۔ (دیکھو مقدمہ ۱۰)

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں، اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملادی گئیں کہ اب جدا نہیں ہوسکتیں۔ یا بچشم خود معائنہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخوان لائے گئے، اور اس کے روبرو اس رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے، اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا۔ تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی، اس پر حرام۔ جس کا نہ کھانا جائز، نہ کھلانا جائز۔ نہ لینا جائز، نہ دینا جائز۔

یوہیں جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے، جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گذرا، ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے۔ اور معتمد بیان کرنے والا کہے: میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے، جس میں ایسا عمل کیا گیا۔ تو اس کا استعمال بھی روا نہ ہوگا۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں۔

اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر شخص سے سنا، مگر بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی۔ اور کچھ تمیز نہ رہی تو حکم جواز ہے اور خریداری واستعمال میں مضائقہ نہیں۔ جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل خاص قائم نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرعی، اور حکم نہیں، مگر شرع کے لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ وبارک وسلم۔

بالجملہ اس شکر کے بارے میں اگر ان صورتوں میں سے کوئی شکل موجود ہو،

جن پر ہم نے حکم حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے۔ ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد وناواقفی۔ نہ تحقیق کسی شئ کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط، بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے۔ جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصورات کا دروازہ کھولا جائے گا، تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہوجائے گا۔ ایک روسر کی شکر کیا؟ ہزارہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی۔ گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے؟ اور ان کی طہارت پر بے تمسک باصل کون سا بینہ قاطعہ ملا ہے؟ اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے، ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ فی الحاشیة الشامیة: فیه جرح عظیم لانه یلزم منه تاثیم الامة اه

ہاں! جو شخص بحکم کیف وقد قیل بچنا چاہے یہ بہتر وافضل ونہایت محمود عمل۔ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے۔ نہ یہ اس کے سبب اصل شئ کو ممنوع کہنے لگے۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی۔ نہ آگے منگائے جانے کا قصد۔ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں، انھیں آثم خواہ بے باک جانتا ہے۔ نہ تورع واحتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفع وتعلّی روا رکھے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل

تقریر کیے، جوانہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ واللّٰہ سبحانہ الموفق والمعین وبه نستعين فى كل حين وصلى اللّٰه تعالىٰ على سيد المرسلين محمّد وآله وصحبه اجمعين وعلينا معهم برحمتك يا ارحم الراحمين استراح القلم من تحريره فى ثلثة ايام من اواخر ذى القعدة المحرم آخرها يوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشهر المكرم سنة ثلث بعد الالف وثلثمائة من هجرة حضرت سيد العالم صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم واللّٰه تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم۔

(٤٠) انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ (٦)

شرک پرستوں کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے والا ’’ندائے بغیر اللہ‘‘ یعنی ندائے یارسول اللہ، یاعلی، یاغوث اعظم، یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ ہے۔ اوراس میں اس قدر غلو ہے کہ شرک سے گھٹ کرتو اس میں فتوی دیتے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان شمس وامس سے بھی واضح۔ اگر یہ مسئلہ حق ہو، تو بندہ سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے خالی نہیں۔ دنیا میں باپ بیٹے کو ندا کرتا، بیٹا باپ کو پکارتا، استاد شاگرد کو پکارتا، شاگرد استاد کو ندا کرتا، پیر مرید کو ندا کرتا، مرید پیر کو پکارتا، آقا غلام کو، غلام آقا کو پکارتا ہے۔ علیٰ ھذ االقیاس عوام، اولیا کو، صحابہ کو، رسول کو، انبیا کو ندا کرتے ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔ کہیں یا ایھا الناس فرماتا ہے، کہیں یابنی اسرائیل کہیں یاایھا الذین آمنوا ــــ اور یا ایھا النبی، یاایھا الرسول ، یاایھاالمزمل، یاایھاالمدثر کی پکار سے کون تعلیم یافتہ غافل اور جاہل ہے ؟ تو چاہیے کہ سب کے سب مشرک ہو جائیں۔ نہ خدا مومن رہے، نہ بندوں میں ایمان کا نام ونشان۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں ۱۳۰۴ھ میں اس کے متعلق ایک استفتاء پیش ہوا

> زید مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ ﷺ کو کلمۂ ’یا‘ سے ندا کرتا ہے۔ اور الصلاۃ والسلام علیك یارسول اللہ ۰ اسئلك الشفاعة یا رسول اللہ کہا کرتا ہے۔ یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ

سے کافر مشرک کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ ایک جز یعنی ۱۶ صفحہ کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ابتدا اس رسالہ کی اس طرح ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ و کفی والصلاۃ والسلام علیٰ حبیبہ المصطفی وآلہ واصحابہ اولی الصدق والصفا....

کلمات مذکورہ بیشک جائز ہیں۔ جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا، مگر سفیہہ جاہل۔ یا ضال مضل۔ جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو، شفاء السقام امام تقی الدین سبکی ومواھب لدنیہ امام قسطلانی وشرح مواھب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی و مرقات ملا علی قاری، ولمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ، وجذب القلوب، ومدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، وافضل القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام کی طرف رجوع کرے۔ یا فقیر کا رسالہ **الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال** مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدر ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور طبرانی وبیہقی نے صحیح، اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم کہا، جس میں حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:۔

اللھم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الی ربی لتقضی لی اللھم فاشفعه فيه حاجتی ھذه اے اللہ!

میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام بخاری الأدب المفرد میں ابن السنی، ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:-

ان بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما خد رت رجله فقیل له اذکراحب الناس الیك فصاح یا محمداہ فانتشرت

امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی کے مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا ـــــ اہل مدینہ میں قدیم سے اس یامحمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ذکرہ الخفاجی فی نسیم الریاض ـــــ بلال ابن حارث مزنی قحط عام الرمادہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انھوں نے ندا کی: یامحمداہ ـــــ امام فقیہ عبدالرحمٰن ہذلی کوفی سر پر بلند ٹوپی رکھتے، جس پر لکھا تھا: محمد یا منصور ـــــ امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے استغاثہ انبیا واولیا کے متعلق سوال ہوا۔ جواب دیا: ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلما والصالحین جائزة وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثة بعد موتھم ـــــ علامہ خیر الدین رملی رحمة اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں۔قولھم یاشیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمته ـــــ سیدی جمال بن عمر مکی کے فتاوی میں ہے: الاستغاثة بالاولیاء ونداء ھم والتوسل بھم امر مشروع وشیء مرغوب لاینکرہ الا مکابر اومعاند وقد

حرم برکة الاولیاء الکرام ـــــــ امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا۔ کہ وہ تین بھائی سواران دلاور، ساکنان شام تھے۔ کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے
فاسرهم الروم مرة فقال لهم الملك انى اجعل فيكم الملك وازوجكم بناتى وتدخلون فى النصرانية فابوا وقالوا يامحمداه

یہ واقعہ روح پرور مفصل امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے:-
حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:-

من استغاث بى فى كربة كشفت عنه ومن نادى باسمى فى شدة فرجت عنه ومن توسل بى الى الله عزوجل فى حاجة قضيت له ومن صلى ركعتين يقرء فى كل ركعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشر مرة ثم يصلى على رسول الله ﷺ بعد السلام ويسلم عليه ثم يخطوا الى العراق احدى عشرة خطوة يذكر فيها اسمى ويذكر حاجته فانها تقضى

اکابر علمائے کرام مثل امام ابوالحسن نخمی شطنونی، امام عبد اللہ اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی، مولانا ابوالمعالی محمد مسلمی، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک سے نقل وروایت فرمائے ہیں۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں:-

سیدی محمد غمری کے ایک مرید بازار میں جا رہے تھے۔ ان کے جانور کا پاؤں پھسلا۔ بآواز پکارا۔ یا سیدی محمد یاغمری ادھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان

چقمق قید کیے لے جارہے تھے۔ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا: یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا: میرے شیخ ۔کہا: میں ذلیل بھی کہتا ہوں۔ یاسیدی محمد یاغمری لاحظی ان کا یہ کہنا تھا کہ سیدی محمد غمری تشریف لائے ،اور مدد فرمائی۔ کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی۔مجبوراً ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

اسی مین ہے:-

سیدی محمد حنفی وضو فرمارہے تھے۔ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی کہ غائب ہوگئی۔دوسری کھڑاؤں اپنے مرید کو عطا فرمائی۔ کہ جب وہ واپس آئے ،اس وقت تک اسے اپنے پاس رکھ۔ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا،اور عرض کی: اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔جب چور میرے سینہ پر کھڑا ہو کر مجھے ذبح کرنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا:یاسید ی محمد یا حنفی اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہو گیا۔اور مجھے برکت حضرت،اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

اسی میں ہے:-

ولی ممدوح کی زوجہ بیمار ہوئیں برابر یا سیــــدی احمد یابدوی خاطرك معی کہا کرتیں۔ایک دن سید احمد بدوی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: یوں کہہ ۔یا سیدی محمد یا حنفی ان بیوی نے یوں ہی کہا۔صبح کو اچھی خاصی تندرست اٹھیں، گویا مرض نہ تھا۔

اسی میں ہے:-

حضرت ممدوح اپنے مرض موت میں فرماتے تھے۔ من کانت له حاجة فلیات قبری ویطلب حاجته اقضها له فان ما بینی وبینکم غیر ذراع من

تراب وکل رجل یحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فلیس برجل

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل کے احوال شریفہ میں لکھا:-

کان یقول انامن المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیات

الی قبالة وجهی ویذکرها لی اقضها له

اسی میں ہے:-

حضرت سیدی مدین اشمونی وضوفرما رہے تھے۔ایک کھڑاؤں پھینکی سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انھوں نے اپنی صاحبزادی کے متعلق کہا کہ ایک جنگل میں ایک بدوضع شخص نے دست درازی چاہی۔ اپنے والد کے پیر کو پکارا: یا شیخ ابی لاحظنی وہ کھڑاؤں آئی، اس شخص کو لگی، اورلڑکی نجات پائی۔

اسی میں سیدی موسیٰ ابوعمران کے احوال میں ہے:-

کان اذاناداه مریده اجابه من مسیرة سنة او اکثر

شیخ محقق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے رسالہ شطاریہ سے نقل کرتے ہیں:-

ذکر کشف شریف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست الخ

مولانا جامی حضرت مولوی معنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے اپنے قریب انتقال فرمایا:-

درحالتے کہ مرا یاد کنید تا من شمارا مدد باشم در ہر لباسے کہ باشم

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں فرماتے ہیں:

و صلى عليك الله يا خير خلقه

ويا خير مسئول و يا خير واهب

و يا خير من يرجى لكشف رزية

ومن جوده قد فاق جود السحائب

وانت مجيرى من هجوم ملمة

اذا انشبت فى القلب شر المخالب

پھر اِسی کے ترجمہ وشرح میں فرماتے ہیں:-

ورحمت فرستد برتو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق الخ۔

یہی شاہ صاحب مدحیہ ھمزیہ میں لکھتے ہیں ؎

ينادى ضارعا بخضوع قلب

و ذل و ابتهال و التجاء

رسول الله يا خير البرايا

نوالك ابتقى يوم القضاء

اذا ما حل خطب مدلهم

فانت الحصين من كل البلاء

اليك توجهى وبك استنادى

وفيك مطامعى وبك ارتجائى

پھر خود ہی اس کے ترجمہ وشرح میں لکھتے ہیں:-

اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات! عطاء ترا می خواہم روز فیصل کردن۔ الخ

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کی

ایک ترکیب لکھتے ہیں، جس میں ہے:-

ویک صد ویازدہ بار شیئاللہ یا شیخ عبد القادر جیلانی

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اس کے شیخ واستاذ حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، اور ان کے شیخ واستاذ ووالد مولانا ابراہیم کردی، اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی، اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی، اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی، اور شاہ صاحب کے پیر ومرشد شیخ سعید لاہوری، اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی، اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی، اور ان دونوں صاحبوں کے پیر ومرشد مولانا وجیہ الدین علوی، اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری۔

یہ سب اکابر ناد علی کی سندیں لیتے، اور اپنے تلامذہ ومستفیدین کو اجازتیں دیتے۔ اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرت سیدی احمد زروق سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں ؎

انا لمریدی جامع لشتاته

اذاما سطا جور الزمان بنکبة

وان کنت فی ضیق و کرب ووحشة

فنادِ بیا زروق آت بسرعة

علامہ زیادی، پھر علامہ اجہوری، پھر علامہ داؤدی، پھر علامہ شامی، گم شدہ چیز ملنے کے لیے بلندی پر جا کر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھنا، اور بایں الفاظ ندا کرنا مجرب لکھا ہے۔

یاسیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی نزعتک من

دیوان الاولیاء

غرض یہ، صحابہ کرام سے اس وقت تک کہ اس قدر ائمہ واولیا وعلما ہیں، جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کئے۔

اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ یہ عثمان بن حنیف، عبد اللہ بن عباس، وعبد اللہ بن عمر، صحابہ کرام سے لے کر شاہ ولی اللہ، وشاہ عبدالعزیز صاحب، اوران کے اساتذہ ومشائخ تک سب کو کافر مشرک کہتے ہیں، یانہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمدللہ ہدایت پائی۔ اورحق واضح ہوگیا——
اور بے دھڑک ان سب پر کفروشرک کا فتوی جاری کریں، تو جان لیجیے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک وکافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور سول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

فائدہ: حضور سید عالم ﷺ کو ندا کرنے کے دلائل سے التحیات ہے۔ جس میں نمازی، حضور سے عرض کرتا ہے: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے، تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک ودخیل ہے۔ اور یہ جاہلانہ خیال کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے، تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی ﷺ کی ندا۔ حاشا وکلا۔ عالمگیری، شرح قدوری، تنویر الابصار، درمختار، مراقی الفلاح وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے: ویقصد بالفاظ التشهد معناها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحی الله تعالیٰ ویسلم علی نبیه وعلی نفسه واولیائه لا الاخبار عن ذالك ذکره فی المحبتی یعنی اور قصد کرے الفاظ تشہد سے اس کے معانی

مراد لے کر بر طریق انشائے کلام، گویا اللہ تعالیٰ کی تحیت کرنا رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا، اور اپنے نفس اور اولیا پر۔ نہ اس سے خبر دینا یہ مجتبی میں ہے۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلہ میں مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ مگر منصف کے لیے اسی قدر وافی اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو ایک حرف کافی۔ اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علی سیدنا محمد الشافی وآلہ وصحبہ حماۃ الدین الصافی آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(۴۲) تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۷)

وہابیت جس کا اصل اصول انبیائے کرام واولیائے عظام کی بے قدری اور توہین، اوران کے ثبات ثابتہ واقعیہ کا انکار، اوراس کی اہمیت کم کرنا ہے۔وہ کس طرح ٹھنڈے دل سے اس کو قبول کر سکتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں؟ جب منصوص بنص قطعی صفت رحمۃ للعٰلمین کا انکار نہ کرسکی، تواس کوایک عام بات قرار دے کر، دوسروں کو بھی اس صفت میں شریک ٹھہرایا، اور ایک معمولی بات قرار دیا۔ کہ ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم قاسمی پریس ص ۱۲ پر ایک سوال ہے اس کا جواب گنگوہی صاحب نے یہ دیا۔

> لفظ رحمۃ للعٰلمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیا وانبیا اور علمائے ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں۔لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔اھ

ہر علم والا بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رحمۃ للعٰلمین ہونا حضور اقدس ﷺ کی صفت خاصہ ہے۔جس میں دوسرے انبیا بھی شریک وسہیم نہیں۔اولیا اور علما تو کجا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہم نے تمہاری رسالت نہ کی مگر ساری جہاں کے لیے رحمت۔تو رحمۃ للعٰلمین نہ ہوگا، مگر وہ کہ رسول الی العٰلمین ہو، تمام جہاں کو اس کی رسالت عام ہو، اور وہ نہیں مگر رسول اللہ ﷺ۔ کہ خود حضور فرماتے ہیں: كان الانبياء يبعثون الى قومهم خاصة وبعثت الىٰ الخلق كافة ائمہ کرام نے اس وصف کریم سے حضور کی تفضیل مطلق ثابت کی۔مگر وہابیہ کے یہاں یہ حضور کی صفت خاصہ نہیں۔اور پھر فقط رسولوں ہی کے لیے تعمیم نہیں،

بلکہ اولیا اور علما سب کو حضور کا شریک وسہیم اس صفت خاصہ میں ٹھہرادیا۔ یعنی حضور کی اس صفت رحمۃ للعٰلمین میں سب ملاؤں کو شریک کردیا۔ انا للہ وانا والیہ راجعون ٥ پھر سیدالعٰلمین کیوں کر مان سکتے ہیں؟

چنانچہ ۱۳۰۵ھ میں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر مونگیر لعل دروازہ سے سوال بھیجا۔

> یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ یہ مسئلہ واضحہ ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر کہتے ہیں: قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ لہٰذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ پانچ جزء سے زائد میں تحریر فرمایا۔ جسے اول مرتبہ میں جناب مولانا صدیق علی صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع قادری بریلی میں چھپوایا۔ پھر متعدد بار مختلف مطبعوں سے طبع کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی حسب عادت مستمرہ خطبہ مسنونہ سے شروع فرمایا۔ جس میں بطور براعت استہلال ایسے ایسے اوصاف ذکر فرمائے، جس سے اس مسئلہ پر پوری طرح روشنی پڑے۔ فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ° تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا ° والیٰ اقوامھم خاصۃ ارسل المرسلون ° ھو الذی ارسل نبینا رحمۃ للعٰلمین ° فادخل تحت ذیل رحمتہ الانبیاء والمرسلین ° والملئکۃ المقربین °

وخلق الله اجمعین الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

حضور پرنور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا، قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی، مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا، مگر گمراہ، بددین، بندہ شیاطین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین

اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت نے دو ہیکل پر منقسم فرمایا۔ ہیکل اول میں آیات جلیلہ۔ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نورافگن چار تابشوں سے روشن۔ تابش اول: چندوحی ربانی علاوہ آیہ کریمہ قرآنی۔ تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سید المرسلین ﷺ۔ تابش سوم: محض و خالص طرق وروایات حدیث خصائص۔ تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوال علما کتب سابقہ، بشرائے ہواتف، ورویائے صادقہ۔ واللہ سبحانہ ھو المعین۔

ہیکل اول: جواہر زواہر آیات قرآنیہ۔

آیت اولیٰ:- وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (سورہ آل عمران، آیت ۸۲/۸۱)

امام ابوجعفر طبری ودیگر محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلاۃ السلام سے آخر تک جتنے انبیا بھیجے،

سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو وہ ان پر ایمان لائے، اور ان کی مدد فرمائے۔ اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے جو صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اصل الاصول ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ سب رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیا و رسل سے ہے، وہی نسبت انبیا و رسل کو اس سید کل سے ہے۔ امتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں، رسولوں سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے گرویدگی کریں۔

آیت ثانیہ:- وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں۔ جس میں انبیا و ملائکہ سب داخل۔ تو لاجرم حضور پر نور سید المرسلین ﷺ ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے۔ اور وہ سب حضور کی سرکار، دو عالم مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اس لیے اولیائے کاملین، علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں، اولیٰ و آخرۃ میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی، یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹتی ہے، اور ہمیشہ بٹے گی۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیہ کریمہ کے تحت میں لکھا:-

لما کان رحمۃ للعلمین لزم ان یکون افضل من کل العلمین ۝

جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسواء اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاهر بلادلیل وهو لایجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللّٰه الهادی۔

آیت ثالثه:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ۝ؕ (سورہ ابراہیم آیت ۴)

اس آیت سے حضور کی افضلیت مطلقہ پر استدلال حضرت عبداللہ بن عباس نے کیا۔ حاضرین نے انبیا پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا: ان اللّٰه تعالیٰ قال: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ؕ وقال لمحمّد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وَمَا أَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ؕ فارسله الی الانس والجن

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کی اور محمد ﷺ سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔

علما فرماتے ہیں: آپ کی رسالت والا کا تمام انس وجن کو شامل ہونا اجماعی ہے۔ اور محققین کے نزدیک ملائکہ بھی اس میں شامل، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض وسما، جبال وبحار، تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ دائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں ارسلت الی الخلق کافة میں لفظ خلق اور وہ بھی مؤکد بکلمۂ کافہ اس مطلب پر بہترین دلیل ہے۔

آیت رابعه:- تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (سورہ بقرہ، آیت ۲۵۳)

ائمہ فرماتے ہیں۔ یہاں اس بعض سے سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ

انھیں سب انبیا پر عزت وعظمت بخشی۔

آیت خامسہ:- هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۞ (سورہ فتح، آیت ۲۸)

اور اس امت مرحومہ سے فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۞

(سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کئے گئے۔

آیہ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل۔ تولا جرم اس دین کا صاحب، اور اس امت کا آقا، سب دین وامت والوں سے افضل واعلیٰ۔

آیت سادسہ :- قرآن عظیم کا دائمی محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے۔ یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ـــــ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا ـــــ یٰاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا ـــــ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ـــــ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً ـــــ یٰزَكَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ ـــــ یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّة...

مگر جہاں محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ ، یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ ، یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ ، یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ، یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ، طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ..

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور خطابوں کو سنے گا، بالبداہۃ حضور سید المرسلین، وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا ؎

یا آدم ست باپدر انبیا خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد ست

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

آیت سابعہ:- لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ (سورہ حجر، آیت ۷۲)

تیری جان کی قسم کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (سورہ بلد، آیت ۱/۲) میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (سورہ زخرف، آیت ۸۸) مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَالْعَصْرِ (سورہ عصر، آیت ۱) قسم زمان برکت نشان محمد ﷺ کی ہے۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہو؟ کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی۔ ان کی باتوں کی قسم کھائی۔ ان کے زمانہ کی قسم کھائی۔ ان کی جان کی قسم کھائی ﷺ۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابو یعلی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر بغوی، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی: اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوا محمد ﷺ کے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم، اور ابن الحاج مکی مدخل، اور خطیب قسطلانی مواھب لدنیہ، شہاب خفاجی نسیم الریاض میں ناقل: عمر فاروق اعظم ایک حدیث شریف حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتے ہیں: بیشک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی،

نہ باقی انبیا کی۔اور تحقیق کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا۔ لَا أُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ یعنی میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

آیت ثامنہ: قرآن میں جا بجا مذکور کہ کفار اپنی خبث باطنی سے انبیائے کرام سے سخت کلامی سے پیش آتے، اور اپنے حلم کے مطابق حضرات انبیائے کرام خود متکفل جواب ہوتے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا: اِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ۝ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا: میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔

حضرت ہود سے قوم عاد نے کہا: اِنَّا لَنَرَاكَ فِی سَفَاھَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِیْنَ ۝ ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں اصلا سفاہت نہیں میں پیغمبر ہوں رب العٰلمین کا۔

اسی طرح حضرت سیدنا شعیب اور سیدنا موسیٰ سے جو جاہلانہ کلام ان کی قوم نے کیا۔ انھوں نے خود اس کا جواب دیا۔ مگر جناب سید المرسلین ﷺ کے خلاف شان ان کے زمانہ کے کفار جو کچھ بولے، حضور نے صبر فرمایا۔ مگر رب العزت جل جلالہ نے سب کو اپنے حبیب و محبوب ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ مثلاً کفار نے کہا: یَآاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ اِلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ——— وحی اترنے میں کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے ان محمدا ودعه ربه وقلاه حق جل جلالہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیرے رخ روشن کی قسم، اور تیری زلف کی قسم جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے، نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا،

اور نہ دشمن بنایا ـــــ کفار نے کہا: لست مرسلا رب جل وعلا نے فرمایا: یٰس وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو مرسل ہے ـــــ عاص بن وائل نے صاحبزادہ کے انتقال پہ حضور کو ابتر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ اس لیے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے وہ دین حق میں آکر تمہارے بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کے دشمن ہو جائیں گے ـــــ جب حضور کو ابولہب شقی نے تبا لک سائر الیوم کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ ٹوٹ جائیو دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

اسی طرح جب حضرت یوسف و مریم پر بہتان اُٹھا۔ حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی۔

اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا، اگر چاہتا تو درخت کے ایک ایک پتے اور بیاباں کے ایک ایک ریگ سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و عصمت پر خود گواہی دیں، اور ان کا مرتبہ بڑھائیں۔ چنانچہ سورہ نور کی سترہ آیتیں اتاریں، اور خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی ؎

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

آیت تاسعہ:- عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹) قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

یعنی اس مقام میں کہ تمام اولین و آخرین ان کی حمد کریں گے، اور سب کوئی

اس وقت ان کے دست نگر اور محتاج ہوں گے۔ سب کا ہاتھ ان کی طرف پھیلا ہوگا۔ یہ مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ سب کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لھا انا لھا فرمائیں گے ؎

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

آیت عاشرہ:- قرآن عظیم شروع سے اخیر تک بغور دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ جو نعمتیں اور انبیا کو مانگنے پر ملیں، یہاں بے مانگے عطا ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا: وَلَاتُخْزِنِی فِی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ٥ مجھے رسوانہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔ اور نبی ﷺ کے لیے خود ارشاد ہوا۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ جس دن خدا رسوانہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو ــــــ خلیل **علیہ الصلاۃ والسلام** نے کہا: اِنِّی ذَاھِبٌ اِلیٰ رَبِّی سَیَھْدِیْن ۵ حبیب ﷺ کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۵ ــــــ خلیل علیہ السلام نے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سَیَھْدِیْن ۵ اور حبیب کے لیے خود فرمایا: وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً ۵ ــــــ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کہا: عجلت الیک رب لترضی ۵ حبیب ﷺ کے لیے خود فرمایا: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضیٰ ۵ قریب ہے تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤگے۔ **وغیرھا من الآیات۔**

ھیکل دوم: تابش اول میں اٹھارہ وحی الٰہی ہے۔ جسے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اگلی کتابوں سے نقل فرمایا۔ بطور نمونہ، اٹھارہویں وحی، علامہ فاسی کی

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے منقول ،جس میں چند آیات توریت شریف سے نقل فرمائیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا موسی أحمدنی اذ مننت علیك مع كلامی ایاك بالایمان بأحمد ولو لم تقبل الایمان بأحمد ماجاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسی من لم یومن بأحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه ولم یشتق الیه كانت حسناته مردودة علیه ومنعته حفظ لحكمة ولا ادخل فی قلبه نو ر الهدی وامحو اسمه من النبوة یاموسی من امن بأحمد وصدقه اولئك هم الفائزون ومن كفر بأحمد وكذبه من جمیع خلقی اولئك هم الخاسرون ، اولئك هم النادمون ، اولئك هم الغافلون اے موسیٰ !میری حمد بجالا ،جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا۔ کہ تجھ سے احمد پر ایمان لانے کے بارے میں کلام فرمایا۔ اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ مانتا،میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔اے موسیٰ! تمام مرسلین سے جوکوئی احمد پرایمان نہ لائے ،اوراس کی تصدیق نہ کرے،اوراس کا مشتاق نہ ہو،اس کی نیکیاں مردود ہوں گی۔اوراسے حکمت کی حفظ سے روک دوں گا،اوراس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا،اوراس کا نام دفتر انبیا سے مٹادوں گا۔اے موسیٰ! جواحمد پرایمان لائے ،اوراس کی تصدیق کرے،وہی ہیں مراد کو پہونچے۔اورمیری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکاراوراس کی تکذیب کی،وہی زیاں کار،وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

تابش دوم:ارشادات حضور سید المرسلین ﷺ

اس تابش میں تین جلوے ہیں۔ جلوہ اول نصوص جلیہ میں۔ اس میں چودہ ارشادات مبارکہ ہیں۔ ازاں جملہ ارشاد ششم ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:۔

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود وحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلها طهورا ومسجدا ونصرت بالرعب امامی شهرا واعطیت خواتیم سورة البقرة و کانت من کنوز العرش وخصصت بها دون الانبیاء واعطیت المثانی مکان التوراة والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سید ولد آدم فی الدنیا والآخرة ولا فخر وانا اول من تنشق الارض عنی وعن امتی ولافخر وبیدی لواء الحمد یوم القیٰمة وجمیع الانبیاء تحته ولا فخر والی مفاتیح الجنة یوم القیٰمة ولافخر وانا امامهم وامتی بالاثر ٥ میں جن وانس کی طرف اور ہر سیاہ وسرخ کی طرف رسول بھیجا گیا۔ اور سب انبیا سے الگ میرے ہی لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی، اور مسجد ٹھہری۔ اور میرے آگے ایک مہینہ کی راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ اور مجھے بقرہ کی آخری آیتیں کہ خزانہائے عرش سے تھیں، عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیا سے جدا۔ اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں، جن میں سو سے کم آیتیں ہیں۔ اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفضیل دی گئی کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے۔ اور میں دنیا وآخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت کے دن میرے ہی

ہاتھ لوائے حمد ہوگا، اور تمام انبیا اس کے نیچے۔اور کچھ فخر نہیں۔اور قیامت میں جنت کی کنجیوں کا مجھی کو اختیار ہوگا، اور کچھ فخر نہیں۔اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں۔اور تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔میں ان سب سے آگے ہوں گا، اور میری امت میرے پیچھے۔اللهم اجعلنی منهم وفیهم ومعهم بجاهه عندك آمین ۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقا کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے۔صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ آله وصحبه وبارك وسلم ۔

جلوہ دوم جلائل متعلقہ بأخرت:-

اور اس میں ۲۵ رارشادات ہیں، جو بشمول جلوہ اول ۳۹ رہوئے۔

ارشاد بست وہفتم یہ ہے: حدیث موقوف مطول احمد، وبخاری، ومسلم، وترمذی نے ابوہریرہ ــــــ اور بخاری، ومسلم، وابن ماجہ نے انس ــــــ ترمذی، وابن خزیمہ نے ابوسعید خذری ــــــ اور احمد، وبزاز، وابن حبان، وابویعلیٰ نے صدیق اکبر ــــــ اور احمد، وابویعلی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ــــــ اور عبداللہ بن مبارک، وابن ابی شیبہ، وابن ابی عاصم، وطبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی۔ان سب کے الفاظ جدا جدا کرنے میں طول کثیر ہے۔لہٰذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منظّم سلسلے میں یکجا کرکے اس جانفزا قصے کی تلخیص کرتا ہوں۔وبالله التوفیق۔

ارشاد ہوتا ہے: روز قیامت اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک میدان وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں، اور پکارنے

والے کی آواز سنیں۔ دن طویل ہوگا، اور آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمانون کے فرق رہ جائے گا۔ پسینے آنا شروع ہوں گے۔ قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ غڑپ غڑپ کریں گے، جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ قرب آفتاب سے غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ رہ رہ کر تین گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں! تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہونچے؟ کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے، جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں، ان کے پاس چلنا چاہیے۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

عرض کریں گے: اے باپ ہمارے! اے آدم! آپ ابو البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے بنایا، اور اپنی روح آپ میں ڈالی، اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا، اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا۔ سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں، اور کس حال کو پہنچے؟

آدم علیہ الصلاۃ والسلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا، نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے،

مجھے اپنی جان کا غم ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

عرض کریں گے: پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟

فرمائیں گے: اپنے پدر ثانی نوح کے پاس جاؤ۔ کہ وہ پہلے نبی ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا۔ وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ لوگ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے:

اے نوح! اور اے نبی اللہ! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا، آپ کو برگزیدہ کیا، اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے؟ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

نوح علیہ السلام فرمایں گے: میں اس قابل نہیں۔ یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا۔ آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے، جو نہ اس سے پہلے کیا، اور نہ اس کے بعد کرے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

(فقیر ظفر الدین قادری غفر لہٗ کہتا ہے کہ یہ حدیث بہت طویل ہے، جس میں نوح علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا، اور ان کا اپنی مجبوریوں کو بیان کرنا مذکور ہے پھر لوگ ان کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت عرض کریں گے اور وہ بھی صاف جواب دیں گے پھر ان کے حکم کے مطابق لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

پاس جائیں گے وہاں بھی کورا جواب پائیں گے پھر لوگ ان کے مشورہ
کے مطابق آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوں گے اور مطلب عرض کریں گے اعلیٰ حضرت نے ان سب
واقعات کو پوری تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔)

اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہ عرش جاہ، بیکس پناہ، خاتم دورۂ رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب باوجاہت، مطلوب بلند عزت، ملجائے عاجزاں، ماوائے بے کساں، مولائے دوجہاں، حضور پرنور محمد رسول اللہ، شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وعیالہ میں حاضر آئے۔اور باہزاراں ہزار نالہائے زار، ودل بے قرار، وچشم اشک بار، یوں عرض کرتے ہیں:

اے محمد! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتحیاب کیا، اور آج آپ بہ امن واطمینان تشریف لائے۔حضور اللہ کے رسول، اور انبیا کے خاتم ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے، کہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔حضور نگاہ کریں، کہ ہم کس درد میں ہیں؟ حضور ملاحظہ تو فرمائیں، ہم کس حال کو پہنچے؟

حضور پرنور ارشاد فرمائیں گے: انا لھا انالھا و انا صاحبکم میں شفاعت کے لیے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں، جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے۔

اس کے بعد حضور نے اپنی شفاعت کی کیفیت ارشاد فرمائی۔

یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بہ نگاہ ایمان دیکھے، اور

اولاً: حق جل وعلا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیوں کر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے کرام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا، اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ شفاعت تو پاتے مگر یہ کیسے کھلتا کہ یہ منصب انجم اسی سید اکرم کا حصہ ہے۔

ثانیاً: سوال شفاعت پر حضرات انبیا کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا دیکھیے۔ یہیں مقام محمود کا مزا آتا، اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت، ومصابیح نبوت میں افضل واعلی، وبلند وبالا وہی عرب کا سورج حرم کا چاند ہے، جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے ـــــ اور انبیائے خمسہ کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اول انبیا و پدر انبیا ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوا العزم مرسل، اور سب انبیائے سابقین سے اعلی وافضل۔ تو ان پر تفضیل سب پر تفضیل۔ والحمد للہ الملک الجلیل

جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام وملائکہ کرام:-

اس میں چودہ ارشادات ہیں کہ دونوں جلوہائے گزشتہ کے ارشادات ملا کر ترپن ہوئے۔

ارشاد پنجاہ وسوم یہ ہے: مولانا علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے آ کر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یاظاہر السلام علیک یا باطن

میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں؟

عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اور اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت دی، اور تمام انبیا و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام وصفت سے حضور کے لیے نام وصفت مشتق فرمایا ہے ـــــ حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیا سے آفرینش میں مقدم ہیں ـــــ اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سب سے مؤخر، اور آخر الامم کی طرف خاتم النبیین ہیں ـــــ اور باطن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا، اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے، یہاں تک کہ حق جل جلالہ نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے، اور ڈر سناتے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتے، اور چراغ تاباں ـــــ اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف وفضل سب اہل آسمان و زمین پر آشکار کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں، جو حضور پر درود نہ بھیجے۔ حضور کا رب محمود ہے، اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول، آخر، ظاہر، باطن ہے۔ اور حضور بھی اول، آخر، ظاہر، و باطن ہیں۔

یہ بشارت عظیم سن کر حضور نے فرمایا: الحمد للہ الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیا پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔

تابش سوم طرق وروایات حدیث خصائص میں:-

متعدد محدثین کرام نے متعدد صحابہ عظام سے مختلف سندوں کے ساتھ احادیث خصائص بیان فرمائیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور سید عالم ﷺ نے

اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے، جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ان روایات میں سے کسی میں دو، کہیں تین، کہیں چار باتیں بیان فرمائیں۔کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس۔اور حقیقۃً سو، اور دو سو پر بھی انتہا نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے ''خصائص کبریٰ'' میں ڈھائی سو کے قریب حضور کے خصائص جمع فرمائے۔اور یہ صرف ان کا علم تھا۔ان سے زیادہ علم والے ان سے زیادہ جانتے ہیں۔اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔پھر تمام علوم، علم اعظم حضور سید عالم ﷺ سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل و خصائص جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا؟ اور حضور سے زیادہ علم والا ان کا مالک و مولیٰ جل وعلا " ان الیٰ ربك المنتھی " اور " وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ" اسی لیے حدیث شریف میں ہے:" یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی " اے ابوبکر! جیسا میں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا ؂

تراچنانکہ توئی دیدہ کجا بینند ÷ بقدر بینش خود ہر کند ادراک

تابش چہارم آثار صحابہ وبقیہ موعودات خطبہ میں:-

اس میں بارہ روایتیں ہیں۔بارہویں روایت یہ ہے۔

بزار، امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی: جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان سکھانی چاہی، جبرئیل براق لے کر حاضر ہوئے۔حضور سوار ہو کر اس حجاب عظمت تک پہونچے، جو رحمٰن جل مجدہ کے نزدیک ہے۔پردے سے ایک فرشتہ نکلا، اور اذان کہی۔حق عز جلالہ نے ہر کلم پر، مؤذن کی تصدیق فرمائی۔پھر فرشتے نے حضور پرنور ﷺ کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔حضور نے اہل سمٰوات

کی امامت فرمائی، جن میں آدم ونوح علیہما الصلاۃ والسلام بھی شامل تھے۔اس روز حق تبارک تعالیٰ نے محمد ﷺ کا شرف عام اہل آسمان وزمین پر کامل کردیا ——— اسی کے مثل ابونعیم نے مولیٰ علی سے روایت کی، جس میں ہے: پھر حضور اقدس ﷺ سے کہا آگے بڑھیے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی، اور مخلوقات الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں: یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم اور آج پنجم ذی قعدہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین۔

(۴۳) حیاة الموات فی بیان سماع الاموات (۸)

جیسا پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ مذہب وہابیت کا اصل الاصول، انبیا و اولیا کی توہین اور بے قدری، ان کے اوصاف وکمالات واقعیہ کا انکار، اور ان کو ایک محض معمولی سطح پر لانا، اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن صفات سے ان کی اہمیت وعظمت ثابت ہوتی ہو، اس کا انکار، اور اگر یہ نہ ہو سکے، تو عدم اقرار ہی رہے۔ انھیں مسائل میں ایک مسئلہ سماع اموات ہے۔ یعنی بزرگان دین کا اپنے مزارات میں استعانت واستمداد کرنے والوں کی عرض سننا، اور خداوند عالم کا ان کے وسیلہ سے ان لوگوں کی حاجت روا فرمانا، وہابیہ کو اس سے انکار ہے۔ اگر چہ اس مسئلہ میں گنگوہی صاحب خلاف معمول ذرا ڈھیلے ہیں۔ اس کو مختلف فیہ بتاتے ہیں۔ ورنہ وہ تو کسی طرح شرک وکفر سے نیچے کی باتیں ہی نہیں کرتے ہیں۔

فتاوی رشیدہ حصہ اول ص ۱۲ پر سینتیسواں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> روح کو حیاۃ ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر۔

دیکھیے! اصل مذہب وہابیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ولی کو عامی کے برابر کر دیا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۷۳ پر اٹھارہویں سوال کے جواب میں لکھا۔

> یہ مسئلہ (سماع موتی) عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے۔ جس پر عمل کرے درست ہے۔

غنیمت ہے کہ تلقین کی اجازت تو دی، اگرچہ ایک ہی قول کی بنا پر۔ ''اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا'' کی بھی ایک ہی کہی۔ فیصلہ تو اختلافی باتوں ہی کا ہوتا ہے، متفق علیہ بات میں فیصلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ۱۰۰ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اول زمانہ قریب فن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔

یہ 'اول زمانہ قریب دفن' کی تخصیص ہی عجیب ہے۔ جب روح زندہ ہی ہے، پھر اس 'قرب دفن' کی کیا خصوصیت؟

پھر فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کے ۱۱۳/ پر سوال 'میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟' کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

اموات کے سننے میں علما کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

تعجب ہے کہ گنگوہی صاحب یہ کیسی ان کہی کہہ رہے ہیں؟ ورنہ ان کا مذہب درحقیقت سماع کا انکار، اور نہ صرف انکار بلکہ حسب عادت مستمرہ کفر ہے۔ اولیائے کرام ان کے نزدیک کس گنتی وشمار میں ہیں؟ حضور اقدس ﷺ جن کی حیات بالاتفاق ثابت، ان کے سماع کے متعلق یہ گہر ریزی کی ہے۔ فتاوی رشیدیہ حصہ اول ۹۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ علیہ الصلاۃ والسلام خود خطاب، سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے، یا السلام علی النبی کہے۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلاۃ آپ کو پہنچایا جاتا

ہے۔ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے ۔جیسا احادیث میں آیا ہے،تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔اھ

یہ کفر بھی عجیب وغریب ہے۔جو سنتا ہے وہ خود ہی سنتا ہے یا اس کے بدلے دوسرا سنتا ہے؟ اور اگر رسول اللہ ﷺ کا سننا،اس وجہ سے کفر خیال کیا کہ یہ صفت خاص خدا کی ہے،تو وہ فرشتہ یا جماعت ملائکہ کی خود کیونکر سن سکتی ہے؟ صفت مخصوص باری تعالیٰ میں تو کسی کی شرکت جائز نہیں۔غرض

جو بات کی حضور نے وہ لاجواب کی
پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

غرض وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے ـــــ اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب درمیان زائر اور مقبور کے، حجب عدیدہ سمع وبصر حائل،تو سماع اموات اور بصارت صور محال۔اگر بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادّہ، زیادت ادراک بھی حاصل ہو،لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہِ خاص، جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر و حیز اختیار پروردگار عالم ہے، بروقت دعا زائر کے، وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں۔جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے،تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔اور نہیں ہے یہ اعتقاد،مگر شرک۔اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک۔

اور بعض لوگ آیہ کریمہ اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ مَنۡ فِی الۡقُبُوۡرَ ط اور آیہ کریمہ وَمَا أَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ط کو سند میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۳۰۵ھ کو ایک صاحب کا فتویٰ، جس میں نفی سماع موتی کی دلیل عقلی مذکور تھی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں پیش ہوا۔

اور اس کی تصدیق چاہی۔ ازاں جا کہ یہ جواب غلط، خلاف مذہب اہل سنت وجماعت تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تصدیق نہ فرمائی۔ اور اس مسئلہ پر مستقل رسالہ مسمی بہ **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** ایک سو بائیس صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ بمبئی مطبع گلزار حسنی میں چھپا، اور شائقین کی خدمت میں مفت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر پیش کیا گیا۔ دوسری مرتبہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں طبع ہوا۔ میرے پیش نظر طبع دوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کریمہ مستمرہ کے مطابق حمد ونعت سے شروع کیا، جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی خلق الانسان ° وعلمه البیان ° واعطاه سمعا وبصرا وعلما فزان ° وجعله مظهرا لصفات الرحمٰن ° ولم یجعله معدوما بفناء الابدان ° والصلاة والسلام الاتمان الاکملان ° علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملك المستعان ° المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ° سیدنا ومولانا محمد النافذ حکمه فی عوالم الامکان ° الخ

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا وہ فتوی نقل فرمایا ہے۔
اس کے بعد مقصد اول، نوع اول میں اس کا رد فرمایا ہے۔ لیکن رد واعتراض کو بلفظ سوال تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس طرح پچیس سوالات فرمائے ہیں، یعنی پچیس طرح اس کا رد فرمایا ہے، جن میں بعض یہ ہیں۔

سوال اول: جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی ہے، یا شرعی، یا عادی؟

بر تقدیر اول: کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو یا نہیں؟ اگر کہیے، نا۔ تو ان اللہ علی کل شیء قدیر کا کیا جواب؟ اور فرمایئے، ہاں۔ تو استحالہ کہاں؟

بر تقدیر ثانی: آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ حائل وحجاب رہیں گے، ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔

بر تقدیر ثالث: عادت اہل دنیا مراد، یا عادت اہل برزخ ——— بر تقدیر اول کیا ثبوت ہے کہ مانع دنیوی، عائق برزخ بھی ہے؟ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے، مگر بطور خرق عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں ——— درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیوں کر جانی؟ اموات نے آ کر تو بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقہ سے معلوم ہوا تو ارشاد کیجیے۔ اور ماموں کہ دعوی بتمامہا زیر لحاظ رہے

سوال پنجم: جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجیے، سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر کہیے، ہاں۔ تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک

پہنچی ہے ـــــ اور فرمایئے ،نا۔ تو مزار پر جا کر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق ماننا کیونکر جانا گیا؟

سوال ھفتم: کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور؟ جب تو واجب کہ تمام اندھے، بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور (جس کے بارے میں حدیث میں ہے۔ اعطاہ اسماع الخلائق) آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق، بلکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا، کیونکر مفہوم ہوا؟ عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال ھشتم: بفرض لزوم، سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق؟ علی الاول، ملازمت باطل۔ وعلی الثانی، لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری ہو ـــــ اور کسی بات کا سننا، کسی غیر خدا کے لیے ماننا، مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں۔ یا ہر ذی سمع وبصر علی الاطلاق؟ تو آفت اشد ہے۔ **والعیاذ باللہ**

سوال نھم: ان اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں، تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں۔ آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم ۔تو دونوں صورتیں محتمل رہیں ۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیوں کر ہوسکتا ہے؟ غایت یہ کہ بے دلیل ہو، تو غلط سہی ۔کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے؟

سوال پانزدھم: شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:۔

اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند وارباب حاجات

ومطالب حل مشکلات خوداز انہامی طلبند ومی یابند۔

کہیے! زیادت ادراک مسلم؟ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب وبحیز اختیار پروردگار عالم ہے، پھراویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں، کیوں کر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے؟ اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیوں کر صحیح ومقبول ٹھہری؟

نوع دوم میں جناب مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کی آٹھ مخالفتیں مذکور ہیں۔

مخالفت ۱: مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور مؤمنین خاصۃ بزرگان دین، مندوب ومسنون ہے۔

یہ خصوصیت ہمارے طور پر بے شک حق، مگر مولوی اسحاق صاحب 'مأۃ مسائل' میں لکھتے ہیں:۔

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابرست۔

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:

بلکہ از زیارت قبور اغنیا وملوک زیادت غیرت حاصل می گیرد۔

مخالفت ٦: جناب نے امتناع رؤیت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ ابتنا باعلیٰ ندا منادی، کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود ان میں راسأیہ قوتیں نہ ہوتیں، تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی ــــــ اب متکلمین جماعت سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس

تخصیص کے مقر ہوں گے، یا راساً منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند، یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی سے سوال ہوا۔

سماعت موتی سوائے سلام جائز ست؟

جواب دیا:

ثابت نیست۔

کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے، جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں۔

پھر آیت سے استدلال کا تین جواب دیا۔

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ؟ نظیر اس کی آیہ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ۝ ہے، اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ۝ یوہیں یہاں بھی ارشاد ہوا: اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ ۝

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو، تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا —— کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ یقیناً یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ خود اسی آیت کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ؎

وآیة النفی معناها سماع هدی

لا یقبلون ولا یصنعون للادب

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے؟ موتی سے ــــــ موتی کون ہیں؟ ابدان۔ کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ جو قبر میں ہے اس کو تم نہیں سناتے ہو۔ قبر میں کون ہے؟ جسم۔ کہ روحیں تو علیین، یا جنت، یا آسمان، یا چاہ زمزم وغیر ہا مقامات عز واکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین، یا نار، یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں ہیں۔

امام سبکی **شفاالسقام** میں فرماتے ہیں: لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح

مقصد ثانی احادیث کے بیان میں

اس میں انیس حدیثیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد موت روح وصفات وافعال روح باقی رہتی ہیں۔

حدیث ۵: امام احمد، وابن ابی الدنیا، وطبرانی، ومروزی، وابن منده ابوسعید خزری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اسے غسل دے، اور جو اٹھائے، اور جو کفن پہنائے، اور جو قبر میں اتارے۔

حدیث ۱۳ : ابن ابی الدنیا، عمرو بن دینار سے راوی کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفناتے اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

نوع دوم احادیث سمع ادراک اہل قبور میں

اوراس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول: اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث ۲۰: امام احمد وحاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی: میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار پاک ہے یونہی چلی جاتی تھی؛ اور جی میں کہتی تھی، وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہر اور میرے باپ ــــــ جب سے عمر دفن ہوئے، خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔

فرمایئے! اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق کے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ 'مکان میں میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں، غیر کون ہے؟'

فصل دوم: زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں، تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟

حدیث ۲۲: امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں: قبر میں مردہ کے زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے، جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آئے

فصل سوم: زندوں کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔

حدیث ۲۵: امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا: لا توذ صاحب القبر اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے

زائرین کو پہچانتے، اور اس کا سلام سنتے، اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث ۳۴: ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابن عساکر، خطیب وغیرہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے دنیا میں شناسائی تھی، اور اسے سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا، اور اسے پہچانتا ہے۔ اور جب ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے جان پہچان نہ تھی، اور سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث ۳۶: طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ سید عالم ﷺ مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے، اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں، بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں۔

حدیث ۴۰: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اپنے صحاح میں انس بن مالک سے راوی کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں: مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں، تو بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث ۴۷: صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار اہل بدر کی قتل گاہ دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا۔ اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا، وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ ناپاک، ایک کنویں میں بھر

دیئے گئے۔ سید عالم ﷺ وہاں تشریف لے گئے، اور نام بنام ان کفار لیام کو، ان کا، اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا: تم نے پایا، جو سچا وعدہ خدا ورسول نے تمہیں دیا تھا؟ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور، ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روحیں نہیں؟ فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث ۵۲: ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور ان کے قبر پر گذرے، دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں! حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث ۵۷: ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی ﷺ نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گذرے، اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں: مجھے مصطفیٰ ﷺ نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گذر نہ ہوا، مگر یہ کہ

اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ بے سمع فہم محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنیٰ حقیقی پر محمول کیا۔ ولہٰذا عمر بھر اس پر عمل کیا۔ فتبصر

حدیث ۵۹: امام احمد تاریخ نیشا پور اور بیہقی، و ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن میسّب سے راوی کہ ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے، یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن میسّب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی، کسی نے مولیٰ علی کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتایئے، ہمارے بعد کیا گذری؟ امیر المومنین نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لیے، اور تمہارے مال، سو وہ بٹ گئے، اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی۔ اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا، اس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی تو خبریں یہ ہیں۔ اب تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے عرض کی: کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا، اس کا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا، اس کا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

مقصد ثالث اقوال علما میں

اعلیٰ حضرت نے اس مقصد میں سوائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے طیبہ پیش فرمائے ہیں۔ جن کے اقوال دربارۂ سماع موتی

حضرت کے پیش نظر ہیں۔ازاں جملہ گیارہ صحابہ کرام ہیں ـــــ بارہ تابعین عظام ـــــ تین تبع تابعین ـــــ کل ۲۶ ہوئے۔اور ۷۴ اعاظم سلف اور اکارم خلف۔کل سو حضرات ہوئے۔اس کے بعد دس نام ان عالموں کے بھی تحریر فرمائے ہیں، جن پر مخالفین اعتماد کے لیے مجبور و مضطر ہیں۔مثلاً

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب [۲] شاہ عبد الرحیم صاحب [۳] شاہ عبدالعزیز صاحب [۴] شاہ عبد القادر صاحب [۵] مرزا مظہر جان جاناں صاحب [۶] قاضی ثناءاللہ صاحب [۷] مولوی اسحق صاحب دہلوی [۸] نواب قطب الدین صاحب [۹] مولوی خرم علی صاحب بلہوری [۱۰] مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ان کے علاوہ ۶۵ نام صحابہ وتابعین، واتباع تابعین وعلمائے مشاہیر کے اور گنائے جن، کا مجموعہ پونے دوسو ہوا۔

یہ مقصد دو نوع پر مشتمل۔نوع اول اقوال علمائے سلف وخلف میں۔اس میں ایک تمہید اور پندرہ فصل ہیں۔تمہید اس میں کہ روح موت سے نہیں مرتیں اس میں پانچ قول ہیں۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: روحیں مرتی نہیں، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

فصل اول: موت سے صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے، نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔اور اس میں پانچ قول، اور پانچ روایات مناسبہ ہیں۔

قول [۵]:- ملاعلی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اولیا کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلاً فرق نہیں۔اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت اول: امام عارف باللہ استاد ابو القاسم قشیری اپنے 'رسالہ' میں بسند خود، حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہ سے راوی کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا۔باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ مسکرایا۔اور کہا: اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مرجائیں؟ وہ تو یہی کہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آنا۔اس کے علوم وافعال کا بدستور رہنا، بلکہ زیادہ ہوجانا، اور اس فصل میں پندرہ قول ہیں جو بشمول فصل اول ۲۰ رہوئے۔

قول [۷]: تفسیر بیضاوی میں ہے۔یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں۔یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہے (روحیں) موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر آیات واحادیث ناطق۔

قول [۱۷]: امام سیوطی فرماتے ہیں: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ہاں! فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ہماری دلیل وہ آیتیں، حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا واہل دنیا کو بھی شامل ۔اور اس فصل میں پانچ اقوال ہیں،تو کل پچیس ہوئے۔

قول[۲۵]: شیخ محقق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں: 'بالجملہ کتاب وسنت مملوشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت می کنند بر وجوہ علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار ومنکر دین'۔

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں،اور اس میں ۹ قول ہیں،تو کل ۳۴ رہوئے۔

قول[۲۶]: ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی کہ وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی ۔کسی نے کہا۔ یہاں اتر کر قضائے حاجت کرلیجیے۔فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسے زندوں سے۔

قول[۲۸]: علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علما نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے،اس پر سلام عرض کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت وعظمت رکھتا ہے،اس کے سامنے بے سلام چلا جانا مروت وادب سے بعید ہے۔

فصل پنجم: افعال احیا سے تأذّی اموات میں۔اور اس میں ۷ قول ہیں تو کل ۴۱ ہوئے۔

قول[۳۴]: مراقی الفلاح میں ہے۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

قول[۴۰/۴۱]: شیخ محقق نے اشعة اللمعات میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا ہے: 'ازینجا مستفاد میگردد بتمام انچہ متلذ ذمی شود بدان زندہ'۔

فصل ششم: ملاقات احیاو ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول[۴۲]: امام سیوطی انیس الغریب میں فرماتے ہیں: ویانسون ان اتیٰ المقابر ÷ جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

قول[۴۷ تا ۴۹]: رد المحتار میں غنیہ شرح منیة سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا دل بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول[۵۹ تا ۶۲]: مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد وفتاوی غرائب وغیر ہا میں ہے: گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک وہ تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں۔

فصل ہفتم: مردے اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول[۶۷]: انیس الغریب میں ہے۔ع: ویعرفون من اتٰھم زائرا

جوزیارت کوآتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں۔

قول[٦٨]: تیسیر میں ہے: بعد دفن بھی مردے کاشعور باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں۔

قول[۷۳و۷۴]: اشعة اللمعات میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: دریں حدیث دلیل واضح ست بر حیات میت وعلم دی وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان ومراعات ادب. بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ درحالت حیات ایشاں۔

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے، اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول[۷۵تا۷۸]: امام یافعی، پھر امام سیوطی، امام محب الدین طبری سے ناقل کہ میں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ 'زبیدہ' میں تھا۔ انھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تذئیل امام یافعی، امام سیوطی، انہیں اسمٰعیل سے حاکی ہوئے کہ بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا۔ بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے۔ پھر کھلکھلا کر ہنسے، اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب میں دیکھا۔ رویا، اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا: تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسمٰعیل! میں انھیں میں سے ہوں۔ میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت منهم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

قول[۸۱و۸۲]: شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے کہ احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے، مردے کو اس کا علم ہوتا ہے۔اس کا سلام سنتا، اور ان سے انس کرتا، اور اس کو جواب دیتا ہے۔اور یہ بات شہدا وغیر شہدا سب میں عام ہے، نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو بعض وقت نہ ہو۔

فصل نہم: اولیا کی کرامتیں، اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول[۸۷]: علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے، وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ہم نے ایک خاص رسالہ اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

(قول[۹۰]: امام شیخ الاسلام شہاب رملی فرماتے ہیں کہ انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول[۹۵و۹۶]: شرح مشکوٰۃ میں شیخ محقق دہلوی نے فرمایا کہ "یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ودو کس دیگر را از اولیا شمرد مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ ست گفتہ۔

فصل دہم: الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد ویاری ہے۔

قول[۹۷]: امام عبد الوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں۔اور دنیا وبرزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔

یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔ وللہ الحمد

حسبی من الخیرات مااعدته یوم القیٰمة فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیرالوریٰ ثم اعتقادی مذهب النعمٰن
وارادتی وعقیدتی ومحبتی للشیخ عبد القادر الجیلانی

وی بخاک رضا شدم گفتم کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خبرے گو بما ز تلخی مرگ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکام ما کردند سنیت را گدائے میکدہ ایم
شیر بودیم وہ شہد افزودن ماسراپا حلاوت آمدہ ایم

قول[۱۰۳]: علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا: اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول[۱۱۵و۱۱۶]: سیدی جمال مکی کے فتاوی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول: انبیا ورسل و اولیا وصالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علما میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سمع وفہم وعلم وشعور ہے۔

قول[۱۱۷]: امام عز الدین ابن عبد السلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم قبور پر سلام کریں۔ اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں، تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول[۱۲۰]: علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ

سماع موتی نقل کر کے فرماتے ہیں: یہی ظاہر ومختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول[۱۲۳]: مولانا علی قاری شرح اللباب دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں: نہ بلند آواز سے ہو، نہ بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے، فوت ہوجائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں

قول[۱۲۴تا۱۲۷]: منسک متوسط ومسلک متقسط و اختیار شرح مختار وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ بعد زیارت سید عالم ﷺ ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے: آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزاو عوض نیک دے، بہتر اس عوض کا جو کسی امام اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک اپنی بہترین خلافت سے نبی ﷺ کی نیابت کی۔ اور بہترین روش سے حضور کی راہ اور طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے، یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو، اور بعد سلام عرض کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے۔ اور ان سے راضی ہو، جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام اور مسلمین کی رعایت کی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے ان کا جتھا باندھا، اور ان کے

محتاجوں کوغنی کردیا، اوران کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کوتلقین اوراسے عقائد اسلام یاددلانے میں

(قول[۱۳۶]: بنایہ شرح ھدایہ میں ہے کہ تلقین کیوں کرنہ کی جائے گی؟ حالانکہ نبی ﷺ سے مروی ہوا۔ حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

قول[۱۴۴ و۱۴۵]: ھندیہ میں مضمرات سے ہے ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں، وقت نزع بھی، اور وقت دفن بھی۔

قول[۱۵۰تا۱۵۲]: جامع الرموز میں جواھر سے منقول: سئل القاضی مجدد الکرمانی عنه قال ما رأه المسلمون حسنا فھو عند الله حسن و روی فی ذالک حدیثین قاضی مجدد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا ہاں جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اوراس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

(قول[۱۵۴]: کشف الغطا میں امام صفار کا ارشاد نقل کیا: سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شدمیت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی گوید باں پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض ست وروح درقبر معاد نمی شود۔

فصل چہاردہم: اصل مسئلہ سائل میں یعنی ارواح کرام کوندا اوران سے توسل وطلب دعا

قول[۱۵۷تا۱۵۹]: خواجہ حافظی فصل الخطاب شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل: امام علی موسیٰ رضا سے عرض کی گئی۔ مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر: سلام آپ پر اے اہل بیت

رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں، اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے! مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے۔ اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں، اس سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں۔

قول[۱۶۰]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے: یارسول الله یا علی یا شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! اولیا سے مدد مانگنی، اور انھیں پکارنا، اور ان کے ساتھ توسل کرنا، امر مشروع وشئ مرغوب ہے۔ اس کا انکار نہ کرے گا، مگر ہٹ دھرم، یا دشمن انصاف۔ اور وہ برکت اولیا سے محروم ہے۔

قول[۱۷۳]: سیدی محمد عبدری 'مدخل' میں دربارہ زیارت قبور انبیائے سابقین فرماتے ہیں: زائر اُن کے آگے حاضر ہو، اور اس پر متعین ہو دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر جب حاضری سے شرفیاب ہو، تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے۔ اور ان کی سرکار میں فریاد کرے۔ اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے۔ اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں۔ اور سنت الٰہیہ جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد لله رب العالمين

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول[۱۷۴تا۱۷۸]: امام خاتمۃ المجتہدین، تقی الملۃ والدین

سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیا میں ایک فصل ماورد فی حیاۃ الانبیاء، دوسری فصل حیاۃ الشہداء میں وضع کر کے، تیسری فصل تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی۔ اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتی ثابت کر کے فرمایا:

بالجملہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں۔ اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں، تو ان کی تصدیق واجب ہے ـــــ فصل اول میں انبیاعلیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا: رہے ادراکات جیسے علم وسماع، تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں۔ پھر انبیا تو انبیا ہیں ـــــ امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی ـــــ امام زین الدین مراغی اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ نایاب تحقیق ہے، اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں، رغبت کرنے والے ـــــ امام احمد قسطلانی نے مواھب میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی ـــــ پھر علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواھب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول[۱۸۱و۱۸۲]: امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: بتحقیق کہا گیا ہے کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے۔ اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا۔ اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان

لگا کر سنو، اور چپ رہو، شاید تم پر مہر ہو۔ اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

قول[۱۸۳]: مرقاۃ میں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: سب مردے سلام وکلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول[۲۰۰]: جامع البرکات میں فرمایا: سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحاد بشر۔ انتہی والحمد للّٰہ رب العالمین

فقیر غفر لہ اللہ تعالیٰ لہ نے جن سولہ ائمہ وعلما کے اسما طیبہ گنائے تھے۔ بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو سو شمار کر دیئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

نوع دوم: اقوال کبراء وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے۔ ناظران کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کر لے سو ست سو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں۔

وصل اول:

(مقال ۱): ۔ شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں: ۔

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں، یہ وضعیں اور عادتیں اور علم
سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں، جدا نہیں ہوتے۔

(مقال۴):- شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

چون آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم
ست وشعور وادرا کے کہ داشت حالا ہم وارد بلکہ صاف تر وروشن تر۔اھ
ملخصا۔

(مقال۶):- قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کارا جساد می کند وگاہے
اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدارا سایہ
نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا
کہ خواہند می روند وبسبب ہمیں حیات اجساد وآنہارا در قبر خاک نمی خورد
بلکہ کفن ہم می ماند۔

(مقال۱۳):- مولانا شاہ عبدالقادر صاحب تفسیر موضح القرآن
میں زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں۔اور
بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی
روح سنتی ہے۔اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم: بقائے تصرفات وکرامات اولیا بعد الوصال میں۔

(مقال ۱۷):- مرزا مظہر جان جاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

بعض ارواح کاملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ
تصرفے باقی ست۔

(مقال ۱۸):- مولوی اسمٰعیل دہلوی 'صراط مستقیم میں، مولی علی

کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی نسبت لکھتے ہیں:-

درسلطنت سلاطین وامارت مراہمت ایشاں را دخلے ہست کہ برسیاحان عالم ملکوت مخفی نیست۔

(مقال ۲۰):- مظاہر الحق میں ہے:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں۔

وصل سوم: بعد وصال اولیا کے فیض وامداد میں

(مقال ۲۴):- 'تفسیر عزیزی' میں فرماتے ہیں:-

ارباب حاجات حل مشکلات خود آنہا می طلبند ومی یابند۔

(مقال ۳۷):- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ دوستاں ومعتقدان را در دد دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمنان را ہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویست فیض باطنی می رسد۔

(مقال ۶۵):- 'صراط مستقیم' میں ہے:-

حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت وتوسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود۔

وصل چہارم: اصل مسئلہ سائل یعنی اولیاء کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کے ندا میں

(مقال ۸۰):- شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رو داز انجا انجذاب دریوزہ کند۔

(مقال ۸۹):- مرزا جان جاناں صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن۔الخ

(مقال ۱۰۳):- اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود، و بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ

(مقال ۱۰۵):- رسالہ 'فیض عام' مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

طریق استمداد از ایشاں انست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجامی کنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے۔واللہ الهادی الی سبیل الصواب۔

الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہونچی۔سو مقال کا وعدہ تھا، ایک سو پانچ گنے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس سوال تھے۔مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں۔اور نوع اول میں دو سو قول۔اب یہ ایک سو پانچ مقال مل کر چار سو کا عدد کامل۔اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ دربارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ۔

مسئلہ سماع موتی میں علمائے عرب کا مہری ودستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود ہے۔ جس میں حسب ذیل حضرات کی دستخط ومواہیر ہیں۔

[۱] مولانا محمد حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

[۲] مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی حنفی

[۳] مولاناحسین بن ابراھیم مالکی مفتی مالکیہ

[٤] مولانااحمد زینی دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ

[٥] مولانامحمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

[٦] مولاناعبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

[۷] مولانا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ

[۸] مولاناسید ابراھیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ منورہ

کی دستخط ومواہیر ہیں۔

اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا۔ پھر بوجہ عروض اعراض واہتمام دیگر اغراض اس کی تبییض نے تاخیر پائی، اب الحمد للہ بعنایت الٰہی واعانت رسالت پناہی علیہ افضل الصلاۃ والسلام وعلی الہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کووقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا۔ اوراثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا اضافہ ہوا۔ والحمد للہ اولا وآخرا باطنا وظاھرا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومونالا محمد وآلہ وصحبہ ابنہ وحزبہ وعلینا معھم وبارك وسلم۔

(٤٤) انهار الانوار من یم صلاة الاسرار (٩)

وہابیہ کی شرکی داستان صرف ایک یا دو مسئلہ پر منحصر نہیں بلکہ جس جگہ انبیا واولیا کی تعظیم وتکریم ہوتی دیکھی، وہیں شرک جماد یا۔ صوفیائے کرام خصوصاً مشائخ قادریہ کا ایک زمانہ قدیم سے معمول ومجرب عمل، قضائے حاجت وحصول مرادات کے .لیے صلاۃ غوثیہ ہے۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

مگر وہابیہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ گنگوہی صاحب کے فتاوی حصہ اول ص ۸۴ پر ایک سوال ہے۔

صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

سائل مسئلہ شرعیہ پوچھتا ہے، نہ ذاتی رائے۔ لیکن گنگوہی صاحب جواب میں فرماتے ہیں:۔

بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور نہ جائز مانے۔

سائل کا سوال آپ کی پسندیدگی یا ناپسند کرنے سے نہ تھا۔ اور نہ یہ سوال تھا کہ آپ اس کو جائز جانتے ہیں، یا نہیں۔ لیکن کمال حیاداری سے یہ جواب آپ نے عنایت فرمایا۔ سچ کہا کسی نے ؎

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

خصوصاً جب سائل نے لکھا تھا کہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے، تو یا اس کا رد کیے ہوتے کہ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ مشائخ کے معمول کے سامنے سر جھکانا تھا۔ یا اگر اس کی حرمت وناجوازی قرآن وحدیث سے آپ کے علم میں تھی، تو اس کو لکھ کر سائل کو فائدہ پہنچانا تھا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۱۲۳ پر ایک سوال ہے:۔

صلاۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلاۃ معکوس وصلاۃ ہول بھی جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب تحریر کیا:۔

صلاۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں۔ اور صلاۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے۔ اور صلاۃ ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہیں۔

جب نماز غوثیہ کی فضیلت جناب کو معلوم ہی نہیں۔ پھر ص ۸۴ پر ناپسند کیوں کیا، اور ناجائز کیوں بتایا؟ حکم دینے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول اس کی حقیقت معلوم ہونی، پھر شرع سے حرمت وممانعت کا ثبوت ——— جب حقیقت ہی نہیں معلوم، تو مجہول پر حکم ممانعت لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے؟ وہ تو خدا کو بہت اچھا کرنا تھا کہ مولوی صاحب خوش قسمتی سے صلاۃ غوثیہ کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ شرک کا فتوی دینے سے کسی طرح باز نہیں رہتے۔ اس لیے کہ صلاۃ غوثیہ کہ صلاۃ غوثیہ میں بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام عرض کرنا ہوتا ہے۔ اور گیارہ مرتبہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی امددنی فی

قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا، اس کے بعد ۱۱ قدم بغداد شریف کی طرف چلنا ہوتا ہے۔ اور ہر قدم پر یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا ہوتا ہے۔ اور مولوی صاحب کے فتاویٰ سے ثابت کہ ندا بالغیر اور استعانہ وامداد بالغیر سب شرک ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ میں ہے:۔

اور مدد مانگنا اولیا سے حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی یا نبی ہو شرک ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۷ پر ہے:۔

اور جب انبیا علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو وہ خود کفر ہے۔

مقام غور ہے کہ جب یارسول اللہ کہنا ناجائز ہے، تو یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین کہنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور اگر ولی اللہ کو بھی علم غیب مان کر دور سے سننے کا عقیدہ رکھ کر کہا، تو خود کفر ہونے میں کیا شبہہ رہا؟ واقعی مولوی ہوتو ایسا مشرک گر، کافر ساز کہ بات کا بتنگڑ کر کے خواہ مخواہ کفر وشرک تک نہ پہنچائے، تو اسے چین نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو رسالے تحریر فرمائے۔ ایک اردو میں پچاس صفحے کا، جس کا سوال ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ میں جناب مستطاب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری

نے ’دہلی کھڑکی فراش خانہ‘ سے بھیجا تھا۔ جس کا نام تاریخی انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ہے۔ دوسرا رسالہ عربی میں بارہ صفحے کا۔ جس کا تاریخی نام ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار ہے۔ جبکہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدر آبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ غوثیہ کی اجازت چاہی تھی۔ یہ رسالہ گویا اجازت نامہ صلاۃ غوثیہ یعنی صلاۃ الاسرار کا ہے، جو اعلیٰ حضرت نے مولانا شاہ ابراہیم صاحب موصوف کو عطا فرمایا تھا۔ رسالہ اولیٰ یعنی انہار الانوار میں بعد نقل سوال ابتدائے جواب حسب دستور خطبہ عربیہ فصیحہ بلیغہ سے کیا ہے۔ الفاظ کریمہ حمد و نعت کے یہ ہیں۔

الحمد للّٰہ علی حسن بلائه ÷ ملأ ارضه و ملأ سمائه ÷ وملا ماشاء فی قدره وقضائه ÷ والشکر للمصطفی علی نعمائه ÷ شکرا یوافی حسن الائه ÷ و یکافی عنا مزید عطائه ÷ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی ابنائه ÷ وازواجه و اصحابه واحبائه ÷ ووارث علمه ومجده وسنائه ÷ غوثنا الاعظم رافع لوائه ÷ ومشائخنا الکرام وسائر اولیائه ÷ صلاة تکشف لنا الاسرار ÷ و تصرف عنا اذی الاشرار ÷ وتکون عدة لیوم لقائه ÷ الخ

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالی مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول، اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لیے عمدہ طریق مرضی ومقبول۔ اور حضور پر نور غوث الثقلین، غیاث الکونین صلوات اللّٰہ وسلامه علی جده الکریم وعلیه سے مروی ومنقول۔ اجلہ علما واکابر کملا اپنی تصانیف

عالیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر ومسلم ومعتبر رکھتے آئے۔

امام اجل ہمام انجل سیدی ابوالحسن نور الدین بن جریر لخمی شطنونی نے بسند خود بہجۃ الاسرار شریف میں ــــــ اور شیخ شیوخ علما الہند شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں ــــــ اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوھاب سے راوی وناقل کہ حضور نے فرمایا: جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار، پھر بعد سلام نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام عرض کرے۔ پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اور میرا نام اور اپنی حاجت ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

اسی طرح امام جلیل عبد اللہ یافعی مکی صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی ــــــ یوہیں فاضل کامل مولانا علی قاری نے نزھۃ الخاطر میں ذکر فرمایا۔ زبدۃ الآثار میں اپنے شیخ واستاذ کا اس نماز کی اجازت دینا، اور اپنا اجازت لینا، بیان کیا ــــــ اور شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجالہ ہے ــــــ اس سے ثابت کہ شیخ عبد الوہاب متقی مکی نے کتاب بہجۃ الاسرار کو معتمد ومعتبر اور اس مبارک نماز کو مسلم ومقرر فرمایا ــــــ اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی استاد شیخ محقق وتلمیذ ومرید حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نہایت شد ومد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے۔ اور اس پر بتاکید اکید تحریص وترغیب فرماتے ــــــ یونہی شیخ نے اخبار الاخیار شریف ــــــ اور مولانا ابو المعانی محمد مسلمی نے تحفۃ

شریفہ ـــــــ اور حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا ـــــــ اور امام یافعی تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب کرام اس نماز کوعمل میں لاتے ـــــــ اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ عالیہ قادریہ کے آداب میں فرمایا۔ وملازمة صلاة الاسرار التی بعده التخطی أحدی عشرة خطوة یعنی اس خاندن پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اوراس کا انکار مہر نیم روز وماہ نیم ماہ کا انکار ہے۔

امام ابن الجزری صاحب حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب بہجة الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی، اوراس کی سند واجازت حاصل کی۔ اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں: میں نے یہ کتاب بہجة الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی۔ اور انھوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجیہہ رد کرنا، سخت جہالت ہے۔ یا خبث وضلالت ۔ اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود۔ ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے۔ اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے۔ جو سند پیش کیجیے، مخالف کہہ دے کہ یہ الحاقی ہے۔ چلیے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہوگیا۔

اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا، محض بہتان وافترا، ہرگز ہرگز قران وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرسکتا ہے۔ ان ذی ہوشوں کے نزدیک امرونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اور عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ الحلال ما احل اللّٰہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو عفاعنہ حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔ اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ والحاکم عن سلیمان الفارسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

بالجملہ یہ فائدہ نفیسہ ہمیشہ یادرکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو، وہ بھلی یا بری ہے۔ اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو، وہ معاف ہے، جائز ومباح ہے۔ اس کا کرنا درست وروا ہے۔ اور اس کو حرام گناہ، نادرست وممنوع کہنا، شریعت مطہرہ پر افترا۔ قال تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ (سورہ نحل، آیت ۱۱۶)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی، کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ علامہ خطیب قسطلانی مواھب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع ——— شاہ عبدالعزیز 'تحفہ اثنا عشریہ' میں فرماتے ہیں: 'نہ کردن چیزے دیگرست ومنع فرمودن چیزے دیگر' ملخصا۔

اور اسے خلاف اخلاص وتوکل ماننا نری جہالت ہے۔ اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے، اور ان سے توسل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ قال تعالیٰ: وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ اور انبیا وملائکہ علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ ۞ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم کا طلب باراں میں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توسل کرنا، صحیح بخاری شریف میں مروی ومشہور۔ حصن حصین میں ہے۔ وان یتوسل الی اللّٰہ تعالیٰ بانبیائه خ ر والصالحین من عباده خ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیا سے توسل کرے۔ اسے بخاری وبزار نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف ومشہور ہے، جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور حاکم نے برشرط شیخین صحیح کہا، اور امام منذری ودیگر ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم رکھا۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی

اتوجه بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یارسول الله ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اورلطف یہ کہ بعض روایات حصن حصین لتَقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا۔ یعنی یا رسول الله! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کریں۔

تنبیہ:- حضرات منکرین کی حیاداری دیکھنے کے قابل۔ اس حدیث جلیل کی جلالت شان تصریحات علما سے ظاہر وباہر، اور اس سے جواز استمداد والتجا محبوبان خدا سے روشن وواضح، جس سے معاند کو بھی انکار کی مجال نہیں۔ ناچار نواب قطب الدین خان دہلوی مصنف ظفر جلیل نے ترجمہ حصن حصین میں حاشیہ کتاب پر یوں ہرزہ سرائی کی:

> یک راوی ایں حدیث عثمان ابن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ست چنانکہ درتقریب موجود ہست وحدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ انصاف ودیانت کا تو مقتضا یہ تھا کہ جب حق واضح ہوگیا تھا، تسلیم فرماتے۔ نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجیح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ ساقط ومردود قرار دیجیے، اور انتقام خدا ومطالبہ حضور سید روز جزا علیہ التحیۃ والثنا کا کچھ خیال نہ کیجیے۔

اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے، جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب صحاح ستہ میں کہیں روایت نہیں، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش! اتنا ہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدارِ روایت، وہ شخص کیونکر ممکن، جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں۔ اور سنیے! امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراهم جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے، بھولے، یا کوئی چیز گم کرے، اور مدد مانگنی چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں، جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔ راوی حدیث نے فرمایا: قد جرب ذالك

فاضل علی قاری علامہ میرک سے، اور وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل هذا حدیث حسن ـــــــ اور فرمایا: مشائخ کرام سے مروی ہوا انه مجرب قرن به النجح یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔

لطف یہ کہ یہاں بھی نواب صاحب موصوف نے اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا۔ فرماتے ہیں:-

اس حدیث کے راویوں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقوی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ہے

ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

خدا کی شان! کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں، جنھیں تقریب میں مجھول الحال، اور میزان میں لایعرف کہا۔ اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان ابن جابر مازنی بدری کہ سید عالم ﷺ کے صحابی جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں۔ جن کی جلالت شان بدر سے روشن، مہر سے ابین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہ عنا۔

مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ 'حرزثمین' ان کے پیش نظر ہے، اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبة بن غزوان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— اور اسی طرح جس تقریب کا حوالہ دیا ہے، اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو تھی۔ عتبة بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مھاجر بدری مات سنة سبع عشر اھ ملخصاً

پھر کون سے ایمان کا مقتضٰی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی جلیل الشان، رفیع المکان کو بزور زبان و زور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لاڈالیے؟ اور شمسِ عدالت و بدرِ جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے؟ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: **اذالم تستحی فاصنع ما شئت** ؎

کیوں حیا کالگائیں دل میں گھن
بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

مسلمان دیکھیں! کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر

گزرتے ہیں۔

رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، تو

اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو انکار کی کیا گنجائش؟۔

ثانیاً وہ علما و اولیا جن میں بعض کے نام سابق میں مذکور ہوئے، جنھوں نے یہ نماز پسند کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی۔ منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے۔ پھر ان کے کہے سے کیوں کر مسلم ہو حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہ گار فساق بدعتی گزرے ـــــــ اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی تلبیس ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر (بطور معارضہ بالقلب) اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں۔ اور جس پر انکار روا نہیں، وہ اقل درجہ مباح ہوگا۔ اس لیے کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ اور کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہوگا، ہرگز مذکور نہیں۔ ومن ادعی فعلیه البیان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سب ائمہ کے نزدیک اس نماز پر انکار روا نہیں، اور جس پر انکار روا نہیں، تو کم سے کم وہ مباح ضرور ہوگا۔ فثبت المقصود وبهت الهنود۔

رابعاً ان حضرات کی عجیب حالت ہے جواز کہ عقلاً ونقلاً محتاج دلیل نہیں ہے، بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے۔ اور عدم جواز کے لیے ان کے زبانی دعویٰ کافی ہو جاتے ہیں۔ اس نماز میں جو جو باتیں ہیں ان کا ثبوت لیجیے۔

[ا] محبوبان خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات و اعظم قربات سے

ہے۔قال تعالیٰ: وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۝ وقال تعالیٰ" وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

[۲] ان کے لیے بہیئت نماز قیام۔

علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بہیئت نماز قیام کرنے کا حکم دیا۔اختیار شرح مختار و فتاوی عالمگیری میں ہے۔ يتوجه الى قبره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويقف كما يقف فى الصلاة یعنی قبر شریف سید عالم ﷺ کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے،وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔ولہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علما و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا راوی تعلموا العلم تعلموا للعلم السكينة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه علم سیکھو اور علم کے لیے سکون و مہابت سیکھو،اور جس سے علم سیکھتے ہو،اس کے لیے تواضع کرو۔

خطیب نے کتاب الجامع میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً یوں روایت کی۔ تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تكونوا جبابرة العلما فيغلب جهلكم علمكم ۝ جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بایں ہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے۔فتاوی ھندیہ میں ہے: التواضع لغير الله حرام كذا فى الملتقط

توبات وہی ہے کہ انبیا علما و مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ وہ دین الٰہی کے قیم ہیں، یہ ملت الٰہیہ پر قائم ہیں۔ تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے، جو انھیں بارگاہ الٰہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی در حقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی۔ جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی محبت و تعظیم بعینہٖ محبت و تعظیم سید عالم ﷺ ہے۔

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذاً باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے غنا کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں۔

[۳] محبوبان خدا کے لیے خشوع و خضوع۔

ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ، اسامہ بن شریک سے راوی: قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولہ کأن علی رؤسھم الطیر میں سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب اردگرد تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں۔ اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا؟ اسی طرح مولانا جامی نفحات الانس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک دعوت میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واھل المجلس کأن علی رؤسھم الطیر یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا، علما، وعمائد بغداد تھے۔ ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

[۴] رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت خشوع و خضوع۔

امام ابو ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کو یاد کرے، یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے، خشوع وخضوع بجا لائے، اور باوقار ہوجائے، اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے۔ اور حضور کے لیے اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہوجائے، جو حضور اقدس ﷺ کے روبرو اس پر طاری ہوتی۔ اور ادب کرنے، جس طرح خدا نے ہمیں ان کا ادب سکھایا۔

[۵] صورت اقدس کا تصور باندھے۔

شرح مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویقف کما یقف فی الصلاۃ کے آگے ہے۔ وتمثیل سورۃ الکریمۃ البھیہ ملخصا یعنی اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

امام شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں امام تجیبی کے قول کے نیچے لکھتے ہیں: یعنی یاد حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس ﷺ کے روبرو حاضر ہوں، اور حضور کا خیال کرے، اور صورت اقدس کا تصور باندھے، گویا حضور کے سامنے حاضر ہے ـــــ امام قاضی عیاض، امام تجیبی کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین کا یہی داب وطریقہ تھا۔ اور فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سید عالم ﷺ کا ذکر کرتے، رنگ ان کا بدل جاتا، اور جھک جاتے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ لشدۃ خشوعہ یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا۔

ان احادیث وروایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ اگر چہ قبلہ کو

پیٹھ ہو۔ اور دل کو خوب ان کی طرف متوجہ کرے، یہاں تک کہ ہر این و آں دل سے محو ہو جائے۔ اور ان کے لیے خشوع و خضوع محمود و مشروع۔

فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں؟ اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے۔ پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت؟ ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو، تعیین سمت پر کیجیے۔ اس کا جواب مرزا مظہر جان جاناں شہید سے لیجیے۔ مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک ایک مرید رشید کو تحریر فرماتے ہیں:۔

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شماں متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ، بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست دردل فقیر تاثیر کردہ ست۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ می دہم۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ہے:۔

انانکہ زاو ناس بہمی جستند ÷ بالجسہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ÷ دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلیغ دارد۔

انھیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب دریوزہ کند۔

علامہ ابن حجر مکی **خیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان** میں فرماتے ہیں: ہمیشہ سے علما و اہل حاجت، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان کے توسل سے پیش کرتے ہیں۔ اور اس سبب سے فوراً مراد پاتے ہیں۔ انھیں میں سے امام شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک کرتا، اور ان کی قبر پر جاتا ہوں۔ اور جب مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھتا، اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں گزرتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے: **غفر اللہ تعالی لہ** یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے، مگر توفیق والے۔

اولاً: جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود ومقصود، وسنت ماثورہ وطریقہ ماموره، اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار۔ یہاں تک کہ امام مالک سے خلیفہ ابوجعفر عباسی نے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں، یا مزار مبارک حضور اقدس سید المرسلین ﷺ کی طرف؟ تو فرمایا: کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے، جو قیامت کو تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ بلکہ انھیں کی طرف منہ کر، اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے۔ **اخرجه الامام القاضی عياض فی الشفا وغيره فی غيره**

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ " پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائیے ــــــــ یا ان کی قبروں کی طرف چلیے۔ جیسے امام شافعی، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار فائض الانوار کی طرف چلتے۔

اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اس آستان فیض نشان سے دور ومہجور ہے، گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں۔ تاہم دل سے توجہ کرتا، اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم ٥

ثانیا: توسل میں توجہ باطن ضرور، اور ظاہر، عنوان باطن۔ لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو۔ جس طرح سید عالم ﷺ نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال وکشف یاس کی خبر دے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے 'قول الجمیل' میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی۔ جس کے آخر میں ہے:۔

پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا، باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے۔ اگرچہ نفس اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا۔ تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا، اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے، کیوں کر نا جائز ہوگا؟۔

ثالثا: ظاہر مصلح خاطر۔ ولہٰذ جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا

اہتمام چاہتے ہیں، وہاں اس کے مناسب افعال جوارح رکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔ اس لیے نماز میں تلفظ بنیت بقصد جمع عزیمت، علمانے مستحسن رکھا۔ اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین، اور تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا، اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس علم شریف کے بجالانے والوں پر روشن۔ گو منکر محروم بخیر باش ع:

ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تا نچشی

رابعا: سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو، عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ یہاں بھی یہ محتاج جب در رکعت نماز پڑھ چکا، اور اب وہ وقت آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے۔ نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے، یاد آئے، اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے، جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر کرادی، ناچار ہٹتا ہے۔ اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولی وایسر۔ یمیناً وشمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقری بُعد کی صورت، اور اقبال، نشانِ اقبال۔ فکان ھو المختار

خامسا: خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع کو باب دعا میں تفاول پر بہت نظر ہے۔ اسی لیے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو ـــــ اسی لیے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے، تا کہ اس حال کے بدل جانے پر فال ہو ـــــ اسی لیے ہنگام استسقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ

ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو ـــــ اسی لیے علما نے مستحب رکھا کہ جب دفع بلا کے لیے دعا ہو، پشت دست سوئے سما ہو۔ گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا، اور جوش بلا کو دباتا ہے ـــــ اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد وقبول دعا کی فال ہو۔ گویا دونوں ہاتھ خیر وبرکت سے بھر گئے۔ اس نے وہ برکت اعلیٰ واشرف اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہونچ جائے گی۔

سادسا: صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبد اللہ مروی کہ سید عالم ﷺ عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے۔ جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی۔ یہاں تک کہ حضور بڑھے، تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے۔ اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل، عراق کی طرف توجہ کرتے ہیں، انوار وبرکات وفیوض وخیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش وہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں۔ یہ بے تابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور وباغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے، اور ان عزیز مہمانوں کے لیے رسم باجمال تلقی واستقبال بجا لاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جائے انکار ہے، اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات وخیرات کی طرف مسارعت کرے۔ رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقۂ لسان واضطراب ارکان ہے، وبس۔ ہم اس امر توسل میں ان اہل بصائر کے طفیلی ہیں۔

؏ وللارض من کاس الکرام نصیب

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال واحکام ان اسرار وحکم پر مبنی جو حقیقۃ صرف

شیخ احمد قشاشی، انھوں نے شیخ احمد شناوی، انھوں نے شیخ سید صبغۃ اللہ، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی ـــــ

اسی طرح شیخ محمد سعید لاہوری نے شیخ محمد اشرف لاہوری، انھوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔

حضرات منکرین مہربانی کر کے جواہر خمسہ پر نظر ڈالیں، اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دیں۔ بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں، جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد محدث انہ سند لیتے، اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی، اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے؟:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں اینست۔

ناد علیا مظهر العجائب　　تجده عونا لك فی النوائب

کل هم و غم سینجلی　　بولایتك یا علی یاعلی یاعلی

اسی طرح یہی شاہ ولی اللہ اسی رسالہ 'انتباہ' میں قضائے حاجت کے لیے ختم خواجگاں چشت کی ترکیب بتاتے ہیں، اور فرماتے ہیں:-

دہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگاں چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخواندہ باشند انشاء اللہ تعالیٰ در ایام متعددہ مقصود بحصول انجامد۔

مرزا مظہر جان جاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

دعا حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہرروز بجہت حل مشکلات باید خواند۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وختم حضرت مجدد ﷺ بعد حلقہ صبح لازم گیرید۔

ثالثا: خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل نظیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے۔ مزاج پرسی ان حضرات کی ہے، جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب میں، محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں، ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز مانتے، اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں۔ وہ کون؟ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا جان جاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم۔ جنھیں منکرین بدعتی وگمراہ کہیں، تو کس کے ہو کے رہیں؟

شاہ ولی اللہ 'قول الجمیل' میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت واشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں: لم یثبت تعین الآداب ولا تلك الاشغال ـــــ شاہ عبدالعزیز صاحب 'حاشیہ قول الجمیل' میں اس کی تائید فرماتے ہیں ـــــ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں:-

یعنی ایسے امور کو خلاف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔

اور سنیے! اسی 'القول الجمیل' میں اشغال مشائخ نقشبندیہ میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی:۔

تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے۔ جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے، اور فیض کا منتظر ہو۔ اور جب شیخ غائب ہو، تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے۔ جو فائدہ اس کی محبت دیتی تھی، اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کیا:۔

حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اھ

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے، جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے۔ حد یہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی ''صراط مستقیم'' میں لکھا:۔

اشغال مناسبہ وقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند۔ ولہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند، بناء علیہ مصلحت دید۔ ووقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تجدید کردہ شود۔

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے؟ اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لیے کئے جاتے ہیں، نئی نئی باتیں جو قرآن وحدیث میں، نہ صحابہ میں، نہ تابعین میں، نکالنی او عمل میں لانی، اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟

سبحان اللہ! ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں۔

اور ناجائز و بدعت ٹھہرے، تو وہ نماز جو حضور پرنور غوث اعظم ﷺ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی۔ ع: ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حق جل وعلا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے، اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے۔ خصوصاً حضور سید المحبوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین آمین۔

یہ ہے جو اس گدائے سرکار قادریہ پر برکات حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا۔ ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا اپنے تاجدار عظیم الجود والعطا کے کرم بے علت سے، اس صلہ کا طالب کہ عفو وعافیت وحسن عاقبت کے ساتھ اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوتے (وقت) حضور پرنور غوث اعظم وقطب عالم ﷺ کی محبت وعشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے۔ اور جس دن يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ؕ کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت جگہ پائے۔ فان ذالك على الله يسير ان الله على كل شئ قدير

بحمد الله وقع الفراغ من تسويده لثمان خلون للقمر الزاهر من شهر ربيع الآخر فى ثلثة مجالس من ثلاث عدوات عام الف وثلث مائة وخمس من هجرة سيد الكائنات عليه وعلى آله وابنه افضل الصلوات ـ آمين

(۴۵) ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار (۱۰)

یہ رسالہ نافع عجالہ بھی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ۱۳۰۵ھ میں تالیف وتصنیف فرمایا۔ وجہ تصنیف اس رسالہ کی حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدآبادی کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ الاسرار کی اجازت مانگنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت نامہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کی ترکیب، سمت عراق کی تعیین، گیارہ (۱۱) قدم چلنے کی دلچسپ ومفید وجوہ بھی تحریر فرمائے۔ ابتدا اس رسالہ کی بھی حسب دستور خطبۂ عربیہ بلیغہ فصیحہ سے کیا ہے، جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:۔

شکرا لك یا من بالتوسل الیه یغفر کثر الذنوب ÷ وحمدا لك یا من بالتوکل علیه یجبر کسر القلوب ÷ اسئلك ان تصلی وتسلم وتبارك علی سراج افقك ÷ وملجاء خلقك ÷ وافضل قائم بحقك ÷ المبعوث بتیسیرك ورفقك ÷ رحمة للعلمین ÷ وشفیعا للمذنبین ÷ وامانا للخائفین ÷ ویسرا للبائسین ÷ وبشری للآئسین ÷ محمد ن النبی الرؤف الرحیم ÷ الجواد الکریم ÷ العلی العلیم ÷الغنی الحکیم الحلیم ÷ مصحح الحسنات ÷ مقیل العثرات ÷ قاضی الحاجات ÷ واهب المرادات الخ

حمد ونعت ومنقبت غوث پاک کے بعد مجھ سے فاضل کامل، جمیل الشمائل، جامع الفضائل مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی حیدآبادی جعله الله من اولی الایادی وحفظه من شرور الاعادی نے صلاۃ غوثیہ مسمّیٰ بہ صلاۃ

الاسرار شریف کی اجازت اپنے حسن ظن کی بنا پر مانگی۔ اگرچہ میں اس میدان کا اہل اور اس قابل نہ تھا۔ لیکن میں نے ان کی بات قبول کرلی، اور انھیں اجازت دی۔ جس طرح مجھے میرے شیخ وسردار میرے ہادی ومرشد تاج الکاملین، سراج الواصلین حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی نے، اوران کو ان کے شیخ اجل وعم انجل، فرد العصر، قطب الدہر حضرت ابوالفضل شمس الملۃ والدین سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی ﷺ نے اوران کوان کے والد ماجد سید شاہ حمزہ عینی مارہروی ﷺ نے اپنی سند مسلسل کابراعن کابر سے حضرات مشائخ قادریہ سے اجازت عطافرمائی۔ کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مصیبت میں میرا وسیلہ پکڑے، میں اس کی مصیبت دور کردوں گا۔ اور جو کسی حاجت میں مجھ سے استغاثہ کرے، اس کی حاجت پوری کروں گا۔ اور جو شخص بعد نماز مغرب دورکعت نماز پڑھے، اور بعدِ نماز حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، اور اس میں میرا نام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔

ہمارے مشائخ کرام کے اس نماز کے متعلق دو طریقے ہیں۔ ایک صغریٰ، دوسرا کبریٰ۔ اور معمول واسہل واشمل طریقہ صغریٰ ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے وہ نماز مغرب فرض وسنت پڑھنے کے بعد دورکعت نفل بنیت صلاۃ الاسرار پڑھے۔ جس سے مقصود تقرب الی اللہ، اوراس کا ثواب ہدیہ کرنا روح پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہو۔ تجدید وضو کرلے تو بہتر ہے۔ جس طرح حضور اقدس ﷺ نے صلاۃ الحاجۃ میں تعلیم فرمایا۔ جب حضور کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے تھے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے

کچھ صدقہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے نجوی کا یہ طریقہ بتایا۔ تو خدا وند عالم سے مناجات تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگر چہ اس سے حکم کا وجوب منسوخ ہے۔ تاہم استحباب میں اصلاً شک کی گنجائش نہیں۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد جو چاہے پڑھے۔ اور اگر گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، تو احسن ہے۔

جب سلام پھیرے، تو اس کی حمد کرے، اور اس کی تعریف کرے،، جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ اور بہتر حمد ماثور ہے۔ مثل اللھم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مبار كا فيه كما يحب ربنا ويرضى ملا السموات وملاء الارض وملا ما شئت من شئ بعد یا یہ پڑھے اللھم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا منتهى له ودون مشيئتك ولك الحمد دائما لا يريد قائله الا رضاك ولك الحمد حمدا عند كل طرفة عين وتنفس كل نفس وغير ذالك۔

اور بہتر ہے کہ خاتمہ دعا ان لفظوں پر کرے۔ اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔

اور جسے یہ دعا یاد نہ ہو، تین مرتبہ الحمدللہ کہے۔ یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی بہ نیت حمد و ثنا پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے بہتر حمد و ثنا نہیں ہو سکتی۔

پھر حضور اقدس ﷺ پر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اسلیے کہ کوئی دعا بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی۔ اور بہتر درود غوثیہ ہے، جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مروی جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اللھم صل على (سيدنا ومولانا) محمد معدن

الجود والکرم وآلہ وسلم اور فقیر اس طرح پڑھتا ہے۔اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وآلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمہ یا اکرم الاکرمین وبارك وسلم۔

پھر دل سے مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو، اور گیارہ مرتبہ اس طرح کہے:یا رسول اللہ یانبی اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

پھر گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے۔اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گیارہ قدم چلنا چاہئے، نہ اس طرح جس طرح بعض جہال لوگ زمین پر قدم جمائے رہتے ہیں، اور صرف تین چار انگل بڑھتے ہیں۔اس لیے کہ یہ ارشاد مبارک یخطون الیٰ جھة العراق احدی عشرۃ خطوۃ کی تعمیل نہیں ہوئی۔

اور ہر قدم پر کہے: یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

اس کے بعد بوسیلۂ حضور اقدس ﷺ وحضور پرنور غوث پاک رضی اللہ عنہ دعا کرے۔ اور دعا کے ان تمام آداب کوملحوظ رکھے، جو حصن حصین میں بیان ہوئے ـــــ اور حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب احسن الوعا لآداب الدعاء ـــــ اور میں نے اس کے ذیل المدعا لاحسن الوعا میں بیان کیا۔

اور چاہیے کہ دعا کی ابتدا میں تین مرتبہ یاارحم الراحمین کہے۔اس لیے کہ جو شخص ایسا کہتا ہے اسے ایک فرشتہ جو اس پر موکل ہے، پکارتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔یعنی مانگ جو کچھ مانگنا ہے۔اور یہ کہے:یا بدیع السمٰوات والارض یا

ذالجلال والاکرام اس لیے کہ ایک قول پر یہ اسم اعظم ہے اور اسی طرح حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح: لاالہ الا انت سبحٰنك انی کنت من الظالمین۔

اور تین مرتبہ آمین پر دعا کو ختم کرے، پھر درود شریف پڑھے۔ اور اخیر میں والحمد للّٰہ رب العالمین کہے۔ تا کہ ابتدا و انتہا دونوں حمد و صلاۃ سے ہو کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ جو شخص کسی حاجت میں اس قاعدہ سے دعا کرے ضرور مقبول ہوگی۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب کی کرم سے امید ہے کہ مجھے بھی دعا میں ضرور یاد رکھیں گے ہرگز فراموش نہ فرمائیں گے۔

لطیفہ نظیفہ: مخفی نہ رہے کہ گیارہ کے عدد کو سرکار قادریت کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ میں ۱۳۰۲ھ میں حضور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی ﷺ کے عرس میں گیا ہوا تھا کہ ایک شب دہلی میں صلاۃ الاسرار پڑھنے کا اتفاق ہوا تو گیارہ کے عدد کا ایک راز خیال میں آیا۔ وہ یہ کہ گیارہ میں ایک اکائی ہے، اور ایک دہائی۔ جن کو حروف میں لکھا تو یا ہوگا، یا ای ـــــ اور یا ندا کے لیے ہے، اور ای ایجاب کے لیے۔ تو جب سائلین و فقرا کہ کثیر ہیں، حضور غوث پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو کثرت سے وحدت کی طرف آتے ہیں، تو یہ شان یا کی ہے کہ دہائی سے انتہا اکائی کی طرف ہوتی ہے۔ اور حضور پاک مقام وحدت میں ہیں، مگر کثرت مضطرین کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اور وہ لوگ مقام کثرت سے مضطربانہ مقام وحدت میں آتے ہیں، جو ای کی شان ہے۔

اور ایک لطف ان دونوں حرفوں میں اور بھی ہے کہ '۱' اول حرف ہے اور ی آخر حرف ہے، تو جو شخص ی سے آگے ترقی کرے گا تو اس کے لیے کوئی مظہر سوائے '۱' کے نہیں۔ اور جو شخص '۱' سے تنزل کرے گا تو اس کے لیے ی کے نیچے

کوئی منزل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ دونوں طرفوں کو غایۃ الغایات کے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ اسی لیے آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا: الا نس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ والملئكة لهم مشائخ وانا شيخ الكل بينى وبين مشائخ الخلق كما بين السماء والارض لا تقيسونى باحد ولاتقيسوا على احدا یعنی انسان کے کچھ مشائخ ہیں، اور جن کے کچھ شیوخ ہیں، اور فرشتوں کے کچھ پیر ہیں۔ اور میں شیخ الکل ہوں۔ مجھ میں اور مشائخ خلق میں وہ فرق ہے جو آسمان وزمین میں ہے۔ مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو، اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

یہ رسالہ ۲۴ رصفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۰۵ھ کو ختم ہوا۔ والحمد للہ

(۴۶) اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین (۱۱)

وہابیت جیسا کہ مشہور ہے کہ عداوتِ خدا اور رسول، واہانت انبیا و اولیا کا نام ہے۔ جو مولوی اس وصف میں جس درجہ کامل ہوگا، وہابیوں میں (اسی درجہ) اعلیٰ شمار ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا، شفیع المذنبین (ہونا) ایسا مخصوص و مشہور وصف ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سید المرسلین مانتا ہے، وہ ضرور شفیع المذنبین بھی جانتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ شفاعت ایک وصف ایسا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن عَسیٰ أَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً کا ظہور، شفاعت کبرائے حضور ہے، جس میں تمام اولین وآخرین آپ کے محتاج ہوں گے۔ سب ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہوں گے، ساری نگاہیں ان کو دیکھتی ہوں گی۔ ولصدق من قال۔

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میلاد مسمی بہ 'نگارستان لطافت' میں جس خوبی سے بیان فرمایا ہے، وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ناظرین کے سامنے انھیں کے الفاظ کریمہ میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ انھیں ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے، جیسے بلا تشبیہہ دولہن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان، سواری کے گرد و پیش، کافۂ انبیا و مرسلین ان کا منھ تکیں گے۔

اگلے پچھلوں میں ان کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی۔موافق ومخالف انھیں کا دم بھرتے ہوں گے، بزم شفاعت کا انھیں دولہا بنائیں گے۔گلوخلاصی سیہ کاران کا سہرا، انھیں کے سر رہے گا۔سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے، اور خدا محمد کی رضا ﷺ۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے۔آفتاب جو پیٹھ کئے ہے، اس دن ادھر منھ کرے گا۔اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اس دن سروں پر ہوگا۔شدت تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا۔انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا ہنگامہ نفسی نفسی گرم ہوگا۔سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کو شان جلال پسند آئے گی۔اس دن جو عزت انھیں بارگاہ احدیت میں دی جائے گی، اس کی قدر وہ جانیں، یا ان کا خدا۔رحمٰن تبارک وتعالیٰ انھیں عرش کی داہنی طرف مقام بخشے گا۔یا اپنے ساتھ تخت عزت پر بیٹھائے گا۔اور وہ جلوس ومجلس سے پاک ومنزہ ہے۔آدم وعالم ان کے زیر نشان ہوں گے۔کنجیاں خزانۂ رحمت وایوانِ جنت کی انکے ہاتھ میں دیں گے۔ جسے چاہیں گے، عزت بخشیں گے۔ جسے چاہیں گے، کرامت دیں گے۔ اولین وآخرین ان کے قدموں میں لوٹتے ہوں گے۔ صفوف موقف میں ان کے عز وجاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی۔اس کنارے سے اس کنارے تک غلغلہ محمد رسول اللہ سے آسمان گونجتے ہوں گے۔کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام، زریں کمر، خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنانِ بارگاہ صمدیت، موکلانِ عذاب وملائکہ رحمت، اشارہ ابرو پر چلیں گے۔ جہان وجہانیان دم بخود وخاموش۔ بادۂ تری الناس سکاریٰ وما ھم بسکاریٰ سے مدہوش۔ اور حضور تاج شفاعت بر سر، وحلہ کرامت در بر، مقام تقرب میں بار پا کر سجدہ فرمائیں گے۔رب عزت بکمال

رحمت ان سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع ۝ اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ اور امتیں غایت خوف وخطر سے کس نازک حالت میں ہوں گی، اور اِن کی امت مرحومہ کرم ورحمت کے دامن میں چین کرے گی۔ غرض جوانھیں اس دن ملے گا، کسی کو ملا، نہ ملے۔ اھ

لیکن وہابی صاحبوں کے یہاں اس کی جو بے قدری ہے، وہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر۔ مسلمان کہلانے کی شرم ہے۔ اس لیے صاف کھلم کھلا انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا توڑ مروڑ کر اس کو بیان کرتے، کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انکار ہی انکار ہے۔ ان کے معلم اول مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں۔ جنھوں نے تقویۃ الایمان لکھی، اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلائے۔ شفاعت کے متعلق لکھا:

> اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیا و اولیا کی شفاعت پر بہت پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے سو سننا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں شفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔

پھر اس کی تین قسمیں بیان کی۔ ایک شفاعت وجاہت اور اس کے متعلق لکھا:۔

> سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی وولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہو، وہ اصلی مشرک ہے۔

دوسری قسم شفاعت محبت ٹھہرائی۔اور پھر اس کے متعلق لکھا:۔

اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

تیسری قسم شفاعت بالاذن قرار دیا۔مگر اس کے وہ معنی گڑھے کہ شفاعت کا خالی لفظ رہ گیا، حقیقت اڑ گئی۔تا کہ انکار تو منہ بھر کر ہو اور جاہلوں کو کہنے کو ہو جائے کہ ہم منکر نہیں۔اس میں یہ قیدیں بڑھائیں۔

[۱] ہمیشہ کا وہ چور نہیں [۲] چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا نفس کی شامت سے قصور ہو گیا [۳] سو اس پر شرمندہ ہے [۴] اور رات دن ڈرتا ہے۔

مسلمانو! گنہ گار کی شفاعت میں کلام ہے۔وہ جس سے نادراً ایک آدھ گناہ ہو گیا، اور عمر بھر کے اعمال اچھے ہیں۔پھر اس اتفاقی گناہ پر بھی شرمندہ، اور رات دن ڈرتا ہے۔اور نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ الندم توبة شرمندہ ہونا توبہ ہے۔دوسری حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له جس نے گناہ سے توبہ کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔ایسا شخص گنہ گار ہوگا یا اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں شمار ہوگا؟ اور شرمندہ ہی نہیں بلکہ رات دن ڈرتا ہے۔اور بادشاہ کے امن کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ایسا شخص عند اللہ تائب ،اور وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ دوہری جنتوں کا سزاوار ہوگا۔ یا شفاعت وسفارش کا حاجت مند؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اترونها للمومنین المتقین لا ولکنها للمذنبین المتلوثین الخطائین کیا میر شفاعت ستھرے مومنوں کے لیے خیال کرتے ہو نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں آلودہ روزگاروں

سخت خطا کاروں کے لیے ہے۔ دیکھو! جس کے لیے فرضی شفاعت کا شخص مقر ہوا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے ضرورت نہیں اور جن کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت بتاتے ہیں یہ شخص صاف منکر ہوا کہ ان کے لیے نہیں۔ تو فرضی کے اقرار کا نام لیا، اور واقعی سے صاف انکار کیا۔

اسی طرح فتاوی رشیدیہ حصہ سوم میں بھی ذوسوالات کا جواب عجیب طرح توڑ مروڑ کر دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اقراو کرنے کو دل نہیں چاہتا، اور انکار کرنے کی ہمت دلائل واحادیث کو دیکھتے ہوئے نہیں۔ ناچار توڑ مروڑ سے کام لیا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے ؎

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص ۷ پر سوال ہشتم یہ ہے:۔

شفاعت کبری کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت وحکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ شفاعت کریں گے۔

اس کے جواب میں ص ۸ پر ہے:۔

کوئی شفاعت بغیر ان کے نہیں ہوسکتی۔ من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے ایسا جو شفاعت کرسکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالمجد والکبریاء کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہووےگی فقط۔

حالانکہ اگر رسول اللہ ﷺ سے دل صاف ہوتا، کسی قسم کا غبار نہ ہوتا تو اس

سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت صاف تھا۔شفاعت کبریٰ کا تو سائل قائل ہی ہے۔اسی طرح باقی شفاعت کے لیے بھی حضور کو اذن عطا ہو چکا ہے۔آپ فرماتے ہیں: اعطیت الشفاعة تو آپ گنہ گاروں کی شفاعت اذن الٰہی ہی سے فرمائیں گے۔ایسی صاف بات کو کس درجہ توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔

اسی طرح اسی حصہ سوم کے صفحہ ۱۰ پر سوال سوم ہے:۔

ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علما کو دیکھا کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے۔مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی،اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے۔ ہمہ خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن رضائی تو کلھم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور اس کے معنی کیا ہیں؟ اور معنی اس کے شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

اس کو جواب میں لکھا:۔

اس کی سند وصحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت " وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ کے کیے جائیں،تو معنی صحیح ہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم

یہاں بھی جواب بہت صاف اور واضح ہے۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی ہندوستان کے مشاہیر ائمہ محدثین سے ہیں۔ ان کا اس حدیث کو نقل کرنا ہی کافی ثبوت ہے جس طرح امام جلال الدین سیوطی نے **مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفا** میں حدیث طویل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷺ کہ بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغك من فضیلتك عنداللہ تعالیٰ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لااقسم بهٰذا البلد کی نسبت فرمایا: نقله صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله و کفی بذالك سندا لمثله فانه لیس ما یتعلق به الاحکام

لیکن آپ نے جواب ایسے لفظوں میں دیا، جس سے یہ بے وقعت ہو جائے اور معتقدین یہ سمجھ لیں کہ جب اتنا بڑا محدث اپنی لاعلمی ظاہر کر رہا ہے، تو نہ اس کی سند ہے، اور نہ یہ حدیث ٹھیک ہے۔ اور معنی بھی اس کے جو بیان کیے، وہ بھی بطور یعنی اگر یہ معنی لیے جائیں، تو ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہاں جو، اور تو، اگر، مگر، کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور اس کے معنی بھی صحیح ہے۔ قرآن شریف میں اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ مگر غبار آلود دل سے یہ نہ ہوسکا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبیناسید المرسلین میں چند آیات توریت شریف کی بحوالہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

تذئیل: بعض روایات میں ہے۔حق عز جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے: یامحمد انت نور نوری وسر سری و کنوز هدایتی وخزائن معرفتی جعلت فداك ملکی من العرش الی ما تحت الارضین کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز۔اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے۔میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کردیا۔عالم میں جوکوئی ہے، سب میری رضا چاہتے ہیں، اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد۔

اللهم رب محمد صل علی محمد اسئلك رضاك عن محمد ورضامحمد عنك ان ترضی عنا محمدا وترضی عنا محمد آمین اله محمد وصل علی محمد وآل محمد وبارك وسلم

ان کلمات طیبات کو پڑھیے۔معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا دل وصف نبی دیکھ کر باغ باغ ہورہا ہے، اور ذوق شوق سے ہزار مسرت وبہجت کے ساتھ اس مضمون کو حوالۂ قلم کرتا ہے۔جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے، اور اس کے بھی دل کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں۔اور ایک ان کلمات وعبارات فتاوی رشیدیہ کو پڑھیے کہ معلوم ہوتا کہ بیٹھے ہوئے دل سے لکھا ہے، جس میں وسعت قلب کا نام نہیں، جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

ع: افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اعلیٰ حضرت نے مسئلہ شفاعت کے متعلق ایک مستقل رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین تحریر فرمایا ہے جس کو حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد لله البصير السميع ÷ والصلاة والسلام على البشير الشفيع ÷ وعلى آله وصحبه كل مساء وسطيع

سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر کتنا تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان ومدعیان سنیت، اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت؟ یہ بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے۔انا لله وانا اليه راجعون احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزارہا محدثین، ان کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں، صحاح، سنن، مسانید، معاجیم، جوامع، مصنفات، ان سے مالا مال۔اہل سنت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان واطفال بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ۔خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وشرف ومجد وکرم

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ سمع وطاعة لاحاديث الشفاعة میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع وتلخیص کی۔یہاں بنہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے اس تمہید کے بعد یہ پانچ آیتیں مع ترجمہ وفوائد تحریر فرمائی ہیں:-

آیت اولیٰ: عَسیٰ اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً ؕ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹)

کسی نے پوچھا: مقام محمود کیا چیز ہے؟ فرمایا: ھو الشفاعۃ۔

آیت ثانیہ: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضیٰ ؕ (سورہ والضحیٰ، آیت ۵)

طبرانی معجم اوسط میں مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ؕ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ ـــــــ اور شفاعت کاہے کا نام ہے؟۔

آیت رابعہ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآؤكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِیْماً ؕ (سورہ نساء، آیت ۶۴)

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو، اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا، تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوَّوْا رُؤُوْسَهُمْ ؕ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں منافقوں کا حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور کی شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے، وہ کل نہ پائیں گے۔ اور جو کل نہ پائیں گے، وہ کل نہ پائیں گے۔

اس کے بعد چالیس حدیثیں مع اسمائے صحابہ وراویانِ حدیث واسمائے

محدثین جنھوں نے ان حدیثوں کو روایت کیا تحریر فرمایا ہے صرف ایک

حدیث نمونۃً لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

حدیث ۱٦: بخاری، ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبد اللہ ــــ اور احمد بسند حسن ــــ اور بخاری تاریخ میں ــــ اور بزار اور طبرانی وبیہقی وابونعیم حضرت عبد اللہ بن عباس ــــ اور احمد بسند حسن ــــ اور بزار بسند جید ــــ ودارمی، وابن ابی شیبہ، وابویعلی، وابونعیم، وبیہقی، حضرت ابوذر ــــ اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری ــــ اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید ــــ اور احمد باسناد حسن ــــ اور ابن ابی شیبہ، وطبرانی حضرت ابوموسی اشعری ﷺ سے راوی، واللفظ لجابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم واعطیت مالم یعطین احد قبلی (الی قولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم) واعطیت الشفاعۃ۔

ان چھووں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں: میں شفیع مقرر کردیا گیا، اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

اخیر حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شفاعتی یو م القیمۃ حق فمن لم یومن بھا لم یکن من اھلھا میری شفاعت روز قیامت حق ہے

جواس پرایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے، اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے۔

اللهم انك تعلم انك هديت فامنا شفاعة حبيبك محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاجعلنا من اهلها فى الدنيا والآخرة يا اهل التقوى واهل المغفرة واجعل اشرف صلواتك علىٰ هذاالحبيب المرتجى وعلىٰ آله وصحبه دائما ابدا آمين ياارحم الراحمين والحمد لله رب العالمين

(۴۸) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید (۱۲)

سنی، حنفی، عام لوگوں کے خیال میں ایک ہیں۔ گویا جو سنی ہے، وہ حنفی بھی ہے۔ اور جو حنفی ہے، وہ سنی بھی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے۔

سنی: وہ ہے جس کے عقائد مطابق اہل سنت و جماعت امام ابو منصور ماتریدی، یا امام ابوالحسن اشعری ہوں۔ اگرچہ فروع میں حنفی ہو، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی۔

حنفی وہ ہے جو فروع میں مقلد امام الائمہ امام اعظم کا ہو۔ عام ازیں کہ عقیدۃً سنی ہو، یا معتزلی، وہابی۔

تو نہ سب سنی حنفی ہیں، اور نہ سب حنفی سنی۔ بلکہ ان میں ایک مادہ اجتماع کا ہے۔ یعنی سنی حنفی دونوں ہے، جس کے اعتقادات مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ امام اعظم کے مقلد ہوں۔ اور دو مادہ افتراق کا ہے۔ سنی ہو، حنفی نہیں۔ جیسے شوافع مالکیہ، وحنابلہ، جن کے عقائد درست مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ کا مقلد نہیں۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ سے کسی ایک کے پیرو ہوں۔ حنفی ہوں۔ سنی نہیں یعنی فروع میں امام الائمہ کا مقلد ہو مگر اعتقاداً سنی نہیں۔ بلکہ معتزلی ہو۔ جیسے جار اللہ زمخشری، یا وہابی ہو۔ جیسے دیوبندی حضرات کہ عملاً حنفی ہیں، اور اعتقاداً محمد بن عبدالوہاب کے پیرو، اور اس کے عقائد کی تحسین وتعریف کرنے والے۔

اسی طرح عام لوگ وہابی اور غیر مقلد کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ دونوں بھی ایک نہیں، بلکہ ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

وہابی: وہ ہے جس کے اعتقادات کفریہ وشرکیہ مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی ہوں، اور فروع میں بھی آوارہ گرد، کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ اور جو صرف اعتقادات میں ہم خیال نجدی کا ہو، مگر مصلحۃً یا واقعۃً کسی امام کا مقلد ہو تو وہ وہابی ہوگا، غیر مقلد نہیں۔ تو جو غیر مقلد ہے، وہابی ضرور ہے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور جو وہابی ہے، کچھ ضرور نہیں کہ غیر مقلد ہو۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرفعلی تھانوی وسائر علمائے دیوبند۔ کہ ان کے عقائد شرکیہ وکفریہ بالکل وہابیہ ہی کے ہیں۔ سر مو تفاوت نہیں۔ البتہ فروع میں واقعۃً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، یا مصلحۃً آمین بالجہر ورفع یدین نہیں کرتے۔ ورنہ الٰہیات، نبوات، معاد سب میں دونوں بالکل طابق النعل بالنعل ہیں۔

بہرحال غیر مقلدین کے عقائد تو عالم آشکارا ہیں۔ لیکن فروع میں آوارہ گردی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے مسائل جزئیہ فرعیہ ایک تماشا ہیں۔ اسی لیے عام مسلمان ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے احتراز کرتے رہے، اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت وجماعت اور علمائے دیوبند سے لوگ فتوی پوچھتے رہے۔ علمائے دیوبند تو عینی بھائی نہ سہی، علاتی یا اخیافی بھائی یقینی تھے۔ کس منہ سے نماز ناجائز یا مکروہ بتاتے کہ سوائے تقلید سب علتیں ان میں خود ہی موجود تھیں۔ لہٰذا آپس کی 'لڑائی دودھ کی ملائی' والی مثال کے مطابق فتوی دیا۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۷ سولھواں سوال اور جواب ملاحظہ ہو:-

وہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ پر گیارہواں سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہیں آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

الجواب: کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے اگر چہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۵ پر ساتواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

الجواب: مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث ہی کے عامل ہیں مقلد ہوں یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ان تینوں فتووں سے اس قدر باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔

(۲) ان کے عقائد عمدہ تھے۔

(۳) مذہب ان کا حنبلی تھا۔

(۴) ان کے مزاج میں شدت تھی۔

(۵) محمد بن عبدالوہاب اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔

(۶) ان میں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔

(۷) عقائد سب کے متحد ہیں۔

(۸) اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں۔

(۱۰) ایسا خیال تعصب ہے اور وہ اچھا نہیں۔

(۱۱) غیر مقلدین حدیث پر نفسانیت سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) غیر مقلدین مجتہدین کو برا کہتے ہیں۔

(۱۳) تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔

(۱۴) مسلمان مقلدوں کو مشرک جانتے ہیں۔

(۱۵) نفسانیت سے عمل (حدیث پر) کرتے ہیں۔

(۱۶) مقلد اور غیر مقلد دونوں، حدیث پر عمل کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا قابل ملاحظہ یہ ہے کہ یہاں محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کو سراہا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور صفحہ ۶۲ پر اٹھائیسویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ تقلید شخصی کو ماموروفروض من اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔ اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف فرضیت کا انکار، بلکہ الٹا اس کو شرک بتانا ہے۔ یہ جواب ہے۔ جیسے کوئی شخص معاذ اللہ نماز نہ پڑھے، بلکہ لوگوں کو اس سے روکے، اور نہ صرف معمولی درجہ کا گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہی بتائے، بلکہ ایک دم شرک تک پہنچائے۔ تو مسلمان خود ہی غور کریں کہ اس کا حکم کیا ہوگا۔

مگر برادرانِ اخیافی کی محبت دیکھیے کہ فرض وماموُر من اللہ کے نہ صرف منکر بلکہ اسے شرک بتانے والوں کو ہلکا سا لفظ لکھتے ہیں۔ 'جاہل گمراہ ہے'

بہر کیف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جاہل، گمراہ ہیں۔ اور پہلے فتاوی سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے مقتدی (یعنی وہابیہ غیر مقلدین) اچھے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے ——— متعارض ومتناقض جواب فتاوی رشیدیہ کے اخص خصوصیات سے ہے ملاحظہ ہو۔ حصہ اول ص ۱۸ کسی نے مولوی اسماعیل کو کافر ومردود کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، اور ان کے ساتھ کفار سا معاملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ جواب میں لکھا:-

> مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا کرنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے

کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے بالطریق
اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔فقط۔

اس کے بعد اسی حصہ کا ص ۴۳ ملاحظہ فرمایئے۔ وہاج احمد مرادآبادی نے 'تقویۃ الایمان' کا حال دریافت کیا تھا۔ اور اس کے مؤلف کو برا اور کافر کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، تو جواب میں فرماتے ہیں:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت
واصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے
اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ولی کامل
،محدث ،فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ سے تھے، جوکوئی ان دونوں کو کافر یا
بدجانتا ہے وہ خود شیطان وملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہاں ان دونوں کو حضرات شیخین وصحابہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھادیا کہ روافض وخوارج کو کافر نہ کہا جائے اور کافر کہنے والے شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

پھر تقویۃ الایمان کی تعریف میں مبالغہ کی بھی حد ہوگئی۔ یہ نثر میں شاعری گنگوہی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱۵ پر مرزا حفیظ اللہ بیگ مرادآبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:-

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے ردشرک وبدعت میں
لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں
اور اس رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔

حد ہوگئی۔ قرآن شریف رکھنے کو عین اسلام قرار دے دیا۔ حالانکہ آج کل

کتنے ہندو تاجر کتب ہیں، جن کے یہاں قرآن شریف کی نہ ایک دو جلد بلکہ سیکڑوں ہزاروں جلدیں ہوں گی۔ مگر کسی نے ان کو مسلمان نہ رکھا۔ اور لطف یہ کہ اس کا رکھنا اسلام کی دلیل، یا اسلام کی بات نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی عین شئ کا حکم جانتا ہے کہ وجوداً اور عدماً ہر طرح اس کا اثر دائر ہوتا ہے۔ یعنی جس کے گھر میں تقویۃ الایمان ہو وہ مسلمان ہے، اس لیے کہ عین اسلام اس کے یہاں ہے۔ اور جس کے یہاں تقویۃ الایمان نہیں، چونکہ عین اسلام اس کے گھر نہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر عبد العلیم خان مین پوری کا چار سوال درج ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے۔

وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے؟ مردود ہے، یا مقبول۔ اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابقِ سنت و جماعت ہیں یا مخالف؟ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

گویا اس چوتھے سوال میں بھی سائل نے چار باتیں دریافت کی تھیں۔ اس کا جواب لکھا:-

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔

چلیے چاروں کا جواب ہوگیا۔ اب یہ تو کوئی شخص کہہ ہی نہیں سکتا کہ بزعم خود گنگوہی صاحب اور ان کے متبعین متبع سنت اور دین دار نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے معنی یہی ہوئے کہ یہ سب لوگ وہابی ہیں ـــــ اور حصہ اول میں بتا چکے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین کو وہابی کہتے ہیں۔ تو یہ سب لوگ متبعین محمد بن عبد الوہاب ہیں۔

اب ذرا فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کی سیر کیجیے، تو عشق کا پارہ کچھ اور چڑھا ہوا نظر آئے گا۔ صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں:۔

مولوی اسمٰعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے... سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقوی کے ساتھ رہا۔ اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے.... بہر حال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

تعارض وتناقض کی حد ہوگئی، مگر بات وہی ہے کہ بارہ بجے کے قبل جو جواب لکھا عقل کے مطابق نقل کے موافق لکھا کہ مولوی اسمٰعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کے تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ (حصہ اول صفحہ ۱۹) اور بارہ بجے کے بعد جو جواب دیا وہ بالکل خلاف عقل ونقل ہے۔ جو کوئی ان کو کافر یا بدجانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے (ص ۴۳) اور تیسرے حصہ میں اس خدا ورسول کی توہین کرنے والے، مسلمانوں کا خون مباح جاننے والے، پٹھانوں کے ہاتھ اپنے مستقر کو پہنچنے والے کو، شہید اور قطعی جنتی بتایا۔ اور طعن کرنے والے کو ملعون لکھا۔ ملاحظہ ہو حصہ سوم صفحہ ۴۹۔

گویا زبان وقلم پر شریعت کی مہر نہیں کہ کہیں تو شریعت کے مطابق،

جو لکھیں شریعت کے موافق، بلکہ پورا اپنا قبضہ تسلط۔ جس کو جو چاہا، لکھا۔ اور جب جیسا چاہا، ویسا لکھا۔ کرم پر آ گئے، تو حضرات شیخین وصحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ جانا۔ اور اس سے احتیاط کیا، اور گرم ہو گئے، تو مولفین صحاح ستہ کو برا کہنے والے کو نہ فاسق گنہ گار بلکہ کافر ومرتد ملعون حق تعالیٰ کا لکھ دیا۔

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۸ پر مولوی محمد روشن خان مرادآبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:۔

رافضی کے کفر میں خلاف ہے بعض علما کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مردسنی کا نکاح درست ہے۔ اور عکس اس کے ناجائز۔ اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔ مگر جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔ مگر ترک ہر حال اولی ہے۔ فقط۔

نیز اسی حصہ کا ص ۱۲ ملاحظہ ہو سوال تھا کہ:

زید کہتا ہے کہ کتب وفقہ یا دوسری کتب حدیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں۔ ان کے بتانے والے اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت وجماعت کی ہیں آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟

اس کا جواب لکھا:۔

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے

والے صحابہ اور بعد کو علما و عاملین ومقبولین رہے اور بالاتفاق جمیع اہل
اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور
توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق
ومرتد بلکہ کافر وملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہ تو غیر مقلدین کے متعلق گنگوہی صاحب کی تحقیقات دقیقہ وتدقیقات انیقہ
تھیں۔

اب آیئے! اعلیٰ حضرت نے مولوی فضل الرحمٰن صاحب امام مسجد نیروز پور
پنجاب کے ایک سوال دربارۂ غیر مقلدین جو اولیائے کرام کی توہین کرتے، فقہی
مسائل کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواب دیا ہے۔
ملاحظہ فرمایئے۔ یہ رسالہ کتابی سائز کے ۵۲ صفحے پر چھپا ہے۔ اس کا تاریخی نام
النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید ہے۔ اس رسالہ کو بھی
اعلیٰ حضرت نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق نہایت بلیغ وفصیح خطبہ سے شروع
فرمایا ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

الحمد للہ الذی ھدانا السنن ÷ ووقانا المحن ÷ وجعل فینا کل
امام حسن ÷ بہ یتاسیٰ وعلیہ یوتمن ÷ واغنانا ان نقتدی باھل
الفتن ÷ والصلاۃ الحنانۃ والسلام الاحن ÷ علی الامام الامین
الامان الامن ÷ محمد مربی الروح والبدن ÷ وآلہ وصحبہ فی السر
والعلن ÷ الائمۃ المجتھدین مصابیح الزمن ÷ کاشفی ماخفی
مظھری ما بطن ÷ الثقات السراۃ ھداۃ السنن ÷ السقاۃ الفراۃ من
فرات السنن ÷ وعلینا بھم یاعظیم المنن ، واشھدان لاالٰہ الا اللہ

وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده رسوله صلى الله تعالىٰ عليه ربه وسلم

اس کے بعد تمہید ونقل عبارت سوال کر کے گیارہ آیتیں، اور چودہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔ جس سے علم باطن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (جن میں سے چند یہ ہیں۔)

آیہ کریمہ: وَآتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً ۝

وآیہ کریمہ: اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْراً ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلىٰ مَالَمْ تَحِطْ بِهٖ خُبْراً ۝

وآیہ کریمہ: وَمَا فَعَلْتُهُ مِنْ أَمْرِىْ ذَالِكَ تَأْوِيْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْراً ۝

وحدیث بخاری: فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده الذى يبطش بها ورجله الذى يمشى بها الى قوله تعالىٰ ماترددت عن شئ انا فاعله ترددى عن قبض نفس المومن يكره الموت وانااكره مسائته ۝

وحدیث طبرانی: انز ل القرآن على سبعة احرف لكل حرف منها ظهر وبطن وبكل حرف حد ولكل حد مطلع وعائين فاما احدهما فبششته فيكم واما الآخر فلو بششته قطع هذاالبلعوم۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

وغیرذالک آیات واحادیث۔ سمجھ وال کے لیے علم باطن اوراس کے رجال ومضائق مجال، وحقائق اقوال، ودقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں۔

وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوراً فَمَالَهٗ مِنْ نُّور ۝

اس کے بعد مقدمہ میں غیر مقلدین کی بدعت پر کلام اجمالی فرمایا ہے:-

یامعشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بے چارے عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں۔ ائمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں۔ سچے مسلمان کو کافر و مشرک بنائیں۔ قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بے گاہ مچل کر، حرام خدا کو حلال کر دیں، حلال خدا کو حرام کہیں۔ ان کا بدعتی، بد مذہب، گمراہ، بے ادب، ضال، مضل، غوی، مبطل ہونا نہایت جلی واظہر۔ بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشر واضر واشنع وافجر کمالا یخفی علی ذی بصر۔

صحیح بخاری شریف میں تعلیقات اور شرح السنہ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیت کریمہ: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۝ کہ کفار اہل کتاب اور ان کے عمائد وارباب میں اتری۔ ہمیشہ یہ بے باک لوگ اہل سنت وائمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں، کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں، انھیں امت محفوظہ مرحومہ کے علما پر ڈھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین کو

ان کی خباثت سے پاک کرے، آمین۔

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں۔ الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی: اور ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، اور وہیں سے نکلے گی سینگ شیطان کی ــــ اس خبر صادق مخبر صادق ﷺ کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع: اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند

تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا۔ اور ناکردنی کاموں، ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا۔ حاصل ان کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ:

عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔

اسی بنا پر انھوں نے حرم خدا وحریم مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثنا کو عیاذاباللہ دارالحرب، اور وہاں کے سکان کرام ہم سائیگان خدا ورسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر ومشرک ٹھہرایا۔ اور بنام جہاد خروج کرکے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا۔

علامہ شامی حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان

خوارج فرماتے ہیں :یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں، جیسا ہمارے زمانہ میں پیروان عبد الوہاب سے واقع ہوا۔ جنھوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا۔ اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے مذہب پر نہیں، وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کیے، اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع ومردود ہوکر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی۔ آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے۔ بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، وہی رنگ وآہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعاً ۵ خود متفرق ہوگیا۔ ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے

ع: قدم عشق پیشتر بہتر

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا۔

چلیے آپس میں چل گئی، وہ انھیں گمراہ، اور یہ انھیں مشرک کہنے لگے۔ مگر مخالفت اہل سنت وعداوت اہل حق میں پھر ملۃ واحدۃ رہے۔ ہر چندان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی۔ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام۔ ان کے امام وبانی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک بنانے

کو حدیث صحیح مسلم لا یذھب اللیل والنھار حتیٰ یعبد اللات والعزیٰ [الیٰ قولہ] یبعث اللہ ریحا طیبة فتوفی من کان فی قلبہ مثقال حبة من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الیٰ دین ابائھم نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جمادی۔ اور اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا۔

سو پیغمبر اسلام کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ ہوش مند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے، جس کی خبر حدیث میں دی ہے۔ تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو۔ بھلے مانس! اب تو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردہ سے الگ کہیں بستا ہے؟ تم سب بھی انھیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے، جن کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان کا نام نہیں، اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں۔

سچ فرمایا خیر البریہ ﷺ نے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن، سفیہہ العقلا ئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے۔ اسلام سے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، اخرجه الشیخان عن علی المرتضی کرم اللہ وجھہ۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی دتیرے ــــــ خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انھیں نہایت پابند شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل

بالقرآن کا دعوی۔ عجیب دام در سبزہ تھا۔ اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک ــــــــ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ مؤحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث، اور سب چناں وچنیں بزعم خبیث۔ پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے، اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل۔ مگر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے، گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ رواہ الشیخان عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر شان خدا کہ ان کی مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا در کنار، بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کی گئی یارسول اللہ! ان کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: سر منڈانا۔ یعنی ان کے اکثر سر منڈے ہوں گے۔ رواہ البخاری بعض حدیث میں ان کا پتہ بتایا: گھٹنی ازار والے۔

بالجملہ یہ خوارج حضرات نہروان کے پس ماندے، بلکہ علو و بے باکی میں ان سے بھی آگے ہیں۔ یہ انھیں بھی نہ سوجھی کہ شرک و کفر تمام مسلمین کا دعوی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع:

طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استاد را

مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کا حسن انتقام لائق عبرت ہے۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ حدیث

سے سند لائے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے اور ہوا یہ کہ خود اپنے کافر مشرک ہونے کا اقرار کرلیا۔ کہ جب وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے۔فقضی الرجل علی نفسه اقرار مرد آزار مرد۔ المرء مواخذ باقراره مدہوش بے چارہ ،خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہوا۔

مسلمانوں کو خدا کی امان ہے۔ان کے لیے ان کے سچے نبی ﷺ سے سچی بشارت آئی کہ یہ امت مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے ــــــ امام احمد کی حدیث میں ہے: بے شک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو ــــــ امام احمد اور ابن ماجہ کی حدیث میں عام مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوا: خبر دار ہو! بے شک وہ نہ سورج کو پوجیں گے، اور نہ چاند کو، نہ پتھر کو، نہ بت کو۔ ہاں! یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے۔

پھر خطبہ مبارکہ میں حجاز یعنی حرمین طیبین اور ان کے مضافات کے لیے اس سے اجل واعظم بشارت آئی۔

جامع ترمذی شریف میں ہے: بے شک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بابنی (بل) کی طرف۔اور بے شک دین، حرمین طیبین کو اپنا مسکن وماٴمن بنائے گا۔جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔ پھر مدینہ طیبہ کا کہنا ہی کیا ہے؟ کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول وآخر ملجا ومناص ہے۔اس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا: بے شک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا، جیسے سانپ اپنی بابنی

کی طرف ۔رواہ الامام احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ---

انصاف کیجیے! تو صرف یہی حدیثیں، اوران کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی ووافی وبرہان شافی ۔ کہ اگران کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ، واہل مکہ، واہل حجاز، واہل عرب، واہل تمام بلادوامصار دارالاسلام، سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں ۔اور مسلمان صرفی یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار، بقیۃ السیف ۔انا للہ وانا الیہ راجعون

جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلعہ قمع ہوا، اس پر سن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا ۔اسی سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوی دیا ۔امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

> ہندوستان دریں جزء زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار دوصدوسی وسوم ست ۔اکثرش دار الحرب گردیدہ ۔

مگر زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی ۔ناچار زبان قلم، قلم زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے ۔کفر وشرک تو پہلا لقب ہے ۔ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں: کہ اہل سنت کفار حربی ہیں، ان کے خون ومال مباح وحلال ۔بلکہ اس سے زیادہ شیطانی اقوال ۔ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

اس مقدمہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے جواب سوال ان لفظوں میں دیا ہے:-

بلاشبہہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع، ولازم الاحتراز ۔انھیں باختیار خود امام کرنا، تو ہر گز کسی سنی محبّ سنت وکارہ بدعت کا کام نہیں ۔

اور جہاں وہ امام ہوں، اور منع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے، دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے۔ حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔

امام محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی به لانه بسبیل الی التحول اور اگر بمجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا، تو نماز پھیر لے، اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ اگرچہ مدت گذر چکی ہو۔ کمافی ردالمحتار

اعلیٰ حضرت نے اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن فرمایا ہے:۔

[دلیل اول] یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے۔ اور علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے۔ اور اس کا چھوڑ دینا، اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا، سنیوں کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس و اجتہاد کا منکر تھا جنھیں 'ظاہریہ' کہتے ہیں، جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:۔

داود ظاہری ومتابعانش را از اہل سنت شمرون در چہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست اھ۔

مگروہ بے چارے بایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے۔(مگر پھر بھی) بہ تصریح شاہ صاحب انھیں سنی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے، تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے (ہیں) کیوں کر ممکن کہ بدعتی وگمراہ نہ ٹھہریں؟۔

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوی میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ ــــــ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔یعنی حرام کے مقارب، گناہ کی جالب، اعادۂ نماز کی موجب۔

علما فرماتے ہیں: نماز اعظم فرائض دین ہے، اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب۔اور امامت میں اس کی توقیر وتعظیم کہ مقصود شرع سے بالکل مجانب۔حدیث میں ہے:من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام٥ جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی ــــــ دوسری حدیث میں ہے: اهل البدع شر الخلق والخليقة ٥ بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں ــــــ نیز بدعتی مبغوض خدا ہے، اور مبغوض خدا سے نفرت ودوری واجب۔ولہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ؕ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ــــــ

ابن ماجہ شریف میں ہے: ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے، مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو ــــــ

علامہ ابراہیم حلبی نے شرح صغیری منیہ میں تصریح فرمائی کہ فاسق ومبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں۔

[دلیل دوم] غیر مقلدین بدمذہب کے علاوہ فاسق معلن بے باک مجاہر بھی ہیں۔اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔امداد الفتاح میں ہے: کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: تبع فیه الزیلعی ومفاد کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة یعنی امامت فاسق عالم کی مکروہ ہے اس لیے کہ اسے دین کا اہتمام نہیں تو اس کی شرعا اہانت واجب ہے تو امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی۔اس مسئلہ میں زیلعی کا مصنف نے اتباع کیا اور کراہت کا مفاد فاسق میں تحریمی ہے۔

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیوں کر ہیں؟ یہ خود واضح وبیّن۔کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے امت کے طعن وتوہین میں گزارتے ہیں۔اور عام مسلمانوں کی سب وشتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے۔جس نے جانا، اس نے جانا۔اور جس نے نہ جانا، وہ اب جانے۔ ان کے رسائل دیکھے۔ باتیں سنے۔ خصوصاً اس وقت کے لچھے خدانہ سنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے ہیں۔اور اذا خلوا کا وقت پا کر یہ آپس میں کھلتے ہیں۔(توان میں کئی طرح کے فسق ہیں۔)

(فسق اول): سب ودشنام اہل اسلام۔

حدیث مشہور میں ہے: سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔اخرجه الامام احمد والبخاری ومسلم وغیرهم عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه۔

(فسق دوم): طعن علما۔

طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی: تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا، مگر منافق۔ ایک وہ کہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا ذی علم۔ تیسرا امام عادل ـــــ مسند الفردوس میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے، ہلاک ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فسق سوم): عداوت عامہ اہل عرب و حجاز۔

انہیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں۔ قد بدت البغضاء من افواھھم وماتخفی صدورھم اکبر اور اس کی وجہ مخالفتِ مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل و تذلیل میں آنا، اور بکرّات ومرّات، ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا ہے۔ غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے۔ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے۔

(فسق چهارم): پھر یہ عداوت منجر بہ سب و شتم ہوتی ہے۔ کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے، اور اپنے دام بچھانے چاہے۔ حال کھلتے ہی تعزیر پا کر نکالے گیے۔ جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا ـــــ بیہقی شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی: من سب العرب فاولئك هم المشركون جو اہل عرب کو

سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

(فسق پنجم): مدینہ طیبہ کو جزیرۂ عرب پر جس قدر فضیلت ہے، اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشی نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا، جیسے نمک پانی میں۔ اخرجه الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ؟ ان سے کہیے تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۝ ہم اور تم سب مل کر مہریں کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین کا ہے، فریقین کو مقبول ہوگا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فبہا۔ ورنہ جان لیں کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب، اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل، ان پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ بددین جانتے ہیں۔ پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنی؟۔

(فسق ششم): عداوت اولیائے کرام قدست اسرارہم۔ جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ جس نے ان کے اصول وفروع پر نظر کی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب، محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ:

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اھ

چوڑھے چمار ـــــ اور ـــــ ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے۔ خود سید المحبوبین ﷺ کی نسبت صاف لکھ دیا کہ:

وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے۔

سبحان اللہ! سید عالم ﷺ تو ارشاد فرمائیں: ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔اخرجہ ابو داؤد ' والنسائی ' وابن ماجہ عن اوس بن اوس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ اور ایک سفیہ مغرور، محبان خدا سے نفور، خود حضور پر نور ﷺ کی نسبت ناپاک الفاظ کہے۔اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا۔اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بوتھی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم ﷺ پر افترا کیا۔حضور پر افترا خدا پر افترا ہے۔اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

جب خود حضور اقدس ﷺ کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں، تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے۔حضرت عزت حق جل جلالہ فرماتا ہے: من عاد لی ولیا فقد اذنتہ للحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا

۔اخرجہ الامام البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ عن ربہ عز وجل۔

(فسق ھفتم) : ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی، باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے ـــــ اور حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔اخرجہ الامام احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابو داؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنین وچناں

کہتے ہیں، خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر۔ والحمد للّٰہ رب العلمین۔

[دلیل سوم]: اس کی تقریر میں اولاً یہ سنیے کہ ان حضرات کے فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے ہیں، کیا کیا ہیں؟ اور وہ علی الاطلاق مذاہب اربعہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں؟۔ محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواہد فی اخراج الوھابیین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں میں یہاں اسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئلہ ا:- طریقہ محمدیہ ترجمہ درربھیہ ازنواب صدیق حسن بھوپالی میں ہے۔

پانی کتنا ہی کم ہونجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

اس مسئلہ کا مطلب یہ ہوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے، نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۲:- فتح المغیث صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے۔

نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق۔ مگر موت لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب کتے کا، اور لینڈ بھی، اور خون بھی حیض و نفاس کا، اور گوشت

ہے سوئر کا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اصل اشیا میں پاکی ہے، اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔

یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا۔ باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا، جب تک نقل صحیح غیر معارض نہ ہو۔ تو مرغی کی بیٹ یا سور کا موت یا کتے کی منی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کے نزدیک پاک ہوئیں۔ اور ان چیزوں کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے ان کے نزدیک نماز میں خرابی نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳:- نواب صاحب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے۔ اھ مترجما۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا یوں کہتا ؎

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

مسئلہ ۴:- نواب صاحب اپنے صاحب زادے کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:-

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست واصل در ہمہ

چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خود خلاف ست و دم مسفوح حرام ست و نجس اھ ملخصا۔

مسئلہ ۵:- اسی فتح المغیث کے ص ۶ پر ہے۔

کافی ہے مسح کرنا پگڑیوں پر۔

یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگر چہ قرآن عظیم فرمایا کرے وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ اپنے سروں کا مسح کرو۔

مسئلہ ۶:- مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین 'ہدایت قلوب قاسیہ' کے ص ۳۶ میں لکھتے ہیں:-

جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔

مسئلہ ۷:- فتاوی ابراهیمیہ مصنفہ مولوی محمد ابراہیم غیر مقلد صفحہ ۲ میں ہے۔

وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

یہ رافضیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ وہ تو جواز ہی مانتے ہیں، اور یہ افتراض کے قائل ہیں۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تعصب کو دیکھتے ہوئے ہر عقل والا انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز کیوں کر پڑھی جا سکتی ہے؟ جبکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز اس وقت درست ہے، جب کہ امام تحامی مواضع خلاف کی کرے۔ مثلاً فصد وحجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا، ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔

مس ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا، ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے، ان کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف بو رنگ یا مزا متغیر نہ ہو جائے، ہمارے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر اوصاف ثلٰثہ سے کوئی وصف متغیر ہو جائے، تو بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے، ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور۔ ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب، وضو میں فرض نہیں، ان کے نزدیک فرض۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے، جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو۔ جب تک باحتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے۔ تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے۔ اور محتاط حنفی مس ذکر و مساس زن سے وضو کر لیتے ہیں، اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگر چہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہیں کیا، منع بھی تو نہ فرمایا۔ پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی، دوسرے پر نہیں۔ اور کر لینے میں بالاتفاق طاہر ہو جائیں گے۔ جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے، اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: الاقتداء بشافعی المذهب انما يصح اذا كان الامام يتحامى مواضع الخلاف ــــــــ خانیہ و خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور متعصب کی تفسیر یہ ہے کہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو۔

اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید و کین مدید ہے۔ تو ان روایات پر غیر مقلدوں کی اقتدا ناجائز ہونے کی یہ جداگانہ دلیل ہوئی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کر جائے، وہ کافر ہے۔ کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا۔ اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے۔ اور رضا بالکفر آپ ہی کفر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں ــــــــــ جب اس متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے، تو یہ صریح متعصبین، جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین ہو، دن رات اسی میں ساعی رہیں، اور جب تقریراً تحریراً اس کی تصریحیں کر چکے، اور مکابر ہر طرح اپنی بات ہی بالا چاہتا ہے، تو قطعاً اس کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں، اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں۔ اور جب بحمد اللہ مسلمان کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو، غم و غصہ کھائیں۔ تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا، اور ان کی اقتدا کیوں کر روا ہوگی؟۔

یہاں تک تو ان کے فسق و بدعت وغیرہما کی بنا پر کلام تھا۔ ایک امر اشد و اعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں۔ یہاں تک کہ احادیث صحیحہ و اقوال جماہیر فقہا سے ان کا صریح کافر ہونا، اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل ہونا، نکلتا ہے۔ وہ کیا؟ یعنی ان کا تقلید کو شرک، اور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، سب مقلد ان ائمہ کو

مشرکین بتانا۔ کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے۔اور پھر ایک دو کو نہیں، لاکھوں کروڑوں کو، پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو، جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت واراکین امت واساطین ملت وحملہ شریعت وکملہ طریقت تھے۔

مولانا شاہ ولی الدین صاحب دہلوی رسالہ 'انصاف' میں لکھتے ہیں:۔

دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر وشرک ٹھہری، تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامۂ مسلمین سب کفار مشرکین ہوئے۔نہ سہی، آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامہ اہل سنت چار مذہبوں پر منقسم ہوگئے، اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

بالجملہ اس میں اصلاً شک وشبہہ کی گنجائش نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک وکفر اور مقلدین کو مشرک کہہ کر لاکھوں کروروں علما، اولیا، صلحا، اصفیا، بلکہ امت کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہرادیا۔علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ ان کے اکابر اپنی جماعت کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے ہیں ـــــــ اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے، ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر خود کافر ہے۔امام مالک واحمد بخاری ومسلم ابوداؤد وترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً راوی: ایما امرء قال لاخیه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كماقال والا رجعت عليه ـــــــ

غرض مذہب مفتیٰ بہ پر اس گروہ کو سخت دقت کہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے، اور اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں: تو ان کا کافر ہونا لازم، اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔

مگر حاشاللہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے، اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں، ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے۔ ہاں! ہاں! یوں کہتے ہیں۔ اور خدا و رسول کے حضور کہیں کہ یہ لوگ آثم ہیں، خاطی ہیں، ظالم ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں، مبطل ہیں۔ مگر ہیہات کافر نہیں، مشرک نہیں، اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں، عدو اللہ نہیں۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں۔ ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں۔ احادیث میں ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت سے بچنا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح ان سے دوری مناسب۔ خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب۔ اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا، مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس رسالہ کو ان الفاظ مبارکہ پر ختم فرمایا ہے:۔

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع ہوا۔ اور چہارم ذی الحجہ روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیہ کو بدر سمائے اختتام ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد و آلہ والائمہ المجتہدین والمقلدین لہم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم وجل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۵۰) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳)

تار من جملہ ان چیزوں کے ہے کہ زمانہ خیر القرون تو کجا؟ تبع تابعین وائمہ مجتہدین، بلکہ بارہویں صدی تک اس کا وجود ہندوستان میں نہ تھا۔ اس لیے فقہ کی اخیر کتاب فتاوی عالم گیری اور بعد کی تصانیف میں بھی اس کا جزئیہ مصرح نہیں۔ جس زمانہ میں اس کا رواج عام ہوگیا، دنیوی کاروبار میں عام طور پر اس کا استعمال ہوا۔ بلکہ تجارتی اہم کاروبار کا دارومدار گویا اسی پر ہوگیا۔ بڑے تاجروں کو کہاں اس کا موقع کہ روزمرہ کے کاروبار میں لمبے لمبے خطوط لکھا کریں، یا پڑھ سکیں، یا دو تین دن تک کا انتظار خط پہونچنے میں کریں۔ اس لیے اس کا رواج زیادہ تر کاروباری تجارتی دنیا میں ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے تار ایجاد کیا، جن کے یہاں عام طور پر مروج ہوا، وہ معمولی خبری حیثیت میں استعمال کرتے رہے۔ لیکن اہم اور ذمہ داری کی باتوں، شہادت کے موقع پر اس کو اس لائق نہ سمجھا کہ کام لیا جاسکے۔ خون کا مقدمہ تو بہت اہم ہے، معمولی فوجداری دیوانی کے مقدمہ میں بھی تار کو ناقابل قبول سمجھا، اور تار پر کسی مقدمہ میں بھی گواہی نہ لی گئی۔ گواہی تو درکنار ووٹ کا معاملہ جس کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ بوگس ووٹ دینا ایک معمولی بات ہے۔ اس میں بھی ناقابل استعمال متصور ہوا۔ مرکزی اور صوبائی کونسل اور اسمبلی تو بڑی چیز ہے، معمولی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹ میں بھی اس کو جگہ نہ دی گئی۔ اور ووٹر کا تار دینا کہ ہم فلاں شخص کو ووٹ دیتے ہیں کافی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ ووٹر جہاں کہیں بھی ہو، اس کو پولنگ اسٹیشن پر

آکر ووٹ دینا ضروری قرار دیا گیا ـــــــ لیکن بعض مسلمانوں میں اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھة کی ذہنیت ہوتی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ جب دنیوی کاموں میں روزمرہ تار عام طور پر مستعمل ومروج ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دینی امور، رویت ہلال رمضان، وعید الفطر میں نہیں جائز ہوگا؟ چنانچہ بعض علما بھی اسی قسم کی ذہنیت کے مل گئے، اور انھوں نے تار کو خط قرار دے کر خود ساختہ فتویٰ خط کا اس پر چپکا دیا۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول جس میں مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے بطور نمونہ گنگوہی صاحب کے ۳۵ تحقیقات علمیہ صفحہ ۱۶۴ سے ۱۷۹ تک لکھے ہیں، جس کی سرخی ہے: 'شبہات فقہیہ ومسائل مختلف فیہا' اور اس کی تمہید ان لفظول سے شروع کی ہے۔

اس جگہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس مسائل اس مبحث کے بیان کردوں تا کہ امام ربانی کے اس مرتبہ علمی و درجہ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہوجائے، جو مرجع العلما ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فقہی مسائل میں اذکیا کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانے کی جو اعلیٰ قابلیت من جانب اللہ آپ کو ملی تھی مسائل مفصلہ ذیل سے ظاہر ہوجائے گی جس کی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر القاب آپ کی شان میں نکل رہے۔

اور اس سے قبل صفحہ ۱۶۳ پر لکھا:-

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام وسرتاج اور مقتدایان اسلام کے مرجع وپیشوا تھے، اس لیے حق تعالیٰ نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی، جس سے ان مالاینحل مسائل مفصلہ کا حل ہوتا تھا، جن میں اذکیا کی عقول متحیر، اور فقہائے عصر کی

افہام عاجز ہو جاتی تھیں۔اھ

غلاموں کی زبان سے ولی نعمت کی جو کچھ تعریف نکلے کم ہے۔ آخر 'پیر من خس ست اعتقاد من بس ست' کہنے والے نے ایسے ہی موقع کے لیے تو کہا تھا۔ ورنہ یہ سب تعریفیں بلاشبہہ شاعر کے ان دو شعروں کے مصداق ہیں ؎

قصدت ابا المحاسن کی اراہ

بمجد کان یبلغنی الیہ

فلما ان رأیت رأیت فردا

ولم یک من بنیہ ابن لدیہ

اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ اور مجتہدانہ فہم سے مالاینحل مسائل مفصلہ کے حل کے دو چار واقعات فتاوی رشیدیہ سے ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ علمائے ہند کے امام وسرتاج مقتدایان اسلام کے مرجع وپیشوا کے مجتہدانہ فہم وبرکات سے ناظرین کتاب ہٰذا بھی مستفید ہوسکیں۔ اور مسائل مفصلہ جن میں اذکیا کے عقول متحیر، اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہوتے ہیں، ان کا حل معلوم کرسکیں۔

کسی نے بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانے کا مسئلہ پوچھا۔تو جواب میں لکھا:-

زیارت بزرگان دین کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہیں بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علما ہیں مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے فقط۔ (ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۴۸)

یہاں پر قطع نظر اس سے کہ جائز اور ناجائز کہنے والے دونوں کو علمائے اہل سنت قرار دینا، غلط۔ علمائے اہل سنت بالاتفاق زیارت بزرگان دین اور ان کے مزارات کے لیے سفر کو جائز جانتے ہیں ——— البتہ وہابیہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور حدیث لاتشدوا الرحال الا الی ثلثه مساجد کو دلیل مانتے ہیں۔ جب کہ یہ استدلال بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ مستثنیٰ منہ یا تو ——— مسجد کو قرار دیجیے کہ شدرحال کسی مسجد من حیث ہو مسجد کی طرف نہ کیا جائے، سوا ان تین مساجد کے کہ ان کی طرف سفر کرنا قطع نظر اور اسباب کے نفس مسجد ہونے کی حیثیت سے بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ثواب مزید ہے۔ تو اس کو مسئلہ مبحوث عنہا سے کچھ علاقہ نہیں یا ——— مستثنیٰ منہ شی یا موضع نکالیے۔ تو سلسلہ آمد و رفت ہی ختم ہو جاتا ہے، اور قُلْ سِيْرُوْا فِى الْأَرْضِ ؕ کے بالکل معارض یہ حدیث ہوتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ علمائے ہند کے امام و سرتاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوا نے اس معمولی اختلافی مسئلہ کا حل تو کجا؟ دوسروں کی بھی ہمت توڑ دی کہ اس کو محال ہی قرار دے دیا۔

اسی طرح کسی نے ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب میں لکھا:

> دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے اکثر دار الاسلام کہتے ہیں اور بعض دار حرب کہتے ہیں بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ ص ۳۷

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ پر گہر افشانی فرمائی ہے:-

الجواب: ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علما کا ہے۔
بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے
فرمایا اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا
کیفیت ہند کی ہے۔فقط۔

کہاں ہیں مولوی عاشق الٰہی صاحب، گنگوہی صاحب کو مجتہدانہ فہم رکھنے کے بانگی؟ لاینحل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت وقابلیت ثابت کرنے والے؟ اس بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا کو نظر انصاف سے دیکھیں، اور جھوٹے پروپیگنڈا سے شرمائیں۔ اور اگر مسئلہ کی تحقیق اور حق فیصلہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فتاوی رشیدیہ حصہ اول اسی صفحہ ۷۳ پر کسی نے سماع موتی کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں لکھا:-

یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی
نہیں کرسکتا۔

کسی شخص کا قصہ مشہور ہے کہ دریا میں نہانے گیا تھا، کچھ قدم آگے بڑھ گیا، ڈوبنے لگا۔ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ لوگو! مجھے نکالو میں ڈوبا۔ تو ممکن ہے کہ لوگ توجہ نہ کریں، اور نہ کوئی نکالنے آئے۔ فوراً چلایا: جگ ڈوبا، جگ ڈوبا۔ لوگ چاروطرف سے دوڑ پڑے، اور اس کو نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ بھائی ڈوب تم رہے تھے، یہ کیوں کہا کہ جگ ڈوبا؟ بولا کہ بھائی! جب ہم ہی نہ رہے، تو لوگوں کے لیے تو ہم مرے، لیکن میرے لیے تو سبھی مرگیے۔

اس لیے میں چلایا کہ جگ ڈوبا۔ گویا اس شخص کے نزدیک اس کی ذات، جگ ہے۔ اس طرح گنگوہی صاحب سے جب اس کا فیصلہ نہ ہو سکا تو اسی اصول پر لکھ دیا۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا حالانکہ اس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ ؎

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست ÷ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور اگر کسی شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کا سچا فیصلہ دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات مطالعہ کرے۔

پھر اسی حصہ میں صفحہ ۸۷ پر استعانت اہل قبور کے متعلق سوال ہوا۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:-

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالی میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علما کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے

کہیے میرٹھی صاحب! یہ آپ کے قطب عالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر، مالاینحل مسائل کو حل کرنے والے کی پالکی کیسی رکھا گئی کہ اس کو محال ہی بتا کر چھٹکارا چاہا۔

اسی طرح بہت سے مسائل کا مہمل مجمل غیر تشفی بخش جواب دیا۔ اور یہ کہہ کر قصہ ختم کر دیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور کچھ فیصلہ نہ کیا۔ نہ کسی کو ترجیح دی کہ سائل کو کچھ رہنمائی ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲ پر عورتوں کو زیارت

قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔اس کا جواب لکھا:۔

الجواب: عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:۔

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! سائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجدد زمان وحید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟۔

احمد سعید خان صاحب مرادآبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۴۶ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چونتیسواں سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشا کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:۔

الجواب : یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاوی صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا فقط۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتوی دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا۔ اور اگر آپ کو وحید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے

قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔اس کا جواب لکھا:۔

الجواب: عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:۔

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! سائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجدد زمان وحید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟۔

احمد سعید خان صاحب مرادآبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۶۴ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چونتیسواں سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشا کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:۔

الجواب : یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاویٰ صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا فقط۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتویٰ دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا۔ اور اگر آپ کو وحید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے

اور بھی فائدہ اٹھانا ہے تو تین مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ سے اور سن لیجیے، اس کے بعد اس مسئلہ تار کے متعلق افادہ مجتہدانہ سے استفادہ فرمایئے گا۔

حکیم غلام احمد صاحب ساکن بچھروں ضلع مرادآباد نے آٹھ سوالات کئے تھے۔ اس میں پہلا سوال ہے، منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۵۷ پر ہے:-

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

یہ مسئلہ جیسا مہمل اور غلط اور غیر متمدن زمانہ کا ہے، ظاہر و باہر ہے۔ اور کسی کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو۔ تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ المنی والدرر فی حکم منی آردر ملاحظہ کرے۔

جب گنگوہی صاحب کا یہ مسئلہ مشہور ہوا تو لوگوں میں بے چینی اور پریشانی اور الجھن پیدا ہوئی۔ اس لیے جگہ جگہ سے اس کے متعلق سوالات آئے۔ بعض معتقدوں نے مخلص کی یہ صورت نکالی کہ کچھ پیسے روپے کے ساتھ بھیجے جائیں، تو درست اور جائز ہوگا۔ چنانچہ کسی نے سوال کیا:-

ہمارے دیار میں علما کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے۔ البتہ اگر پیسہ مل جائے تو مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق ہے۔ اور جواز میں کچھ شبہہ نہیں کیوں کہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں، پس آپ محاکمہ شرع شریف کے رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

اس کا جواب حصہ دوم ص ۱۵۳ دیا:-

الجواب: روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں خواہ اس میں کچھ

پیسہ دیے جاویں یا نہ دیے جاویں فقط۔

یہ وحید عصر صاحب کا محاکمہ ہوا، یا آمریت کا فرمان واجب الاذعان؟

پھر کسی نے اپنے فہم کی رسائی حیلہ جواز تک نہ دیکھی تو خود انھیں مجدد زمان صاحب سے دریافت کیا۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم ص ۳۲:-

سوال: اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے۔

اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے، یا نہیں کہ اس میں عام

وخاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

اس کا جواب دیا:-

جواب: دیا الجواب منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں

دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔اھ

خیر بہر کیف! جب کوئی صورت جواز کی نہ نکلی اور مدرسہ دیوبند میں چندہ بھیجنے والوں کو نیز گنگوہی صاحب کے مریدوں کو ان کو نذرانہ بھیجنے کی ضرورت تھی تو سوال ہوا کہ اگر منی آرڈر منع ہے تو روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیے؟ اس کا جواب دیا:-

روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔اھ

اب ایک دقت اور پیش آئی کہ علما کو عموماً اور خصوصاً مدرسہ دیوبند کو طلبہ کے لیے کتابیں مفت منگوانی ہوتی ہیں۔ کتاب تو بذریعہ پارسل یا بک پوسٹ [illegible] گی۔ لیکن قیمت کتاب تو خواہ مخواہ بذریعہ منی آرڈر ہی

بھیجنا ہوگا۔ دہلی سے کتاب آتی ہے، تو دہلی کوئی شخص روپیہ پہنچانے تو جائے گا نہیں۔اب یہ منی آرڈر کیسے جائز ہو۔ غرض اس فتویٰ سے پوری زد مدرسہ پر پڑتی ہے۔تو حصہ دوم ص ۱۵۶ پر استفتا و جواب ملاحظہ ہو:۔

استفتا: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کیا فرق ہے، یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر نا جائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں۔اور کتابوں کا محصول ویلو پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے۔اس کی تفصیل منظور ہے۔بینوا توجروا

الجواب: منی ارڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے۔اور جو کتابیں منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہوسکتا ہے کہ اس شئ کی وہ محصول دیلو ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ عین شئ نہیں پہنچتی فقط۔

اگر یہ حیلہ اور ترکیب جائز ہے۔تو پھر اس سوال کے جواب میں لکھنا تھا کہ حیلہ اس کا یہ ہے کہ نوٹ رجسٹری یا بیمہ کر دیئے جائیں۔ یہ کیوں لکھا کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں ـــــــ پھر مجدد زمان، وحید العصر صاحب نے حیلہ بتانے میں بھی غلطی کی۔آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کر دینا بتایا۔لیکن یہ نہ فرمایا کہ یہ نوٹ آئیں گے کہاں سے، سوائے اس کے کہ جعلی بنا کر مجرم بنیں۔ورنہ گنگوہی صاحب کے فتوی سے تو نوٹ کی خریداری کمی بیشی قیمت میں تو درکنار، برابر قیمت یعنی جو رقم لکھی ہوئی ہے، اس پر بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۲۷ پر سوال ہے:۔

نوٹ کی خرید وفروخت کمی زیادتی پر جائز ہے یا نہیں بالتفصیل ارقام فرمادیں۔

اس کا جواب دیا:-

الجواب: نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔ مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا اور ناجائز ہے۔ فقط

اور کتابوں کے منگانے کا جو حیلہ گڑھا، وہ سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کتاب یا کوئی چیز جو بذریعہ وی پی منگوائی جاتی ہے، تو اس جگہ دو معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً کتاب یا اس چیز کا محصول پارسل۔ یہ وہ ٹکٹ ہے جو بحساب وزن ورقم مقررہ، اس پارسل یا بک پوسٹ پر لگایا گیا۔ اس کا کام یہ ہے کہ مثلاً دہلی سے گنگوہ یا دیوبند پہنچا دیا۔

(۲) یہ ہے کہ جو قیمت اس کتاب یا اس چیز کی ہوئی، مع اس رقم ٹکرٹ کے جو اس پارسل پر لگایا گیا، اور خرچ پارسل کرنے کا، ان سب رقم کا مجموعہ وی پی فارم پر بھر کر اس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے کہ اس پارسل کے وصول کرنے پر علاوہ اس رقم کے جو قیمت اور ٹکٹ کی ہے، محصول منی آرڈر اس پر اضافہ کر کے مال منگوانے والے سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور وہ رقم بذریعہ منی آرڈر کتاب یا چیز بھیجنے والے کو وصول ہوتی ہے۔

تو یہ دو معاملہ الگ الگ ہوئے۔ اس کو یہ لکھنا کہ اس شئ کی اجرت وہ محصول ویلیو ایبل کی خیال کیا جاتا ہے، عامیانہ، اور بھولے بھالے لوگوں کی باتیں

ہیں۔اس شی کی اجرت تو اس ٹکٹ کے ذریعہ سے وصول ہوئے جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔اور جو روپیہ جائے گا،اس کی اجرت یہاں لکھ کر وصول کی جاتی ہے، جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔غرض حافظہ نباشد کے اصول پر جو ترکیب جواز کی نکالی۔وہ انھیں کے دوسرے فتوی کی وجہ سے بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

الغرض! نوٹ آئیں گے کہاں سے؟اس کے لیے حیلہ یہ گڑھا کہ اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے۔اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔

ہرعلم والا جانتا ہے کہ حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں،تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آیا ہو، بلکہ زید کا قرض بکر کے اوپر ہو،اور اس صورت میں زید عمر وکو بکر پر حوالہ کرے،تو یہ حقیقۃً حوالہ نہ ہوگا۔بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا ہوگا۔اور اگر عمرو کا قرض زید کے ذمہ آتا ہو، نہ زید کا قرض بکر پر۔اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے،تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

فتاوی عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے: اذا احال رجلا علی غریمه ولیس للمحتال له علی المحیل دین فهٰذه و کالة ولیست بحوالة کذا فی الخلاصه ...

علاوہ بریں دنیا بھر کے عقلا جو نوٹ کا لین دین کرتے ہیں، وہ روپیہ دے کر نوٹ خریدنا سمجھتے ہیں۔لیکن تمام جہاں کے عقیدہ وعمل کے خلاف آپ زبردستی عقد بیع سے تڑوا کر وہ عقد ان کے سر منڈھتے ہیں کہ جو ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں۔جس شخص کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو اعلیٰ حضرت کے رسائل

کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم اور اس کا ترجمہ مسمّیٰ بنام تاریخی 'نوٹ کے متعلق سب مسائل' اور رسالہ کاسر السفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم اور اس کا ترجمہ مسمّیٰ بنام تاریخی الذیل المنوط لرسالة النوط ملاحظہ کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان چاروں رسالوں کے دیکھنے سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

یہ تو حضرت مجدد زمان، وحید العصر کے مسائل معضلہ جس میں از کیا کی عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتی ہیں، ان کے حل اور جواب کا نمونہ تھا۔ اب اگر فقہی لیاقت دیکھنی ہو، تو ایک مسئلہ اور بھی ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ پر ایک سوال و جواب ہے:-

مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

الجواب: ثواب ہوگا فقط۔

جس جس جانور کا گوشت بالاتفاق حلال اس کے کھانے پر بھی کسی عالم نے ثواب کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ گنگوہی صاحب کی جدت دیکھئے کہ حرام کوّا کو حلال کیا، اور نہ صرف مباح کی حد تک رکھا، بلکہ اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا۔ انا للہ وانا الیه راجعون.

اسی حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

مسئلہ: گوبری دینا جائز ہے یا نہیں۔ جس جگہ مرغی کی سرگیں گر کر خشک ہو گئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے۔

الجواب: گوبری دینا جائز ہے۔ مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے۔ اور اس سے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر رنگ و بو مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہوگئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہوگی۔ فقط۔

یہ نجاست کے مزہ کے ایک ہی کہی۔ تو چاہے کہ گوبری دینے کے قبل گوبر کو چکھ لیں، اور مزہ معلوم کرلیں۔ پھر خشک ہو جانے کے بعد اس کو چکھیں، اور دیکھیں کہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔ اسی طرح مرغی کی سرگیں کو پہلے چکھ کر مزہ معلوم کریں، پھر خشک ہو جانے کے بعد چکھیں، تا کہ معلوم ہو کہ وہ مزا باقی ہے، یا بدل گیا ــــــ یہ ہے وحید العصر، مجدد زمان کی فقاہت۔

خیر بات دراصل مقصد سے کچھ دور ہوگئی میری غرض اس جگہ تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۷۲ سے شبہ اور اس کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا۔

ش: یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرما دیں۔ تا کہ برقی از روئے فقہ کسی شئی کے حکم میں داخل ہے؟

ج: تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں۔ جیسے انگریزی و ناگری وغیرہا۔ اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ ملتی ہے۔ اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے، تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں،

امور میں لہٰذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو۔مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں
پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں۔بناء علیہ
تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کار بند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ
حال کو دیکھ کر کہ تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں چونکہ غالب ظن قلوب میں ا
س کے دل صدق کا راسخ ہو گیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل
کر لیوے، تو وجہ ہو سکتی ہے۔صوم میں ایک عدل کی خبر اور انتظار میں
عدلیں کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔پس بندہ دونوں
فریق کو حق پر جانتا ہے۔اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے
بذریعہ کتاب کے۔فقط۔

یہ مجدد زمان، وحید العصر کی فقاہت اور آپ کی عام معلومات ہیں۔
اولاً آپ نے تار برقی پر خبر آنے کو تحریر خط کی طرح سمجھا۔حالانکہ تحریر خط میں
کتابت کی شان انشا کا طرز، وہ تحریر کو قوت دیتا ہے۔اور تار برقی میں یہ مفقود
ہے۔بلکہ وہ محض اشارات جس سے انگریزی الفاظ بنائے جاتے، انگریزی
حروف میں لکھے جاتے، پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے، تو اس کو خط کی طرح
کہنا بالکل بے معنی بات ہے۔

باوجود قرائن وقیاسات معینہ کے فقہائے کرام نے شہادت کے معاملہ میں
خط کا اعتبار نہ کیا۔اور الخط یشبہ الخط فرمایا۔تو تار کو خط قرار دے کر اس کا
اعتبار کرنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟—— اور اس سے زیادہ پر لطف بات یہ
ہے کہ قلم تحریرات کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہوتا ہے۔یعنی خط تو قلم واسطی یا سری یا
ہولڈر سے لکھا جاتا ہے، اور تار تو لمبے بانس کے قلم سے جس کا طول ان دونوں

شہروں کے برابر ہوتا ہے، لکھا جاتا ہے ـــــــــ پٹنہ سے بمبئی تار بھیجنا ہوتو اس قلم طویل ممتد سے جس کا طول پٹنہ اور بمبئی کے اتنا ہے، انگریزی نقوش اصطلاحی میں لکھا جاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اصل تحقیق اس مسئلہ کی رسائل اعلیٰ حضرت میں دیکھیے۔ خصوصاً یہ مختصر زیر نظر رسالہ مسمیٰ بہ ازکی الاھلال بابطال مااحدث الناس فی امر الھلال میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب استاد ابتدائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے کلکتہ فوجداری بالا خانہ سے سوال بھیجا کہ دربارۂ رویت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ اس کا انتظام کرلیں کہ رویت ہلال رمضان، وشوال، وذی الحجہ، ومحرم کے پیشتر متعدد مقامات کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ ۲۹ کا چاند ہو تو بذریعہ تار کے مطلع کردیجیے۔ پھر اس کو مشتہر کردیا جائے، تو یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے، یا محض باطل؟ اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمان کو اس عمل جائز ہے، یا حرام؟ اور اعلان کرنے والے کے حق میں کیا حکم ہے؟۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی ازکی الاھلال تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے فرمائی۔

الحمد للہ الذی بشکرہ یصیر ھلال النعمۃ بدرا ÷ والصلاۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا ÷ وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی واقمار التقی ÷ مااتی البرق بخبر الورق فصدق مرۃ وکذب

اخریٰ ÷ اللهم هداية الحق والصواب

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر۔ اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام۔ اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو، سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں، ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہٰذا یہاں بقدر ضرورت، وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب -

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ، یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا۔ اوران میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لیے بہت قیود وشرائط لگائیں۔ جن کے بغیر ہرگز گواہی وشہرت تک بکار آمد نہیں۔ اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے، نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیوں کر حلال ہوسکتا ہے؟ جو یہاں تار کی خبر عمل چاہے، اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب وملزم ہونا ثابت کرے۔ مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت، اور منصب رفیع فتویٰ پر جرأت کس لیے۔ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی۔ کہ ہم تک تو نامعتبر طریقہ سے پہنچی۔ نبی ﷺ کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر؟ پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے، کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے؟۔

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم۔ کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے۔ طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے۔ واقف کار دیگر قرائن سے

اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں۔ کہ خط خط کے مشابہہ ہوتا ہے، اور بن بھی سکتا ہے۔ تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے ـــــ اشباہ میں ہے :لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ـــــ فتاوی عالمگیریہ میں ملتقط سے ہے: الکتاب قد یفتعل ویزور الخط یشبه الخط و الخاتم یشبه الخاتم

دیکھیے! کس قدر واضح طور پر فرمایا کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو، نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر گواہی اور حکم حلال کہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے ـــــ بلکہ فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی میں صاف ارشاد فرمایا کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے۔ اگر چہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو ـــــ پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں، کیوں کر امور دینیہ کی بنا اس پر حرام نہ ہوگی؟۔

سبحان اللہ! ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ مہر بنالینا، اور خط میں خط ملا دینا، سہل نہیں۔ شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہیں۔ اور تار میں تو اصلاً دشواری نہیں، جو چاہے تار گھر میں جائے، اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے۔ وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔ نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جائیں۔ علاوہ بریں تار والوں کے وجود صدق پر کون سی وحی نازل ہوئی کہ ان کی بات خواہی نخواہی قابل قبول ہوگی، اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہوگی۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات

بھیجے جائیں۔ غالباً ان کا بیان، حکایت و اخبار محض سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو۔ تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالۃً نہ پہونچا۔ بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا۔ صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا۔ اس نے تار کو جنبش دی، اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں میں عبارت بنائی۔ اب وہ بھی جدا ہوگیا۔ یہاں کے تار والوں نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا، اسے نقوش معروفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا۔ وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہونچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے، مجھول عن مجھول عن مجھول نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی۔ پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تار دیں۔ اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا، مانیے وہ جداواسطہ پھر فارم کی حاجت ہوئی، تو تحریر کا قدم درمیان، آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت، ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت۔ بااین ہمہ فصل زائد ہوا، اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے؟ وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ ان سب وسائط کی عدالت و وثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں؟ حاشاللہ! نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نام درکنار، اصل شمار وسائط بتانا دشوار۔ سب جانے دیجیے، اسلام پر بھی علم نہیں۔ اکثر ہنود وغیرہ کفار ان خدمات پر معین۔ غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی

بنا کرنا علما تو علما ہیں، نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا، صرف قاضی شرع سے خاص۔ جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو۔ یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا۔ ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انھیں وجوہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں، مقبول نہ ہو۔ اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے، مورد سے آگے تجاوز نہیں کرتا، اور دوسری جگہ اجرا، محض باطل وفاحش خطا۔ پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ بلکہ حسب تصریحات علما اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آ کر بیان کرے، ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو دربارہ خط منعقد ہوا ہے۔ پیام ایلچی وخود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ سبحان اللہ! پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں۔ اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں:

ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے، وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار۔ کہ مقبول الکتاب کا تار تو ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز؟۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول، جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط

بالیقین اسی قاضی کا ہے۔ اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں۔ اور اس کی مہر بھی لگی ہو۔ اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔

ھدایہ میں ہے: لا یقبل الکتاب الا بشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں، ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا، یا تار دیا۔ مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

اتنی حضرت امام اہل سنت اخیر رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے۔ خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا الزام ہم پر چلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ مساعیھم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے، جسے زیادہ فہم ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تسہیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ قادر ہوں۔ لا خلا الکون عن افضالھم وکثر اللہ فی بلادنا من امثالھم آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین- وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین محمد وآلہ

وصحبه اجمعین واللّٰه سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم وحکمه عزشانه احکم۔

کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمدن المصطفی النبی الامی ﷺ

(۵۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۴)

غیر مقلد حضرات کے مختصر کردہ مسائل میں سے ایک مصافحہ بھی ہے۔ جہاں ان لوگوں نے اذان، اقامت، نماز، روزہ کے مسائل کو شورٹ اور مختصر کر دیا۔ کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہنے کے جگہ ایک ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔ وتر کی تین رکعتوں کو ایک کر دیا۔ تراویح کی بیس رکعتوں کو آٹھ بنا دیا۔ تین طلاقوں کو ایک کر ڈالا۔ مولود شریف، عرس، فاتحہ، ایصال ثواب کو ایک دم سے اوڑا دیا۔ وغیر ذالك من الاختصارات وہیں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی جگہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کی طرح شیک ہینڈ (Shake Hand) کر دیا۔ ان کی یہ حرکات بعینہ اس برادری کے عالم کی ہے، جنھوں نے از راہ عقل مندی بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک مختصر سا قرآن نذر شاہی میں گزرانا۔ اور نہایت ہی فخر کے ساتھ اپنے کمال عقل کا ثبوت دینے کو کہا: حضور بادشاہ سلامت! میں نے جناب کی خدمت میں ایک ایسا بیش بہا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ پیش کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا مختصر ہے، جو خاص حضور کے لیے میں نہایت ہی محنت وعرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ تا کہ آپ کو آسانی ہو، اور وقت عزیز کا قرآن شریف پڑھنے میں زیادہ نہ صرف ہو۔ بادشاہ سلامت نے از راہ تعجب اختصار کی صورت دریافت کی کہ کس اصول پر آپ نے اس کو شورٹ کیا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قرآن کی آیتیں بہت سی مکرر ہیں، اور ان کے بار بار پڑھنے میں حضور کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے

مکرر آیتوں کو میں نے حذف کردیا۔ بادشاہ کو ان کی حماقت پر بہت غصہ آیا، مگر سمجھا کہ اس بے چارے کا قصور نہیں، بلکہ اس کی قلت عقل کا فتور ہے۔ بادشاہ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے بہت ہی مسرت آمیز لہجہ میں کہا: واقعی آپ نے ایسا بے مثل تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ صرف مجھی کو بلکہ کسی بھی بادشاہ کو کسی نے پیش نہ کیا ہو، اور نہ آئندہ امید کہ کوئی ایسا تحفہ کسی کو پیش کر سکے۔ ہم بھی هَلْ جَزَاءُ الاحْسَان اِلَّاالْاِحْسَان کے اصول پر آپ کو انعام بھی علاج بالمثل کے طرز پر دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ شاید ایسی جزا بھی کسی کو کسی بادشاہ نے نہ دی ہوگی، اور نہ امید ہے کہ آئندہ دے۔ یہ کہا اور جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ ان مولوی صاحب نے میرے لیے نہایت ہی محنت سے ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہے، جس میں آیات مکررات کو حذف کر کے مختصر کردیا ہے۔ تم بھی مولوی صاحب کے اعضائے مکررہ کو حذف کر کے ان کو مختصر کردو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہی ہوئی۔ اور دو کانوں میں سے ایک کان، دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ، دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ، دو پاؤں میں سے ایک پاؤں حذف کر کے مولوی صاحب کو مختصر کردیا گیا، تاکہ ہلکے پھلکے چلا کریں۔ اعضائے مکررہ کی زیر باری و بار برداری سے بچیں۔ عجیب نہیں کہ قیامت کے دن ان غیر مقلد حضرات کو دین کے مختصر کردینے کی بھی یہی جزائے موفور عطا فرمائی جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور لطف یہ کہ دعوی عمل بالحدیث کا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ان کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ خلاف حدیث ہے۔ ان حضرات نے یہ دعوی بہت بلند آہنگی سے کیے، تو کسی نے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۳۰۶ھ کو ایک استفتا اس مضمون کا پیش کیا۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ناجائز وخلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعوی صحیح ہے یا غلط؟۔

اعلیٰ حضرت نے اس دوسطر کے سوال کے جواب میں چالیس صفحے کا مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔ اور اس کا تاریخی نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین رکھا۔ اور حسب عادت مستمرہ اس رسالہ کو بھی خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا۔

الحمد للّٰہ اللھم لك الحمد یا باسط الیدین بالرحمة تنفق کیف تشاء ÷ تصافح حمد ك بمزید رفدك کما تعانق شکرك والعطاء ÷ صل وسلم وبارك علی من یداد بحر النوال ÷ ومنبعا الزلال ÷ وجنتا البلاء ÷ وعلیٰ آله وصحبه واھله وحزبه ما تصافحت الایدی عند اللقاء ÷ واشھد ان لاالٰه الااللّٰه وحده لا شریك له ÷ واشھد ان محمدا عبده ورسوله ÷ الباسط کفیه بالجود والصلة وعلی اله وصحبه اولی الود والاخاء ÷ والفیض والسخاء ÷ فی العسر والرخاء ÷ الیٰ تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء ÷ آمین اله الحق آمین ٥

بے شک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علما نے اس کے مسنون ومندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے

ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اترنا، شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام فقیہ النفس قاضی خان کو خواب میں دیکھنے اور ان کے یہ ارشاد فرمانے کا تذکرہ کیا ہے کہ "مستند ایشاں حدیث انس ست او را بمفہوم نیست" یہ خواب بعینہٖ مبشرات و رؤیائے صادقہ میں مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی۔ نماز کا وقت تھا وضو میں مشغول ہوا۔ اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ کہ انس ﷺ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی: فیاخذہ بیدہ ویصافحہ قال نعم یعنی رسول اللہ ﷺ جب مسلمان سے ملے تو کیا اس کا ہاتھ پکڑتے، اور مصافحہ کرتے؟ فرمایا: ہاں! اس میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع ہے۔ لہٰذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔ فاقول وباللہ التوفیق وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع ہوا، تین قسم ہیں۔

قسم اول: احادیث فضائل، جن میں مصافحہ کی فضیلت اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے۔ مثلاً حدیث حذیفۃ بن الیمان مروی طبرانی معجم اوسط، و بیہقی بسند صالح ــــــ وحدیث سلمان فارسی مروی معجم کبیر طبرانی بسند حسن ــــــ وحدیث انس مروی مسند امام احمد ــــــ وحدیث براء بن عازب مروی مسند امام احمد، ومختارہ ضیا ــــــ وحدیث براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مروی سنن بیہقی بطریق یزید بن براء۔ جن کا مضمون یہ ہے جب مسلمان مسلمان سے مل کر سلام کرتا، اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے، ان کے گناہ جھڑتے ہیں،

جیسے پیڑوں کے پتے۔ تو اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ، وحدت ید میں نص ہیں۔ تاہم ان حدیثوں میں منکرین کے لیے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب وترہیب میں غالباً ادنیٰ کو ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے، تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ زائد مندوب یا محذور نہیں۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے۔ یعنی حضور سید المرسلین ﷺ یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ کیا۔ مثلاً حدیث حضرت بتول زہرا کہ سنن ابوداؤد میں بروایت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ـــــ وحدیث معجم کبیر طبرانی عن ابی داؤد الاعمیٰ۔ انھوں نے کہا کہ کہ براء بن عازب مجھے ملے، میرا ہاتھ پکڑا، اور مصافحہ کیا، اور میرے سامنے ہنسے۔

اقول: یہ بھی اصلاً قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور حدیث بتول زہرا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا، بوسہ دینے کے لیے ہو۔ بہر حال ان میں نہیں، مگر وقائع جزئیہ کی حکایت۔ اور عقلاً ونقلاً مبرہن وثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں۔ ہزار جگہ ائمۂ دین کو فرماتے سنیے گا واقعة حال لاعموم لها قضية عين فلا تعم۔

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں۔ کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے، تو انھیں میں ہے۔ یہ دو حدیثیں ہیں۔

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے، تحیت کی تمامی سے ہے ہاتھ میں ہاتھ لینا۔

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اولاً:- اس کی سند ضعیف ہے۔جس میں عن خیثمہ عن رجل ایک مجہول واقع۔

ثانیا:- امام بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی۔یحییٰ بن مسلم طائفی پر اس حدیث کا مدار۔محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔

ثالثا:- اس سب سے درگذریے،تو یہ حدیث دونوں ہاتھ سے مصافحہ کا پتہ دیتی ہے۔کہ اس میں اخذ بالید بصیغہ مفرد کو تمامیِ تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے،نہ کہ اسی پر تمامی وانتہا ہے۔تحیت کی ابتدا اسلام،اور مصافحہ تمام۔اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ عنہ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی :یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اسے گلے لگائے،اور پیار کرے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے،اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں! ترمذی نے اسے حسن بتایا۔اس لیے امام ممدوح نے اسی کی تخصیص کی۔

اب جواب امام قاضی خان کی توضیح سنیے۔ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا،تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا۔اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں۔

اولا: قرآن عظیم میں ہے: بیدك الخیر ۝ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔کیا اس کے یہ معنی ہیں؟ کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیا: احمد، و بخاری، و مسلم، و ترمذی حضرت سعد بن مالک سے مرفوعاً راوی کہ بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! عرض کریں گے: لبيك يا ربنا وسعديك والخير بيديك اسی طرح تفسیر مقام محمود میں ہے: فاول مدعو محمد ﷺ فيقول لبيك وسعديك والخير فی يديك یعنی سب سے پہلے محمد ﷺ کو ندا ہوگی۔ حضور عرض کریں گے: الٰہی! میں حاضر ہوں۔ خدمتی ہوں۔ تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ثالثا: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل ان الفضل بيد الله کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعا: فرماتا ہے۔ بيده ملكوت كل شئ اس کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔ کیا دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟ وغیر ذالك من الآيات والاحاديث

(جواب دوم) بلکہ بارہا لفظ ید مفرد لاتے، اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں۔

(۱) يد الله مبسوطة

(۲) يد الله ملآن

(۳) يد الله هى العليا

(٤) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

ان سب میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل یدہٖ بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب

انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(۶) حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ حضور نے عرض کی: اللھم انی اسئلك من کل خیر بیدك واعوذ بك من کل شر خزائنہ بیدك۔

(۷) صحیح بخاری میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے: ان داؤد النبی علیہ السلام کا ن لا یاکل الامن عمل یدہ داؤد نبی علیہ السلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

حالانکہ ان کا عمل زرہیں بنانا تھا۔ اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(جواب سوم) میں موارد استعمال ومواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں۔ وہ قاعدہ ہی نہ ذکر کروں، جو خاص اس باب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا، اور ایسے الفاظ میں تثنیہ وافراد کے یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا۔

علامہ زین بن نجیم نے خطبہ اشباہ میں فرمایا: اعملت بدنی بدنی اعمال الحد مابین بصری وید ی ظنونی --

اس پر علامہ ادیب احمد حموی نے فرمایا: مصنف نے لفظ ید کہا، اور مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ کہ جب دو چیزیں آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں، خواہ اصل پیدائش میں جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ کان، یا اور طرح جیسے موزے جوتے دستانے (کہ جوڑا ہی مستعمل ہوتا ہے)۔ تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا۔ اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ کہتے ہیں میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ جیسا کہ شرح حماسہ میں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس وہند میں بھی بعینہا رائج

جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح ـــــ اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل نہ رہا۔ اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا۔ والحمد للہ رب العالمین

(جواب چہارم) سب سے قطع نظر کیجیے۔ اور مان لیجیے کہ لفظ الید کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے۔ تاہم حدیث مذکور میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ ید بصیغہ مفرد کلام امجد سید اوحد ﷺ میں ہے ہی نہیں، سائل کے کلام میں ہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ حضور اقدس ﷺ نے سوال کا جواب ارشاد فرما دیا کہ ہاں جائز ہے۔ یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر، نہ اس سے سوال۔ پھر اس کلام سے اس کی نسبت حکم نفی نکالنا محض خیال محال۔ دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو۔ ورنہ بالاجماع نفی تاکید ماعدا مفہوم نہ ہوگی ـــــ یہ دوسرے معنیٰ ہیں کلام امام قاضی خان قدس سرہ کے کہ "اورا مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

(جواب پنجم) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ وہ ہرگز صحیح، نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحییٰ بن قطان نے کہا: میں نے اسے عمداً متروک کیا۔ صحیح الحواس نہ رہا تھا ـــــ امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے تعجب خیز روایات لاتا ہے۔

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں، جس میں ان کے قول کی بو بھی آتی ہو، ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں۔ تاہم تحقیقات بالا نے روشن کردیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع کیا ہو۔ یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ اس کے بغیر ثبوت ممانعت کا دعویٰ محض ہوس پکانا ہے۔ یا جنون خام۔ والحمد للہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے؟

اولاً: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام بخاری نے مصافحہ کے لیے جو باب وضع کیا، اس میں سب سے پہلے اسی حدیث کا نشان دیا۔ پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا۔ باب الاخذ بالیدین اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسنداً روایت کی ______ اگر حضور سید عالم ﷺ کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا، تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ ہاں! اگر منکرین امام بخاری کی نسبت بھی کہدیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ رہا بعض جہلا کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود کا تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے دونوں ہاتھ ملائے

جائیں، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا، نہ کہ دونوں۔ اور جب سید عالم ﷺ کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا۔ تو ابن مسعود کی طرف سے ثبوت نہ ہونا، کیا زیر نظر رہا؟

ثانیا: اکابر علما عامہ کتب میں تصریح فرماتے ہیں: یجوز المصافحه والسنة فیها ان یضع یدیه من غیر حائل من ثوب اوغیره یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اور سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغیر حائل کپڑا وغیرہ کے رکھے۔

شیخ محقق شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: مصافحہ سنت است نزد ملاقات وبائد کہ بہر دو دست بود۔

ثالثا: صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے: صافح حما دبن زید ابن المبارك بیدیه امام حماد نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے: میں نے حماد ابن زید کو دیکھا، اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے، تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ ـــــ یہ حماد بن زید اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ اور اجلہ ائمہ محدثین وعلمائے مجتہدین اساتذہ امام بخاری ومسلم اس جناب کے شاگرد ہوئے۔ اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے، جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرمادی تھیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا کہ علما فرماتے ہیں: جہاں عبد اللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے، وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے ـــــ بحوالہ صحیح بخاری ایسے دو امام جلیل

تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے۔

رابعا: ان حضرات کی عادت ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے، اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حضرت سے کوئی پوچھے 'کے آمدی و کے پیر شدی؟' بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔ لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ یاد تھیں ــــــ امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں۔ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں ــــــ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں۔ مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔

خیر! ایک درجہ تو یہ ہوا کہ لاکھوں حدیثیں اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں ــــــ درجہ دوم اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں، ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں۔ محض بے نشان ہو گئیں۔ اور آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے ــــــ امام مالک کے زمانے میں اسی علما نے موطا لکھیں۔ پھر سوائے موطا امام مالک، و موطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے؟ ــــــ امام مسلم کے زمانہ کو حاکم کے زمانہ سے ایسا کتنا فاصلہ تھا؟ پھر بعض تصانیف مسلم کے متعلق حاکم نے کہا کہ معدوم ہیں۔ غرض صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف۔ ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا ــــــ درجہ سوم اس سے بھی

گزریے۔ جو کتابیں باقی رہیں، ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے؟ ——— درجہ چہارم اب سب کے بعد یہ فرمانا ہے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں، ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں؟ سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے؟ کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو ان کے پاس ہیں، دیکھ بھال لیا، اور اپنے زعم باطل میں جو حدیث نہ ملی، تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، اور اجلہ ائمہ کو نہ ملیں۔ مثلاً حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمائی، اور کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا: الامر کذالک۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت ابن عباس روایت کی۔ اسی طرح حدیث الوضو علی الوضو نور کی نسبت امام منذری نے تصریح کی: لم تقف علیہ حالانکہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔ وقس علیٰ ھٰذا۔

یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی، اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو، اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں، پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟

ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہوگئی تھیں؟ ممکن کہ ان احادیث میں ہو، جو علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بنا کس نے مانا؟ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا، اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے؟ ——— وجہ پنجم ان سب سے گذریے۔ بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں، اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتا دیتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح 'حق اللہ، پاک ذات اللہ کی' یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع و اعلیٰ کدھر گیا؟ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں احادیث میں ہوگی، جو آپ کو برزبان یاد ہیں۔ اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گذرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی؟ اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں، اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی ''خیرات الحسان'' میں فرماتے ہیں: کسی نے امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے، ہمارے امام اعظم اس زمانہ میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے، حاضر مجلس تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے۔ امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنے ہیں۔ اور وہ حدیث مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش نے کہا: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو

سنائیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں؟ اے فقہ والو! تم طبیب ہو، اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو حدیث وفقہ دونوں کنارے لے لیے۔ والحمد للہ۔

خامسا: بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی۔ پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم؟ فتح القدیر میں ہے: عدم النقل لاینفی الوجود۔

سادسا: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس ﷺ سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت۔ پھر نہ کرنا اور بات ہے، اور منع فرمانا اور بات۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔ پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے؟۔

سابعا: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے۔ اور بے شک یہ امور عرف وعادت قدیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو امر جس طرح جس قوم میں رائج، اور ان کے نزدیک الفت وموانست، اور اس کی زیارت پر دلیل ہو، وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ حدیث میں ہے: جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے، اور ہاتھ ملائے، ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں۔ فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آیئے! آیئے! تشریف لایئے!۔ اور اس کے مثل کلمات ـــــ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت

نہ جانے گا۔ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے؟ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوش دلی بغرض ازیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہل یمن آئے، انھوں نے اپنے رسم کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پا کر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طرح سے ہوتی، اور اس کی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، تو شرع اسے مقرر رکھتی۔ اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔

ثامنا: جوامر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو، اور اس کا فعل سنت کا مزیل ورافع ہو، وہ بے شک ممنوع ومذموم ہے۔ جیسے **السلام علیکم** کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت **السلام علیکم** کہیں، تو معززین اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں۔ اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بے شک ذم وانکار کے لائق ہے۔ اور مصافحہ سے اظہار محبت وازدیاد الفت مقصود، تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید وموکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعا: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔ خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تمام بلاد اسلام مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ سے

ہندوسند تک علما، عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہوئی، بے اصل نہیں ہوسکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لیے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

عاشرا: حدیث شریف میں ہے: لوگوں سے وہ برتاؤ کرو، جس کے وہ عادی رہے ہوں ہوں۔ لہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں جو امر رائج ہو، جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو، ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے، بلکہ انھیں کی عادت واخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہے۔ بلکہ اوران کی خواہی نہ خواہی مخالفت کرنی شرعاً مکروہ ہے۔

مولانا عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: خروج از عادت اہل بلد موجب شہرت ومکروہ است۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:-

یہ چند جملے ہیں کہ بطریق اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سرزد ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ وابحاث فائقہ خاص قلم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين واله وصحبه اجمعين والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم---

(۵۳) التحبیر بباب التقدیر (۱۵)

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الوف الاف السلام والتحیۃ اپنے جملہ اصول وفروع میں اعلیٰ درجہ کامل، جامع فوائد نقلیہ اور مصالح حکمیہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بحکم اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً؁ تمام مسائل کو مانے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اور قرآن وحدیث پر پورے طریقہ پر ایمان لائے، اور جملہ آیتوں کو ماننا اپنا نصب العین قرار دے۔ جتنے فرقے گمراہ، اور بے دین ہوئے، ان کی گمراہی کا اصل سبب بعض آیات پر ایمان لانا، بعض دوسری سے چشم پوشی کرلینا ہے۔ مثلاً

قدریہ: آیت کریمہ: وَمَا ظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ؁ پر ایمان لائے۔ یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود اپنے جانوں پر ظلم کیا۔ اس آیت کو مان کر انھوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ انسان جو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ اور اس آیت کریمہ: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ؁ سے چشم پوشی کرلی۔ یعنی اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو ــــــ معلوم ہوا کہ اللہ جیسے انسانوں کا خالق ان کے افعال واعمال کا بھی خالق ہے۔ انسان اپنے افعال میں مستقل نہیں کہ جو چاہیں کریں، مشیت ایزدی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اسی طرح

جبریہ: آیت کریمہ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاۗءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ؁ پر ایمان لائے۔ یعنی تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ وہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔ اور اس آیت کریمہ ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِبَغْیِھِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ؁ سے چشم پوشی

کرلی۔ یعنی یہ جزادیا ہم نے ان کوان کی سرکشی کے سبب اور یقیناً ہم سچے ہیں ——— تو پہلی آیت کی بنا پر انھوں نے اعتقاد قائم کیا کہ انسان کچھ نہیں کرتا، وہ مجبور محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اسی طرح

خوارج: اس آیت کریمہ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی بے شک فجار جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے ——— اس سے عقیدہ قائم کیا کہ گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی، کبیرہ کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔ اور اس آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ ۝ یعنی بے شک اللہ نہیں بخشتا ہے شرک کو اور شرک سے نیچے کا گناہ جس شخص کا چاہے بخش دیتا ہے ——— اس آیت سے چشم پوشی کرلی۔ اسی طرح بے دین

مرجیہ: آیت کریمہ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اسی بنا پر یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان کے بعد کوئی برا عمل نقصان نہیں دیتا۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اچھا کام مفید آخرت نہیں۔ اور اس آیت کریمہ میں مَنْ یَّعْمَلْ سُوْءً اَیُّجْزَ بِهٖ ۝ سے چشم پوشی کرلی۔ یعنی جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا دیا جائے گا ——— اسی طرح

وہابیہ: اس آیت کریمہ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّاهُوَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی آسمان و زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور اس بنا پر حضور اقدس ﷺ سے علم غیب کی نفی کر ڈالی۔ اور صاف لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر کسی تاویل سے بھی

ہو، ایہام شرک سے خالی نہیں۔اور ان آیات لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِه اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ؕ نہیں غالب کرتا ہے اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے پسند کرے اپنے رسول سے۔ مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِه مَنْ یَّشَاءُ ؕ وہ نہیں کہ ایسے عام لوگوں کو غیب پر مطلع کردے اور لیکن چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے۔اور وَمَاهُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ؕ یعنی نہیں ہے یہ رسول غیب کی بات بتانے میں بخیل۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْماً ؕ اور سکھادیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْكَ ؕ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں سے آنکھیں میچ لیں۔

غرض تقدیر وتدبیر کے مسئلہ میں بھی لوگ دو گروہ ہو گئے ہیں۔

ایک کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے، سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔اور جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کرسکتا ہے؟ بس انسان مجبور محض ہے۔اس سے باز پرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیا، فلاں کیوں نہیں کیا؟ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔جو شخص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، وہ جھک مارتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ بالکل اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وجماعت نے دو رسالے لکھ کر ان دونوں کا بہترین فیصلہ اور ان دونوں معضل ومشکل مسئلوں پر مبسّل روشنی ڈالی اور تحقیق فرمائی ہے۔ایک کا نام التحبیر بباب التدبیر اور دوسرے کا ثلج الصدر لایمان القدر ہے۔دونوں رسالوں کے دیکھنے سے حق واضح ہوجاتا ہے۔

رسالہ التحبیر کی ابتدا حسب عادت مستمرہ اس خطبہ سے فرمائی ہے۔

الحمد لله الذی قدر الکائنات ÷ وربط بالاسباب المسببات ÷ والصلاة والسلام علی سید المتوکلین سرا وجهرا ÷ وامام العالمین والمدبرات امرا ÷ وعلی آله وصحبه الذین باطنهم توکل ÷ وظاهرهم فی الکد والعمل۔۔

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔قال تعالیٰ: کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ وقال تعالیٰ: وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝ وقال تعالیٰ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ الیٰ غیر ذالک من الآیات والاحادیث مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔دنیا عالم اسباب ہے۔رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو۔جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت ہے۔یوں ہی تدبیر کو محض عبث ومطرود وفضول ومردود بتانا، کسی کھلے گمراہ، یا سچے مجنون کا کام ہے۔جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض، اور انبیا وصحابہ وائمہ واولیا سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل؟ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان؟ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے، اور اس کی راہیں بتاتے، اور خود کسب حلال میں سعی کر کے رزق طیب کھاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت

پر چرائیں۔

خود حضور پر نور سید المرسلین ﷺ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان غنی ——— عبد الرحمٰن بن عوف بڑے نامی تاجر تھے ——— امام اعظم بزازی کرتے۔

بلکہ کوئی منکر تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو، آخر اپنے لیے کھانا پکا تا، یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منھ تک لانا، چبانا، نگلنا، یہ بھی تدبیر ——— تدبیر کو معطل کرے، تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے، تو بے کھائے جیے گا۔ یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا۔ یا خود بخود معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا۔ اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری وسیرابی پیدا فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے، تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں (کثرت سے) کھا جائے، کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا و جوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا پانی جو پہلے سیر وسیراب کرتا تھا، اب کیوں محض بے کار جاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیے بھوک پیاس، پاس نہ آئے۔ جیسے زمانۂ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب وغذا زندگی گزارنا کسے نہیں معلوم؟ مگر یہ

انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خورونوش نہ کرنے کا عہد کر لے، اور بھوک پیاس سے مر جائے، تو بے شک حرام موت مرے، اور اللہ تعالیٰ کا گنہ گار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۙ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو

گرچہ مردن مقدرست ولے ÷ تو مرو در دہان اژدرہا

ہم نے مانا! کہ منکر تقدیر اپنے دعوی پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کر کے، پیمان واثق کر لے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے گا، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ یہ کیا تدبیر نہیں؟ کہ دعا خود مؤثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ رب جل جلالہ فرماتا ہے: اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۙ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے۔ پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ بلکہ خلافت وسلطنت وقضا وجہاد وحدود وقصاص وغیر ہا یہ تمام امور شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ انتظام عالم وترویج دین ودفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے کیا رہ آیت کریمہ سے مدلل کر کے فرمایا ہے:-

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ وغیر ہا تمام اعمال دینیہ خود ایک

تدبیر اور رضائے الٰہی وثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب وغضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ اَرَادَ الآخِرَةَ وَسَعیٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤمِنٌ فَاُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوراً ۝ اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فَرِيْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِی السَّعِيْرِ ۝ پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے، اسے وہی راہ آسان اور اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل ہو تو دین وشرائع وانزال کتب وارسال رسل وایتان فرائض واجتناب محرمات معاذ اللہ سب لغو وفضول وعبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجار کر دیں۔ دین ودنیا سب یک بارگی برہم ہو جائیں۔ لاحول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم

نہیں! نہیں! بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب ومسنون ہیں۔ جیسے دوا ودعا۔ حدیث میں ہے: لایرد القضاء الا الدعاء تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یعنی قضائے معلق۔ دوسری حدیث میں ہے: تداووا عباد اللّٰه فان اللّٰه لم یضع داء الا وضع له دواء غیر داء واحد الهرم خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا ـــــــ اور تدبیر کی بعض صورتیں فرض قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدر سد رمق کھانا پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مخمصہ شراب ومردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال معاش کی سعی وتلاش، جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث شریف میں ہے: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے بکثرت احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ:

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاشِ حلال وفکر معاش وتعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں، بلکہ عین مرضی الٰہی ہے۔ کہ آدمی تدبیر کرے، اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ اپنی اونٹنی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں، یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا:

قیدو تو کل باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

ع برتوکل زانوئے اشتر بند

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش وتدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھنے کی ہدایت فرمائی۔ قال تعالیٰ: وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

یمن کے کچھ لوگ بے زادِراہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا، توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا: کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈھو۔

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے؟ وہ خود ایک تقدیر ہے۔ اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے روگرداں نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی گئی: دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا: الدواء من القدر

ینفع من یشاء بما شاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔

ہاں! یہ بے شک ممنوع و مذموم ہے کہ آدمی ہمتن تدبیر میں منہمک ہو جائے، اور اس کی درستی میں جا و بے جا، نیک و بد، حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بے شک اسی سے صادر ہوگی، جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا۔ شیطان اسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑے تو کار براری ہے، ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب این و آں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے، اور ذلت و خواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغابازی جس طرح بن پڑے، اس کی راہ لیتا ہے۔ حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا، ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علو ہمت، وصدق نیت، و پاس عزت، و لحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کی پاؤں میں تیشہ مارا، اور حرص و گناہ کی شامت نے خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنایا۔

اس مضمون کو بکثرت احادیث سے مدلل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:-

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش و تدبیر کی طرف ہدایت فرمائی۔ مگر حکم دیا کہ شریعت و عزت کا پاس رکھو۔ تدبیر میں بے ہوش و مدہوش نہ ہو جاؤ۔ دست درکار، و دل بایار۔ تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ۔ ظاہر میں اِدھر باطن میں اُدھر۔ اسباب کا نام، مسبّب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے۔ یہی روشِ ہدیٰ ہے۔ یہی مرضی خدا۔ یہی سنت انبیا۔ یہی سیرت اولیا علیھم جمیعا الصلاۃ والثناء۔

بس اس بارے میں یہی قول فیصل وصراط مستقیم ہے۔اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا، دونوں معاذ اللہ گمراہی، ضلالت، یا جنون وسفاہت۔

آخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:-

اس تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیے، اور صدہا بلکہ ہزار ہا کے پتے دیئے۔ یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انھیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض، اور خدا اور رسول پر کھلا اعتراض۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۴۵) ثلج الصدر لایمان القدر (۱۶)

موضع کٹوار ہا کھیری مُلک اودھ سے جناب سید محمد مظفر حسین صاحب خلف جناب سید رضا حسین صاحب تعلقہ دار نے ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو یہ سوال بھیجا۔

چہ می فرمانید علما دین دریں مسئلہ ــــــ قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے ــــــ اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں ــــــ تو پس کیوں کر خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادۂ پروردگار عالم کے ہیں۔تو جب کسی کام کا اردہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا، تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہوسکتا ہے؟ یھدی من یشاء کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی ، وہ ہوگا ــــــ پس انسان مجبور ہے، اس سے باز پرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عز اسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا ــــــ علم اور ارادہ میں بین فرق ہے۔ یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے ــــــ پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسے ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ۱۶ صفحے کا مختصر

جامع ونافع رسالہ مسمیٰ بہ ثلج الصدر لایمان القدر تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب دستور و عادت شریفہ خطبہ ودعا سے فرمائی۔

اللھم ھدایة الحق والصواب ٥ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنامن لدنك رحمة انك انت الوھاب ٥ رب انی اعوذ بك من ھمزات الشیطان واعوذبك رب ان یحضرون ۔۔

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات و جوارح عطا فرمائے۔ اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع وفرماں بردار کردیا کہ اپنے منافع حاصل کریں، اور مضرتوں سے بچیں ـــــــ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر وشر، نفع وضرر، یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے ـــــــ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس ویاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا، ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا انبیا بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ لِئَلَّا یَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۵

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت وگمرہی پر پردہ نہ رہا۔ لا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۵

بایں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی

کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے ــــــ ہاں! یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنے غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے، ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قدرت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا لگانا، اٹھانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتادی ــــــ زید نے وہی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی۔ اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی، اور ولید کے جسم پر لگی ــــــ تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی، بارادۂ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا، یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے، تو اٹھنا در کنار، ہرگز جنبش نہ کرتی ــــــ اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پلے پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی ــــــ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی ــــــ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی بات ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں، اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں، اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہوگئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں ـــــ تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و بارادۂ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا، اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔

اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے، تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا، بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا، اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا ـــــ اور اگر قتل ناحق ہے، تو یقیناً زید پر الزام ہے، اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفت حکم شرعی اس شیٔ کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا، جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنی غضب اپنے ناراضی کا کام بتایا تھا۔

غرض فعل، انسان کے ارادہ سے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا۔ اور یہ برے کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادے گا ـــــ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں۔ اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو! یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں۔ اور خبر دار! یہ زہر ہے، اس کے پینے سے ہلاک ہوجاتا ہے ـــــ ان ناصح اور

خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہونچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اوٹھا کر پی، اور کچھ نے زہر کی ـــــ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا کے ہی بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے ـــــ اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے ـــــ یوہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہوگا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو سیروں زہر کھا جائے، اصلاً بال بانکا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اور زہر پینے والے ضرور لائق سزاونفریں ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو! اول سے آخر تک جو کچھ ہوا، سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے، سب اللہ ہی کے مخلوق تھے۔ اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے، اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں، ان زہر نوشوں کو

مجرم بتاتی ہیں۔ پھر کیوں بتاتی ہیں؟ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا ——— آدمی پانی پیتا ہے، اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے۔ مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے، جو صاحب سارے جہان کا ہے ——— اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا، اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہونچنا، اور وہاں جا کر اسے فاسد کردینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں، جو ہونی ہے، ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا، تو اس ارادہ سے باز آتے ہی، زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟۔ ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتادیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتادیے تھے۔ دست ودہان وحلق اس کے قابو میں کردیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دیدی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا، اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کردیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا، بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس کے پینے کا عزم لایا۔

وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔وہاں تو عادت جاری ہورہی ہے کہ قصد کرے، اور وہ خلق فرمادے۔اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا، اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا۔ پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پاسکتا ہے؟ــــــ انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار رہونا، ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کرسکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا، اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔اوپر کودنا اپنے ارادہ واختیار سے تھا، اگر نہ چاہتا، نہ کودتا۔ اور یہ حرکت تمام ہوکراب زمین پر آنا، اپنے ارادہ واختیار سے نہیں۔ ولہذا اگر رکنا چاہے، تو نہیں رک سکتا۔

پس یہی ارادہ، یہی اختیار، جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر ونہی، جزا وسزا، ثواب وعقاب وپرسش وحساب ہے۔اگر چہ بلا شبہ بلا ریب قطعا یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیر ہا بنا سکتا تھا۔یوہیں اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا۔سب کچھ اسی نے دیا، اور اسی نے بنایا۔مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے، تو ہم پتھر ہوگئے۔قابل سزا وجزا وباز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے؟

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ واختیار ہوئے، یا مضطر ومجبور وناچار؟

صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں کیا فرق تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا، اور تم میں اللہ نے یہ صفت پیدا کی ــــــــ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے؟

اللہ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے ــــــــ یوہیں اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں۔ تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندہ کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا وسزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر ومثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے۔ اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکما، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا۔ اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہونچنا ہے، کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ مگر طاعت والے تعریف کیے جائیں گے، اور تمرد والے مذموم وملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ یغفر لمن یشاء باقی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین لہ الحکم والیہ ترجعون۔

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔ ہاں!

یہ ضرور فرمایا کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان ابھی ہو چکا۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجیے؟ فرمایا: گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجیے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص حضور میں حاضر ہے، وہ کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے۔ مولی علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اسے دیکھا تو تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی، اور فرمایا: تو کام کی قدرت کا خدا کے ساتھ مالک ہے، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا، ورنہ کافر ہو جائے گا، اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے، جس کی کنہ، راز خدا، اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ

ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا ـــــــ ایک صاحب نے اس بارہ میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: کیا زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟ افیعصی قهراه یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو، مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا ـــــــ گویا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں، پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے علم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منھ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟۔

اس کا جواب ابن ابی حاتم و اصفہانی ولال کائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں: مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! تجھے اس لیے پیدا کیا، جس لیے اس نے چاہا۔ یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا، تو تیرا یہ سر، جس میں تیری آنکھیں ہیں، تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: وَمَا تَشَاؤُونَ اِلّآاَنْ یَشَاءَ اللّٰہُ ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ ؕ اورتم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا۔ اور جا چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔ یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ کافی ووافی وصافی وشافی۔ جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے۔ اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ وللّٰہِ الحَمْدُ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ تَعَالیٰ اَعْلَمْ ....

مولف کتاب ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی تالیفات وتصنیفات پر ایک نظر

حیات اعلیٰ حضرت	سوانح
شرح کتاب الشفا......	سیرت
مولود رضوی......	سیرت
تنویر السراج	سیرت
التعلیق علی القدوری......	فقه
تحفة الاحباب	فقه
نافع البشر فی فتاویٰ ظفر......	فقه
اعلام المساجد	فقه
بسط الراحة فی الحظر والاباحة......	فقه
الفیض الرضوی......	فقه
نہایت المنتہی	فقه
مواهب ارواح القدس......	فقه
نصرة الاصحاب	فقه
عید کا چاند......	فقه
تنویر المصباح......	فقه
جامع الاقوال	فقه
اصلاح الایضاح......	فقه
مجموعہ فتاویٰ	فقه

تسہیل الوصول...... اصول فقہ

جامع الرضوی ...... حدیث

نزول السکینۃ...... حدیث

الافاداۃ الرضویۃ...... اصولحدیث

التعلیق علی شروح المغنی ...... نحو

وافیہ ...... نحو

القصر المبنی علی بناء المغنی ...... نحو

نظم المبانی ...... نحو

عافیہ ...... صرف

تذہیب ...... فلسفہ

انوار اللامعۃ من الشمس البازغہ ...... فلسفہ

توضیح الافلاک ...... ہیئت

مشرقی اورسمت قبلہ ...... ہیئت

مشرقی کاغلط مسلک...... ہیئت

الفرائض التامہ ...... کلام

تقریب ...... منطق

خیر السلوک فی نسب الملوک ...... تاریخ

اعلام الاعلام ...... تاریخ

المجمل المعددلتالیف المجدد ... .. تاریخ

جواہر البیان...... تاریخ

مبین الہدیٰ ...... فضائل

تحفة العظمافی فضل العلما......	فضائل
تحفة الاخبار......	مناقب
النور والضیاء	مناقب
ھادی الہداۃ لترک الموالات......	سیاست
الحسام المسلول	مناظرہ
ہجم الکنزہ	مناظرہ
النبراس......	مناظرہ
رفع الخلاف من بین الاحناف......	مناظرہ
کشف الستور......	مناظرہ
گنجینۂ مناظرہ......	مناظرہ
ظفر الدین الجید......	مناظرہ
شکست سفاہت......	مناظرہ
ظفر الدین الطیب......	مناظرہ
ندوۃ العلما......	مناظرہ
سرور القلب المحزون	اخلاق
دلچسپ مکالمہ	نصائح
الاکسیر	تکسیر
اطیب الاکسیر......	تکسیر
الجواھر والیواقیت......	توقیت
موذن الاوقات	توقیت
وغیرہ	

علماءِ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے

اعلیٰحضرت فاضل بریلویؒ کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

حسام الحرمین

علیٰ منحر الکفر والمین

تالیف: اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ

—— ترجمہ ——

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

ایم-اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں
آٹھ گھنٹے میں لکھی جانے والی بے مثال تاریخی کتاب

الدَّولۃُ المَکّیۃ

اُردو ایڈیشن

●

تصنیف و تالیف عربی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

تعلیق و ترجمہ اُردو

حجۃ الاسلام
حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزہیب نو

پیرزادہ
علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

●

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور